اشراق الفجر اردو ترجمہ نزهة النظر

شرح نخبة الفكر

الامام الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ





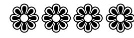


ترجمہ امان اللہ عاصم حفظہ اللہ

نظر ثانی شیخ الحدیث حکیم اشفاق احمد حفظہ اللہ

فہرست مضامین

باب 12 راویوں، ان کے باپوں اور اساتذہ کے ناموں میں مشابہت کی بناء پر روایت کی اقسام



مقدمۃ الکتاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْعَالِمُ الْعَامِلُ الْحَافِظُ وَحِيْدُ دَهْرِهِ وَاَوَانِهِ وَفَرِيْدُ عَصْرِهِ وَزَمَانِهِ شَهَابُ الْمِلَّةِ وَالدِّيْنِ أَبُوالْفَضْلِ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْعَسْقَلانِيُّ الشَّهِيْرُ بِابْنِ حَجَرٍ، اَثَابَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِهِ وَكَرَمِهِ۔

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے (شروع کرتا ہوں)، اور اللہ تعالیٰ سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی آل، اور آپ کے اصحاب پر رحمتیں اور سلامتی نازل فرمائے۔ شیخ، امام، عالم، عامل، حافظ ❶، اپنے دور اور زمانہ کے نادر، اپنے زمانہ وعصر کے درّ یکتا، ملت اور دین کے درخشندہ ستارے ابوالفضل احمد بن علی عسقلانی المشہور ابن حجر رحمہ اللہ ...... اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل وکرم سے جنت عطا کرے...... نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِى لَمْ يَزَلْ عَالِمًا قَدِيْرًا حَيًّا قَيُّوْمًا سَمِيْعًا بَصِيْرًا وَأَشْهَدُ أَن لا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَأُكَبِّرُه تكبِيْرًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ الَّذِيْ أَرْسَلَهُ إِلَى النَّاسِ كَافةً بَشِيرًا وَنَذِيْرًا وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔

اللہ؛ رحمٰن ورحیم کے نام سے (شروع کرتا ہوں)۔ ہر تعریف اللہ کے لیے ہے جو ہمیشہ سے جاننے والا، قدرت رکھنے والا، زندہ، قائم رکھنے والا، سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی حقیقی معبود ہے، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

❶ یہاں حافظ سے مراد ایسی شخصیت ہے جسے ایک لاکھ احادیث مبارکہ مع اسناد یاد ہوں۔

میں اس کی بہت بڑائی بیان کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ رحمت برسائے ہمارے آقا محمد (ﷺ) پر، جنہیں اس نے تمام انسانوں کی طرف خوش خبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ اور محمد (ﷺ) کی آل اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر بھی (رحمت برسائے) اور بہت زیادہ سلامتی نازل کرے۔

أَمَّا بَعدُ: فإِنَّ التَّصَانِيفَ فِي اِصْطِلاحِ أَهلِ الْحَدِيْثِ قَدْ كَثُرَتْ لِلائِمَّةِ فِي الْقَدِيْمِ وَالْحَدِيْثِ۔ فَمِنْ أَوَّلِ مَنْ صَنَّفَ فِي ذٰلِكَ: الْقَاضِي أَبُومُحَمَّدٍ الرَّامَهُرمُزِيُّ فِي كِتَابِهِ: الْمُحَدِّثُ الْفَاصِل، لٰكِنَّهُ لَمْ يَسْتَوْعِبْ۔ وَالْحَاكِمُ أَبُوعَبْدِاللّٰهِ النَّيسَابُورِيُّ لٰكِنَّهُ لَمْ يُهَذِّبْ وَلَمْ يُرَتِّبْ۔ وَتَلاهُ أَبُو نُعَيمٍ الأَصْبَهَانِيُّ فَعَمِلَ عَلٰى كِتَابِهِ مُسْتَخْرِجاً وَأَبْقٰى أَشْيَاءَ لِلْمُتَعَقِّبِ۔ ثُمَّ جاءَ بَعدَهُمُ الْخَطِيْبُ أَبُوبَكْرٍ الْبَغْدَادِيُّ فَصَنَّفَ فِي قَوَانِيْنِ الرِّوَايَةِ كِتَابًا سَمَّاهُ: الْكِفَايَةَ۔ وَفِي آدَابِهَا كِتَابًا سَمَّاهُ: الْجَامِعَ لِآدَابِ الشَّيْخِ وَالسَّامِعِ۔

بعدازاں: یقیناً علماء حدیث کی اصطلاح کے بارے میں ائمہ کی بہت سی قدیم و جدید تصانیف موجود ہیں۔ اس موضوع پر پہلے قاضی ابومحمد رامہرمزی نے اپنی کتاب ''المحد ث الفاصل'' میں تصنیف (مباحث کو جمع) کیا، لیکن مکمل احاطہ نہ کر سکے۔ اور (اسی طرح اول مصنفین میں) امام حاکم ابوعبداللہ نیساپوری بھی ہیں، لیکن وہ بھی اسے (اصطلاحات کے مباحث کو) مہذب اور مرتب نہ کر سکے۔ ان (امام حاکم رحمہ اللہ) کے بعد ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ آئے۔ انہوں نے آپ کی کتاب میں باقی ماندہ مباحث شامل کیے۔ اور کچھ مباحث بعد میں آنے والوں کے لیے باقی رہنے دیے۔ پھر ان کے بعد خطیب ابوبکر البغدادی رحمہ اللہ آئے، انہوں نے روایت کے قوانین پر ایک کتاب تصنیف کی، جس کا نام: ''الکفایة'' رکھا۔ اور ایک کتاب اس (روایت) کے آداب پر تصنیف کی اس کا نام: ''الجامع لآداب الشیخ والسامع'' رکھا۔''

وَقَـلَّ فَنٌّ مِن فُنُونِ الْحَدِيْثِ إِلَّا وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ كِتَابًا مُفرَدًا؛ فَكَانَ كَمَا قَـالَ الْحَافِظُ أَبُوبَكْرِ بْنُ نُقطَةَ: كُلُّ مَن أَنْصَفَ عَلِمَ أَنَّ الْمُحَدِّثِيْنَ بَعْدَ الْـخَـطِيْـبِ عَيَالٌ عَلَى كُتُبِهِ۔ ثُـمَّ جَـاءَ بَـعْـدَهُـمْ بَعْضُ مَن تَأَخَّرَ عَنِ الْـخَطِيْبِ فَأَخَذَ مِن هٰذَا الْعِلْمِ بِنَصِيْبٍ۔ فَجَمَعَ الْقَاضِي عِيَاضٌ كِتَابًا لَطِيْفًا سَمَّاهُ: الإِلْمَاعُ۔ وَأَبُو حَفْصٍ الْمَيَّانِجِيُّ جُزءًا، سَمَّاهُ: مَا لَا يَسَعُ الْمُحَدِّثَ جَهْلُهُ۔

اور حدیث کے فنون میں سے کوئی فن شائد ہی باقی رہا ہو، ورنہ ہر ایک پر آپ رحمہ اللہ نے الگ کتاب تصنیف کی ہے۔ وہ سچ ہی ہے جو حافظ ابوبکر بن نقطہ رحمہ اللہ نے کہا تھا کہ جو بھی بنظر انصاف دیکھے گا وہ جان لے گا کہ خطیب رحمہ اللہ کے بعد تمام محدثین آپ رحمہ اللہ کی کتابوں کے محتاج ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ (علماء) آتے ہیں جو خطیب رحمہ اللہ کے بعد ہیں۔ انہوں نے بھی اس علم سے وافر حصہ حاصل کیا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ایک بہترین کتاب مرتب کی، اس کا نام ''الالماع'' رکھا۔ اور ابوحفص میانجی نے بھی ایک جزء مرتب کیا، جس کا نام ''مَا لا يَسَع المُحدِّث جَهله'' رکھا۔ [1]

وَأَمْثَـالُ ذٰلِكَ مِـنَ التَّصَانِيْفِ الَّتِي اشْتَهَرَتْ وَبُسِطَتْ لِيَتَوَفَّرَ عِلْمُهَا، وَاخْتُـصِـرَت لِيَتَيَسَّـر فَهْـمُهَا، إِلٰى أَنْ جَاءَ: الْحَافِظُ الْفَقِيهُ تَقِيُّ الدِّينِ أَبُـوعَـمْـرٍو عُثْمَانُ بْنُ الصَّلاحِ (بْن) عَبدِ الرَّحْمٰنِ الشَّهرَزُورِيُ نَزِيلُ دِمَشْـقَ فَجَمَعَ ......لَمَّا وُلِّيَ تَدْرِيسَ الْحَدِيْثِ بِالْمَدْرَسَةِ الأَشْرَفِيَّةِ...... كِتَابَهُ الْمَشْهُورَ فَهذَّبَ فُنُونَهُ وَأَمْلاهُ شَيْئًا بَعدَ شَيْءٍ۔

اور اس جیسی دیگر تصانیف بھی ہیں جو بہت مشہور اور بسیط (ضخیم) ہیں تا کہ ان سے زیادہ علم میسر آئے۔ اور بعض مختصر ہیں تا کہ انہیں سمجھنا آسان ہو۔ (یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا)

---

[1] قاضی عیاض رحمہ اللہ کی کتاب کا مکمل نام: ''الالـمـاع الـى مـعـرفة اصول الـرواية وتقييد السماع'' ہے۔

یہاں تک کہ الحافظ، الفقیہ تقی الدین ابوعمرو عثمان بن الصلاح (بن) عبدالرحمٰن شہزوری رحمہ اللہ نزیل (مقیم) دمشق آئے۔...... جب انہیں مدرسہ اشرفیہ میں تدریسی ذمہ داری سونپی گئی...... تو انہوں نے اپنی مشہور کتاب مرتب کی، ❶ اس کے فنون (مباحث) کو بہتر انداز سے بیان کیا اور تھوڑا تھوڑا کر کے اسے لکھتے رہے۔

فَلِهٰذَا لَمْ يَحْصُل تَرْتِيبُهُ عَلَى الْوَضْعِ الْمُتَنَاسِبِ وَاعْتَنَى بِتَصَانِيْفِ الْخَطِيْبِ الْمُتَفَرِّقَةِ فَجَمَعَ شَتَّاتَ مَقَاصِدِهَا وَضَمَّ إِلَيْهَا مِن غَيرِهَا نُخَبَ فَوَائِدِهَا فَاجْتَمَعَ فِي كِتَابِهِ مَا تَفَرَّقَ فِي غَيْرِهِ؛ فَلِهَذَا عَكَفَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَسَارُوا لِسَيْرِهِ، فَلا يُحصَى كَمْ نَاظِمٍ لَهُ وَمُختَصِرٍ وَمُسْتَدرِكٍ عَلَيهِ وَمُقتَصِرٍ وَمُعَارِضٍ لَهُ وَمُنْتَصِرٍ۔

اسی وجہ سے اس (کتاب) کی ترتیب مناسب انداز پر نہ ہوسکی۔ پھر انہوں (ابن صلاح) نے خطیب رحمہ اللہ کی متفرق (الگ الگ لکھی گئی) تصانیف سے فائدہ اٹھایا اور اپنے مختلف مقاصد (ضروری مضامین و مباحث) جمع کر لیے۔ آپ رحمہ اللہ نے اس کے ساتھ دیگر منتخب (ضروری) فوائد بھی شامل کر دیے۔ اور اپنی کتاب میں وہ مواد بھی شامل کیا جو آپ کے علاوہ (دیگر علماء کی) کتابوں میں بکھرا پڑا تھا۔ اس لیے لوگوں نے آپ کی طرف رجحان کیا۔ اور آپ ہی کے نہج پر چل نکلے۔ تو یہ شمار نہیں کیا جاسکتا کہ کتنے لوگ/علماء اس (ابن صلاح کی کتاب) کو نظم (اشعار) میں ڈھالنے والے ہیں اور کتنے اس کا اختصار (مکمل کتاب کو مختصر) کرنے والے اور کتنے اس پر استدراک (باقی ماندہ مباحث کو اس میں شامل) کرنے والے اور کتنے اقتصار (مخصوص مباحث کو مختصر) کرنے والے، کتنے اس پر اعتراضات اٹھانے والے اور کتنے انتصار (مبہم مباحث کی وضاحت) کرنے والے ہیں۔

---

❶ ابن صلاح رحمہ اللہ کی مشہور کتاب سے مراد، اصول حدیث پر ان کی تالیف، مقدمہ ابن الصلاح ہے۔

وجہ تصنیف

فَسَأَلَنِی بَعضُ الإِخوَان أَن أُلَخِّص لَهُمُ الْمُهِمَّ مِن ذٰلِكَ فَلَخَّصْتُهُ فِی أَوْرَاقٍ لَطِيْفَةٍ سَمَّيْتُهَا: نُخبَةَ الفِكَرِ فِی مُصْطَلَحِ أَهْلِ الأثرِ ، عَلٰى تَرْتِيبٍ ابْتَكَرتُهُ وَسَبِيلٍ انتَهَجتُهُ مَعَ مَا ضَمَمْتُ إِلَيهِ مِن شَوارِدِ الْفَرَائِدِ وَزَوَائِدِ الْفَوَائِدِ۔

ایک بھائی نے مجھ سے تقاضا کیا کہ میں ان کے لیے (ابن صلاح کی) اس کتاب کے اہم مقامات کی تلخیص کردوں۔ تو میں نے اس کی تلخیص چند اوراق میں کردی جس کا نام: نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر'' رکھا۔ (یہ تلخیص)ایسی ترتیب پر ہے جسے میں نے ہی متعارف کرایا۔اور ایسے انداز سے ہے کہ اس میں مَیں نے مشکل مقامات اور مفید اضافہ جات بھی شامل کیے ہیں۔

فَرَغِبَ إِلَیَّ ثَانِيًا أَن أَضَعَ عَلَيْهَا شَرْحًا يَحُلُّ رُمُوزَهَا وَيَفْتَحُ كُنُوزَهَا وَيُوَضِّحُ مَا خَفِيَ عَلَى الْمُبتَدي مِن ذٰلِكَ فَأَجَبتُهُ إِلٰى سُؤالِهِ؛ رَجَاءَ الانْدِرَاجِ فِی تِلْكَ الْمَسَالِكِ فَبَالَغْتُ فِی شَرْحِهَا فِی الإِيْضَاحِ وَالتَّوجِيْهِ وَنَبَّهتُ عَلٰى خَبَايَا زَوَايَاهَا؛ لأنَّ صَاحِبَ الْبَيْتِ أَدْرٰى بِمَا فِيْهِ وَظَهَرَ لِی أَنَّ إِيْرَادَهُ عَلٰى صُوْرَةِ الْبَسْطِ أَلِيَقُ وَدَمْجَهَا ضِمْنَ تَوْضِيْحِهَا أَوْفَقُ فَسَلَكتُ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةَ الْقَلِيْلَةَ السَّالِكِ۔

پھر انہوں نے مجھ سے دوبارہ تقاضا کیا کہ میں اس کی ایسی شرح لکھ دوں جو اس کے اسرار ورموز کو حل کرے اور اس کے خزانے کھول دے۔ اور مبتدی (بنیادی مباحث کو

سمجھنے کے متمنی) پر اس کی وضاحت بیان کردے۔تو میں نے اس امید سے ان کی بات قبول کر لی کہ میں بھی اس (علوم حدیث) کے راستے پر گامزن ہو جاؤں۔تو میں نے اس کی شرح لکھنے میں توضیح اور توجیہ (اختلافی مقامات کی وضاحت) میں انتہائی محنت کی۔ میں نے اس کے مخفی نکات کو بیان کیا۔ کیونکہ گھر والا ہی بہتر جانتا ہوتا ہے کہ گھر میں کیا کچھ ہے۔ مجھے اس کی شرح کو مفصل لکھنا مناسب لگا اور اس کے متن کو اس میں ملا کر بیان کرنا زیادہ بہتر معلوم ہوا۔تو میں اس رستے پر گامزن ہو گیا جس کے راہی بہت کم تھے۔



متن الکتاب

فَأَقُولُ ......طَالِبًا مِنَ اللّٰهِ التَّوفِيْقَ فِيْمَا هُنَالِكَ:......

میں اللہ تعالیٰ سے توفیق کا طلب گار ہو کر اس ضمن میں؛ کہتا ہوں:

خبر اور حدیث میں فرق:

الْخَبَرُ: عِنْدَ عُلَمَاءِ هٰذَا الْفَنِّ مُرَادِفٌ لِلْحَدِيْثِ۔ وَقِيْلَ: الْحَدِيْثُ: مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْخَبَرُ: مَا جَاءَ عَنْ غَيْرِهِ وَمِن ثَمَّ قِيْلَ لِمَن يَشْتَغِلُ بِالتَّوَارِيْخِ وَمَا شَاكَلَهَا: الأَخْبَارِيُّ وَلِمَنْ يَشْتَغِلُ بِالسُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ: الْمُحَدِّثُ۔

اس فن کے علماء کے نزدیک ''خبر'' حدیث کے ہم معنی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی سے منقول ہو۔ اسی لیے جو شخص تاریخ اور اس طرح کے دیگر امور سے شغل (دلچسپی) رکھتا ہو، اسے اخباری؛ اور جو سنت نبویہ سے شغل (دلچسپی) رکھتا ہو اسے محدث کہا جاتا ہے۔

وَقِيْلَ: بَيْنَهُمَا عُمُومٌ وَخُصُوصٌ مُطْلَقًا: فَكُلُّ حَدِيْثٍ خَبَرٌ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ، وَعُبِّرَ هُنَا بِالْخَبَرِ لِيَكُوْنَ أَشْمَلَ۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں عموم وخصوص کی نسبت ہے۔ لہذا ہر حدیث خبر ہے، البتہ اس کے برعکس نہیں۔ [1] یہاں (حدیث کو) خبر سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے، تاکہ (عمومی وضاحت اور بحث میں) شامل رہے۔

[1] مراد یہ ہے کہ ہر حدیث کو خبر کہا جاسکتا ہے لیکن ہر خبر کو حدیث نہیں کہا جاسکتا۔

باب 1

سند کے اعتبار سے خبر (حدیث) کی اقسام

[① متواتر ...... ② احاد]

فَهُوَ بِاعْتِبَارِ وُصُولِهِ إِلَيْنَا: إِمَّا أَن يَكُونَ لَهُ طُرُقٌ أي أَسَانِيْدُ كَثِيْرَةٌ۔ لأَنَّ طُرُقًا جَمْعُ طَرِيْقٍ وَفَعِيلٌ فِي الْكَثْرَةِ يُجْمَعُ عَلٰى فُعُلٍ بِضَمَّتَيْنِ وَفِي الْقِلَّةِ عَلٰى أَفْعِلَةٍ۔

یہ (خبر) ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے (مختلف ہے) یا تو اس کے بہت سے طرق، یعنی بہت سی اسناد ہوں گی۔ طرق؛ طریق کی جمع ہے۔ اور جمع کثرت میں ''فعیل'' کا وزن ''فُعُل'' (کے وزن) پر اور جمع قلت میں ''اَفعِلة'' (کے وزن) پر آتا ہے۔

سند اور متن کی تعریف:

وَالْمُرَادُ بِالطُّرُقِ: الأَسَانِيْدُ۔ وَالإِسْنَادُ: حِكَايَةُ طَرِيقِ الْمَتَنِ۔ وَالْمَتَنُ: هُوَ غَايَةُ مَا يَنْتَهِي اِلَيْهِ الْاَسْنَادُ مِنَ الْكَلَامِ۔

اور طُرُق سے مراد، اَسناد ہیں۔ اور اِسناد: متن کے ذریعے کا بیان ہے۔ اور متن: وہ کلام ہے جہاں پر سند ختم ہوتی ہے۔

① ۔متواتر کا بیان:

وَتِلْكَ الْكَثْرَةُ أَحَدُ شُرُوْطِ التَّواتُرِ إِذا وَرَدَت بِلا حَصْرِ عَدَدٍ مُعَيَّنٍ بَل تَكُون الْعَادَةُ قَدْ أَحَالَتْ تَوَاطُؤَهُم عَلَى الْكَذِبِ وَكَذَا وُقُوعُهُ مِنْهُم اتِّفَاقاً مِن غَيرِ قَصْدٍ فَلا مَعنى لِتَعْيِيْنِ الْعَدَدِ عَلَى الصَّحِيْحِ۔ وَمِنْهُمْ مَن عَيَّنَهُ فِي الأَرْبَعَةِ۔ وَقِيْلَ: فِي الْخَمْسَةِ۔ وَقِيْلَ: فِي السَّبْعَةِ۔ وَقِيْلَ:

فِي الْعَشْرَةِ وَقِيلَ:فِي الاثنَى عَشَر وَقِيْلَ:فِي الأَرْبَعِيْنَ وَقِيلَ غَيرُ ذٰلِكَ۔ وتَمَسَّكَ كُلُّ قَائِلٍ بِدَلِيْلٍ جَاءَ فِيْهِ ذِكرُذٰلِكَ الْعَدَدِ؛ فَأَفَادَ الْعِلْمَ۔ وَلَيْس بَلازِمٍ أَن يَطَّرِدَ فِي غَيرِهِ؛ لِاحْتِمَالِ الْاِخْتِصَاصِ۔

(اسناد کی) یہ کثرت؛ تواتر کی شرائط میں سے ایک (شرط) ہے جب یہ (کثرت) کسی معیّن تعداد کی حد بندی کے بغیر واقع ہو۔ بلکہ عادت ان (کثیر راویوں) کو کسی جھوٹ پر جمع ہونے کو محال قرار دیتی ہو۔ اور اسی طرح سب سے ایک ہی بات صادر ہونا اتفاقاً؛ غیر ارادی طور پر، محال ہو۔ تو صحیح قول کے مطابق (اسناد کی) تعداد متعین ہوجانے میں کوئی حرج نہیں۔ کچھ (علماء) نے اس (تعداد) کو چار میں مقید (محدود) کیا ہے۔ اور پانچ میں (مقید) بھی کہا گیا ہے، اورسات میں بھی کہا گیا ہے، دس میں بھی کہا گیا ہے، بارہ میں بھی کہا گیا ہے، چالیس میں بھی کہا گیا ہے اور اس کے علاوہ بھی کہا گیا ہے۔ اور ہر کہنے والے نے ایسی دلیل بھی اپنا رکھی ہے جس میں اس (کی مقرر کردہ) تعداد کا ذکر ہے۔ وہ (دلیل) فائدہ تو دیتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے (اصلی) مقام کے علاوہ کسی اور جگہ بھی لاگو ہوتی ہو، کیونکہ اس کے ساتھ اختصاص (اس کے اصل مقام پر خاص ہونے) کا احتمال ہے۔ ❶

فَإِذَا وَرَدَ الْخَبَرُ كَذٰلِكَ وَانْضَافَ إِلَيْهِ أَن يَسْتَوِيَ الأَمرُ فِيهِ فِي الْكَثْرَةِ الْمَذْكُوْرَةِ مِنْ اِبْتِدَائِهِ إِلٰى اِنْتِهَائِهِ وَالْمُرَادُ بِالاِسْتِوَاءِ: أَنْ لَا تَنْقُصَ الْكَثْرَةُ الْمَذْكُوْرَةُ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ لَا أَن لَا تَزِيْدَ؛ إِذِ الزِّيَادَةُ هُنَا مَطْلُوْبَةٌ مِن بَابِ الأَوْلٰى وَأَن يَكُوْنَ مُسْتَنَدُ اِنْتِهَائِهِ الأمرَ الْمُشَاهَدَ أَوِ الْمَسْمُوعَ لَا مَا ثَبَتَ بِقَضِيَّةِ الْعَقْلِ الصِّرفِ۔

---

❶ یعنی اسناد کی کثرت کو تواتر کی حیثیت پر تسلیم کرنے کے لیے جو مخصوص ومحدود تعداد مختلف علماء نے بیان کی ہے اس تعداد کے دلائل جہاں سے بھی انہوں نے اخذ کیے ہیں، وہاں ممکن ہے کہ اس تعداد کا اسی مقام پر تصور مخصوص ہو۔ اور اس کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر اس تعداد کو نافذ نہ کیا جاسکتا ہو۔

تو جب خبر اسی انداز (یعنی کثرت طرق) کے ساتھ وارد ہوئی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہو کہ کثرت کی یہی مذکورہ کیفیت ابتدا سے آخر تک برقرار رہے۔ برقرار رہنے سے مراد ہے کہ مذکورہ کثرت سے کسی بھی جگہ کمی واقع نہ ہو، اس سے مراد یہ نہیں کہ (اسناد کی تعداد) زیادہ نہ ہو۔ بلکہ زیادہ ہونا تو یہاں بدرجہ اولیٰ مطلوب ہے۔ اور یہ کہ سند کی انتہاء (متن) کسی مشاہدہ یا سنی ہوئی بات پر مبنی ہو؛ محض عقل سے ثابت شدہ کسی بات پر نہ ہو۔ ❶

✧ ...متواتر کی تعریف اور اس کی شرائط:

فَإِذَا جَمَعَ هٰذِهِ الشُّرُوطُ الأَرْبَعَةُ وَهِيَ: عَدَدٌ كَثِيْرٌ، أَحَالَتِ الْعَادَةُ تَوَاطُؤَهُم أَوْ تَوَافُقَهُم عَلَى الْكَذِبِ، رَوَوْا ذٰلِكَ عَن مِثْلِهِم مِنَ الإِبْتِدَاءِ إِلَى الإِنْتِهَاءِ۔ وَكَانَ مُسْتَنَدُ اِنتِهائِهِمُ الْحِسَّ۔ وَانْضَافَ إِلٰى ذٰلِكَ أَن يَصْحَبَ خَبرَهُم إِفَادَةُ الْعِلمِ لِسَامِعِهِ۔ فَهٰذَا هُوَ الْمُتَوَاتِرُ۔

جب یہ چاروں شرائط جمع ہوجائیں، جو کہ یہ ہیں: ① کثیر تعداد ② عادت ان (کثیر راویوں) کے جھوٹ پر یکجہتی و اتفاق کو محال (ناممکن) کردے۔ ③ انہوں (کثیر راویوں) نے اس (روایت) کو ابتداء سے انتہاء تک اپنے ہی جیسے راویوں (کثیر تعداد) سے روایت کیا ہو، ④ اور ان (راویوں) کے اختتام پر بیان، حسّی ہو۔ ❷

❶ یعنی جس بات پر کثیر تعداد کے متفق ہونے کو تواتر کہا جائے گا وہ بات یا تو کوئی واقعہ، حادثہ، سانحہ یا کسی عمل کے وقوع پذیر ہونے کا ایسا مرحلہ ہو جسے دیکھا اور مشاہدہ کیا گیا ہو۔ یا اس کے بارے میں سنا گیا ہو۔ وہ ایسی بات نہ ہو جو عقل وشعور یا کسبی علم کی بنیاد پر کہی جاسکتی ہو؛ جیسا کہ کوئی کہے کہ ایک اور ایک دو ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس بات کو اگرچہ ساری دنیا ہی کہتی رہے، اسے متواتر نہیں کہا جائے گا۔ متواتر صرف ان واقعات اور خبروں کو کہا جائے گا جو واقعات ہوں اور ان کے وقوع پذیر ہونے کو بیان کرنے والوں کی اس قدر کثیر تعداد موجود ہو کہ اتنی تعداد کا کسی ایک بات پر یکساں بیان دینا کوئی اتفاق نہ ہو بلکہ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہو کہ جس بات/واقعہ کو اتنے زیادہ لوگ بیان کررہے ہیں، وہ یقیناً اسی طرح ہے۔

❷ متن میں جو بات مذکور ہو، وہ سنی یا دیکھی، یا پڑھی گئی ہو۔ اس کے حصول کا تعلق حواس خمسہ سے ہو۔

اور اس کے ساتھ مزید یہ (خوبی) بھی شامل ہو جائے کہ ان کی خبر، اپنے سننے والے کو علم (کسی معاملے سے متعلق یقینی علم) کا فائدہ دے۔تو یہی متواتر ہے۔''

وَمَا تَخَلَّفَتْ إِفَادَةُ العِلمِ عَنهُ كَانَ مَشْهُورًا فَقَط ، فَكُلُّ مُتَوَاتِرٍ مَشْهُورٌ مِنْ غَيرِ عَكْسٍ۔

جو (خبر) علم کا فائدہ دینے سے قاصر رہے۔وہ صرف مشہور ہو گی۔ ❶ ہر متواتر مشہور تو ہے لیکن اس کے برعکس نہیں۔ ❷

وَقَدْ يُقَالُ: إِنَّ الشُّروطَ الأَرْبَعةَ إِذَا حَصَلَت اِسْتَلزَمَتْ حُصُولَ الْعِلمِ وَهُوَ كَذٰلِكَ فِي الْغَالِبِ لٰكِن قَدْ يَتَخَلَّفُ عَنِ الْبَعْضِ لِمَانِعٍ۔ وَقَد وَضَحَ بِهٰذا التَّقْرِيرِ تَعْرِيْفُ الْمُتَواتِرِ ۔ وَخِلافُهُ قَد يَرِدُ بِلا حَصرٍ أَيضاً لٰكِنْ مَعَ فَقْدِ بَعضِ الشُّروطِ۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب یہ چاروں شرائط (شرائط متواتر) حاصل ہوں تو علم (یقینی علم) کا فائدہ لازماً حاصل ہو جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے لیکن کبھی وہ (متواتر) کسی مانع (رکاوٹ/شرط کی کمی) کے باعث (یقینی علم کا فائدہ دینے سے) پیچھے رہ جاتی ہے۔ اس تقریر (بیان) سے متواتر کی تعریف واضح ہوگئی ہے۔ اور اس (متواتر) کی ضد (یعنی: مشہور) بھی بعض اوقات اسی طرح غیر معین تعداد (یعنی بے شمار راویوں) سے؛ لیکن کسی شرط کی کمی کے ساتھ مروی ہوتی ہے۔

أَو مَعَ حَصرٍ: بِمَا فَوقَ الإِثْنَينِ أَي بِثَلاثَةٍ فَصَاعِدًا مَا لَم يَجْتَمِع شُرُوطُ الْمُتَوَاتِرِ۔أَوْ بِهِمَا أَي: بِاثنَينِ فَقَط۔أَوْ بِوَاحِدٍ فَقَط۔

---

❶ اس خبر کی شہرت تو ہوگی لیکن اس میں تواتر (متواتر ہونے) کی شرائط مکمل موجود نہیں ہوں گی۔ لہذا وہ متواتر نہیں ہوگی۔

❷ یعنی ہر متواتر خبر، مشہور ہوتی ہے لیکن ہر مشہور خبر متواتر نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں متواتر کی شرائط میں سے ایک شرط کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

یا معین تعداد: دو سے زیادہ یعنی تین بلکہ اس سے بھی زیادہ (راویوں کی تعداد) کے ساتھ (مروی) ہوتی ہے۔ البتہ اس میں متواتر کی شرائط جمع نہیں ہوتیں۔ یا ان دونوں سے یعنی صرف دو (راویوں) سے؛ یا فقط ایک راوی سے مروی ہوتی ہے۔

وَالْمُرادُ بِقَولِنا: أَن يَرِدَ باثْنَينِ: أَن لا يَرِدَ بِأَقلَّ مِنْهُمَا فَإِن وَرَدَ بِأَكْثَرَ فِي بَعْضِ الْمَواضِعِ مِنَ السَّنَدِ الوَاحِدِ لا يَضُرُّ؛ إِذِ الأَقَلُّ فِي هٰذَا الْعِلْمِ يَقضِي عَلَى الأَكْثَرِ۔

اور ہماری اس بات، کہ وہ (خبر) دو (راویوں/طرق) سے مروی ہو؛ سے مراد یہ ہے کہ وہ دو سے کم سے مروی نہ ہو۔ اگر وہ ایک ہی سند میں بعض مقامات پر اس (دو کی تعداد) سے زائد (راویوں/طرق) سے مروی ہو تو کوئی نقصان نہیں۔ تبھی تو اس علم میں کم کو زیادہ پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

فَالأَوَّلُ: هُوَ الْمُتَوَاتِرُ۔ وَهُوَ الْمُفِيدُ لِلْعِلْمِ الْيَقِينِيِّ فَأَخْرَجَ النَّظْرِيَّ عَلٰى مَا يَأْتِي تَقْرِيْرُهُ بِشُرُوْطِهِ الَّتِي تَقَدَّمَتْ۔

پہلی (اول الذکر) متواتر ہے۔ ❶ اور یہی علم یقینی کا فائدہ دینے والی ہے۔ تو (اس تعریف سے) نظری علم کو گذشتہ شروط کے ساتھ اس تقریر (تعریف/وضاحت) کے پیش نظر خارج کر دیا ہے جس کا بیان آنے والا ہے۔ ❷

وَالْيَقِيْنُ: هُوَ الإِعْتِقَادُ الْجَازِمُ الْمُطَابِقُ۔ وَهٰذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ أَنَّ الْخَبَرَ الْمُتَوَاتِرَ يَفِيْدُ الْعِلْمَ الضَّرُورِيَّ۔ وَهُوَ: الَّذِي يُضْطَرُّ الإِنْسَانُ إِلَيهِ بِحَيثُ لا يُمكِنُه دَفعُهُ۔

اور یقین وہ ٹھوس اعتقاد ہے جو (واقعہ کے) مطابق ہو۔ اور یہی معتبر ہے کہ خبر متواتر

---

❶ یعنی جس خبر کا پہلے ذکر ہوا ہے، جو کہ غیر معین تعداد کے ساتھ مروی ہو وہ خبر متواتر ہے۔

❷ خبر متواتر سے نظری علم نہیں حاصل ہوتا کیونکہ نظری علم تو نظر، مشاہدہ اور محنت وکسب سے ملتا ہے۔ جبکہ خبر متواتر ایسے افراد کو بھی یقینی علم پہنچاتی ہے جو نظر وکسب کی استطاعت نہیں رکھتے۔

ضروری (یقینی) علم کا فائدہ دیتی ہے۔ اور وہ (علم یقینی) یہ ہے کہ انسان (اس کے حصول کے بعد) اس طرح مجبور ہو جائے کہ اس کو چھوڑنا ممکن نہ رہے۔

وَقِيْلَ: لا يُفِيدُ الْعِلمَ إِلَّا نَظَرِيّاً۔ وَلَيْسَ بِشَيءٍ؛ لأنَّ العِلْمَ بِالْمُتَوَاتِرِ حَاصِلٌ لِمَن لَيْسَ لَهُ أَهْلِيَّةُ النَّظرِ كَالْعَامیِّ؛ إِذِ النَّظرُ: تَرْتِيبُ أُمُورٍ مَعْلُومَةٍ أَو مَظْنُونَةٍ يُتَوَصَّلُ بِهَا إِلٰى عُلُومٍ أَو ظُنُوْنٍ وَلَيسَ فِی الْعَامیِّ أَهْلِيَّةُ ذٰلِكَ فَلَوْ كَانَ نَظَرِيّاً لَمَا حَصَلَ لهُم۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ (خبر متواتر) صرف نظری علم کا فائدہ دیتی ہے۔حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ خبر متواتر سے اس شخص کو بھی علم ملتا ہے جس میں نظر (دیکھنے) کی صلاحیت نہیں، جیسا کہ نابینا۔ جبکہ نظر تو ایسے معلوم شدہ اور ظنی (تخمینہ شدہ) امور کا سلسلہ ہے جس کے ذریعے علوم اور ظن (خیالات رتخمینہ) تک پہنچا جا سکتا ہے، جبکہ نابینا میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی۔ اگر (خبر متواتر) نظری ہو تو ایسے لوگوں کو اس سے فائدہ نہ پہنچے۔

وَلاحَ بِهٰذَا التَّقْرِيرِ الْفَرقُ بَيْنَ العِلمِ الضَّرُورِیِّ وَالعِلمِ النَّظَرِیِّ۔ إِذِ الضَّرُورِیُّ يُفِيدُ الْعِلْمَ بِلا اِسْتِدْلالٍ وَالنَّظرِیُّ يُفِيدُهُ وَلٰكِن مَعَ الإِسْتِدلالِ عَلَى الإِفَادَةِ۔ وَأَنَّ الضَّرُورِیَّ يَحصُلُ لِكُلِّ سَامِعٍ؛ وَالنَّظرِیَّ لَا يَحصُلُ إِلا لِمَن لَهُ أَهْلِيَّةُ النَّظْرِ۔

اس تقریر (بیان) سے علم ضروری (یقینی) اور علم نظری کے درمیان فرق واضح ہو گیا ہے۔ علم ضروری: کسی استدلال (محنت) کے بغیر یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے۔ اور نظری: علم فائدہ پر استدلال کے ساتھ علم یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ علم ضروری، ہر سننے والے کو حاصل ہوتا ہے، جبکہ علم نظری صرف اسی کو حاصل ہوتا ہے جو نظر (دیکھنے) کی صلاحیت رکھتا ہو۔

وَ إِنَّمَا أَبْهَمْتُ شُرُوْطَ التَّوَاتُرِ فِی الأَصْلِ؛ لأَنَّهُ عَلٰى هٰذِهِ الْكَيفِيَّةِ لَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ عِلمِ الإِسْنَادِ۔ إِذْ عِلْمُ الإِسْنَادِ يُبْحَثُ فِيهِ عَنْ صِحَّةِ

الْـحَـدِيـثِ أَو ضُعْفِهِ؛ لِيُعمَلَ بِهِ أَو يُترَكَ بِهِ مِنْ حَيْثُ صِفَاتُ الرِّجَالِ وَصِيَـغُ الأَدَاءِ، وَالْـمُتَـواتِرُ لا يُبحَثُ عَن رِجَالِهِ، بَلْ يَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ مِن غَيرِ بَحْثٍ۔

اور میں نے اصل (متن) میں تواتر کی شرائط مخفی رکھی ہیں۔کیونکہ اس مقام پر یہ علم الاسناد کے مباحث کا حصہ نہیں ہے۔علم الاسناد میں حدیث کی صحت (صحیح ہونے) یا اس کے ضعف (ضعیف ہونے) پر بحث کی جاتی ہے تا کہ اس پرعمل کیا جائے یا اسے، رجال (راویوں) کی صفات اور روایت ادا کرنے کے صیغوں (الفاظ) کی حیثیت کے لحاظ سے ترک کیا جائے۔اور متواتر کے راویوں پر بحث نہیں کی جاتی بلکہ اس پر بغیر کسی بحث کے عمل کرنا واجب ہے۔

ذَكَـرَ ابنُ الصَّلاحِ أَنَّ مِثالَ الْمُتواتِرِ عَلى التَّفسيرِ الْمُتَقَدِّمِ يَعِزُّ وُجُودُهُ إِلَّا أَن يُـدَّعَـى ذٰلِكَ فِي حَدِيثِ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ وَمَا ادَّعَاهُ مِنَ العِزَّةِ مَمْنُوعٌ۔

ابن صلاح نے بیان کیا ہے کہ گزشتہ وضاحت کے پیش نظر متواتر کی مثال کا ملنا بہت دشوار ہے۔البتہ اس حدیث کے بارے میں یہ (متواتر ہونے کا) دعوی کیا جاسکتا ہے: (ترجمۃ الحدیث)''جس نے مجھ پر ارادۃً جھوٹ بولا، وہ اپنا مقام جہنم میں تلاش کرے۔'' تو اس (یعنی متواتر) کا ملنا دشوار ہونے کا دعوی، نا قابل قبول ہے۔

وَكَـذَا مَـا ادَّعَـاهُ غَيرُهُ مِنَ العَدَمِ؛ لأَنَّ ذٰلِكَ نَشَأَ عَنْ قِلَّةِ الإِطِّلاعِ عَلٰى كَثْرَةِ الـطُّـرُقِ وَأَحْـوَالِ الرِّجَالِ وَصِفَاتِهِمُ الْمُقْتَضِيَةِ لإِبْعَادِ الْعَادَةِ أَنْ يَتَوَاطَؤُا عَلَى الْكَذِبِ أَو يَحصُلَ مِنْهُمُ اتِّفاقاً۔

اسی طرح اس (ابن صلاح) کے علاوہ جس نے بھی اس (مذکورہ نوعیت کی خبرِ متواتر) کے نہ ہونے کا دعوی کیا ہے (وہ بھی نا قابل قبول ہے)۔کیونکہ یہ (دعوی) طرق کی کثرت اور راویوں کے حالات اور ان کی صفات سے واقفیت کم ہونے کی وجہ سے پیدا

ہوا ہے۔ جو صفات اس کیفیت کے محال ہونے کا تقاضا کرتی ہیں کہ وہ (رواۃ) جھوٹ پر مشاورت سے متفق ہوگئے ہوں یا ان سے اتفاقاً وہ (جھوٹی بات) صادر ہوئی ہو۔ ❶

✧...**متواتر حدیث کے وجود پر دلائل:**

وَمِـن أَحْسَـنِ مَـا يُـقَـرَّرُ بِـهِ كَـونُ الْـمُتَواتِرِ مَوجُودًا وُجُودَ كَثرةٍ فِي الأَحَـادِيْـثِ: أَنَّ الْـكُتُبَ الْمَشْهُورَةَ المُتَدَاوِلَةَ بِأَيْدِى أَهلِ الْعِلمِ شَرْقًا وَغَـرْبًـا ......الْـمَـقْـطُـوعَةَ عِندَهُمْ بِصِحَّةِ نِسْبَتِهَا إِلٰى مُصَنِّفِيْهَا...... إِذَا اجْتَـمَـعَـت عَـلٰى إِخْرَاجِ حَدِيثٍ وَتَعَدَّدَتْ طُرقُه تَعَدُّدًا تُحِيلُ الْعَادَةُ تُـوَاطُـؤَهُم عَلَى الْكَذِبِ إِلٰى آخِرِ الشُّروطِ أَفَادَ الْعِلمَ الْيَقِينِىَّ بِصِحَّةِ نِسْبَتِهِ إِلٰى قَائِلِهِ وَمَثَلُ ذٰلِكَ فِى الْكُتُبِ الْمَشْهُوْرَةِ كَثِيْرٌ۔

بہترین طریقہ، جس کے ساتھ متواتر کا کثرت سے احادیث میں موجود ہونا ثابت کیا جاسکتا ہے؛ وہ یہ ہے کہ مشرق ومغرب میں اہل علم کے ہاں متداول (رائج) مشہور کتب احادیث ......(اہل علم) کے ہاں جن کا اپنے مصنفین سے منسوب ہونا قطعی (یقینی) ہے...... جب یہ (کتب) کسی حدیث کو بیان کرنے میں اکٹھی ہوں اور اس (حدیث) کے طرق (اسناد) بھی اس قدر متعدد (کثیر) ہوں کہ جھوٹ پر ان کے متفق ہونے کو عادت محال (ناممکن) قرار دیتی ہو،آخری شرط تک (تمام شرائط) موجود ہوں تو وہ (خبر) اپنے قائل (بیان کرنے والے) کی طرف نسبت کے صحیح ہونے کے یقینی علم

❶ یعنی اگر کسی نے یہ کہا ہے کہ متواتر کی جو شرائط سابقہ سطور میں بیان کی گئی ہیں ان شرائط پر پورا اترنے والی روایت کا ملنا محال ہے۔ تو اس دعوی کی وجہ یہ ہے کہ دعوی کرنے والے کو ذخیرہ حدیث میں موجود متواتر روایات کے طرق (اسناد) کی کثرت تعداد اور راویوں کی ثقاہت و دیگر صفات سے مکمل آگاہی نہیں ہے۔ کیونکہ جب کثرت طرق کا علم ہوجائے تو حتمی طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ اس قدر کثیر تعداد میں اس روایت کو بیان کرنے والے راویوں کا اس روایت کو ایک ہی مفہوم پر بیان کرنے پر مشاورت کر کے اتحاد کرلینا یا بغیر مشاورت کے اتفاقا سبھی کا ایک ہی مفہوم کی روایت بیان کرنا؛ ناممکن ہے۔ لہذا یہ روایت متواتر ہے۔[واللہ اعلم بالصواب]

کا فائدہ دیتی ہے۔ اور مشہور کتب میں اس جیسی بہت سی (احادیث) ہیں۔

②۔ آحاد کا بیان [تعریف اور اقسام]:

✧...مشہور (مستفیض):

وَالثَّانِی ...... وَهُوَ أَوَّلُ أَقْسَامِ الآحَادِ: مَالَهُ طُرُقٌ مَحْصُورَةٌ بِأَكْثَرِ مِن اثْنَينِ...... وَهُوَ الْمَشْهُورُ عِندَ المُحَدِّثِينَ۔ سُمِّیَ بِذٰلِكَ لِوُضُوحِهِ۔ وَهُوَ المُسْتَفِيضُ عَلٰى رَأْيِ جَمَاعَةٍ مِن أَئِمَّةِ الْفُقَهَاءِ۔

اور (خبر کی) دوسری قسم محدثین کے ہاں: ''مشہور'' ہے۔......اور وہ احاد کی قسموں میں پہلی ہے؛ جس کے معین طرق، دو سے زیادہ ہوتے ہیں❶ ...... اس کا یہ نام اس کے نمایاں (معروف) ہونے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت کے بقول یہ مستفیض ہے۔

سُمِّیَ بِذٰلِكَ لِإِنْتِشَارِهِ ......مِن: فَاضَ الْمَاءُ يَفِيضُ فَيْضًا ...... وَمِنهُم مَن غَايَرَ بَينَ الْمُستَفِيضِ وَالمَشْهُورِ، بِأَنَّ المُستَفيضَ يكونُ فِی إِبْتِدَائِهِ وَانْتِهَائِهِ سَواءً وَالمَشْهُورَ أَعَمُّ مِنْ ذٰلِكَ۔ وَمِنْهُم مَنْ غَايَرَ عَلٰى كَيْفِيَّةٍ أُخْرٰى وَلَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ هٰذَا الْفَنِّ۔

اس کا یہ نام اس کے پھیلے ہوئے ہونے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔......''فَاضَ الماءُ يَفِيض فيضاً ''(بمعنی پھیلنا) سے ماخوذ ہے۔......اور ان میں سے کچھ (فقہاء) نے مستفیض اور مشہور میں فرق بھی کیا ہے۔ کیونکہ مستفیض (سند کی) ابتداء سے انتہا تک (ہر طبقہ میں راویوں کی تعداد کے اعتبار سے) برابر ہوتی ہے۔ اور مشہور اس سے عام ہے (یعنی اس کے راوی ہر طبقہ میں برابر نہیں ہوتے)۔ اور بعض نے کسی دوسرے اعتبار سے فرق کیا ہے، جو اس فن (یعنی اصطلاحات الحدیث) کے مباحث میں سے نہیں ہے۔

❶ یعنی اس کی اسناد کی تعداد بے شمار نہ ہو بلکہ محدود ہو لیکن دو سے زیادہ ہو۔

ثُمَّ الْمَشْهُورُ يُطلَقُ: عَلٰى مَا حُرِّرَ هُنَا۔ وَعَلٰى مَا اشْتُهِرَ عَلَى الأَلْسِنَةِ؛ فَيَشْمَلُ مَا لَهُ إِسْنَادٌ وَاحِدٌ فَصَاعِدًا بَلْ مَا لا يُوجَدُ لَهُ إِسْنَادٌ أَصْلًا۔

مشہور اس (خبر) کو کہتے ہیں جسے ہم نے بیان کر دیا ہے اور اسے بھی (کہتے ہیں) جو زبانوں پر مشہور ہو (زباں زد عام ہو)۔ تو اس شہرت کی بنا پر وہ خبر بھی اس (مشہور) میں شامل ہوتی ہے جس کی صرف ایک یا اس سے زائد اسناد ہوں بلکہ وہ بھی (شامل ہوتی ہے) جس کی کوئی سند سرے سے موجود ہی نہ ہو۔ ❶

✧ ...عزیز کی تعریف:

وَالثَّالِثُ: الْعَزِيْزُ ...... وَهُوَ أَن لا يَرْوِيَهُ أَقَلُّ مِن اثْنَيْنِ عَنِ اثْنَيْن ...... وَسُمِّيَ بِذٰلِكَ إِمَّا لِقِلَّةِ وُجُودِهِ وَإِمَّا لِكَوْنِهِ عَزَّ، أَى قَوِىَ بِمَجِيْئِهِ مِن طَرِيقٍ آخَر۔

اور تیسری قسم، عزیز ہے۔ ...... یہ وہ (خبر) ہے جسے دو راوی دو راویوں سے کم سے روایت نہ کریں (یعنی سند کے ہر طبقے میں دو دو راوی ہوں اس سے کم نہ ہوں) ......اس کا یہ نام؛ یا تو اس کے بہت کم ہونے کی وجہ سے رکھا گیا ہے، یا اس کے مضبوط ہونے کی وجہ سے ہے، یعنی یہ کسی دوسرے طریق (سند) سے آ جانے پر مضبوط ہوگئی ہے۔ ❷

وَلَيسَ شَرْطًا لِلصَّحِيْحِ خِلافاً لِمَن زَعَمَهُ وَهُوَ أَبُوعَلِيٍّ الجُبَّائِيُّ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَإِلَيهِ يُوْمِئُ كَلامُ الْحَاكِمِ أَبِى عَبْدِاللّٰهِ فِى عُلُومِ الْحَدِيْثِ حَيْثُ قَالَ: الصَّحِيْحُ هُوَ الَّذِى يَرْوِيْهِ الصَّحَابِىُّ ......الزَّائِلُ عَنْهُ اسْمُ

---

❶ جو خبر زبان زد عام ہو، اس کی اگر چہ کوئی سند نہ ہو، اسے بھی مشہور کہا جاتا ہے۔ لیکن اصول حدیث میں مشہور اسی خبر کو کہا جائے گا جسے محدثین نے اصول وضوابط کے تحت مشہور قرار دیا ہو۔

❷ مراد یہ ہے کہ اگر ''عزیز'' کو ''عَزَّ یَعِزُّ'' (بمعنی: قلیل، نادر ہونا) سے تسلیم کیا جائے تو ''عزیز'' کا معنی ہوگا قلیل الوجود یعنی کم تعداد میں پائی جانے والی خبر۔ اور اگر ''عزیز'' کو ''عَزَّ یَعَزُّ'' (تقویت پانا/ مضبوط ہونا) سے ماخوذ تسلیم کیا جائے تو ''عزیز'' سے مراد وہ خبر ہے جسے دوسری سند نے تقویت دی ہے۔

الْـجَهَـالَةِ...... بِأَن يَّكُوْنَ لَهُ رَاوِيَانِ ثُمَّ يَتَدَاوَلُهُ أَهلُ الْحَدِيثِ إِلٰى وَقتِنَا كَالشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ۔

اور یہ صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے۔ بخلاف اس کے جس نے ایسا سمجھ رکھا ہے۔ اور وہ ابوعلی الجبائی معتزلی ہے۔ ❶ اور اسی کی طرف ''علوم الحدیث'' ❷ میں امام حاکم ابوعبداللہ کا کلام اشارہ کرتا ہے۔ جہاں آپ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: صحیح (روایت) وہ ہے جسے صحابی بیان کرے...... جس کا مجہول (غیر معروف) ہونا ساقط ہو (یعنی وہ مجہول اور غیر معروف نہ ہو)...... اور اس (خبر) کے دو راوی ہوں، پھر اسے اہل حدیث (علماء حدیث) نے ہمارے زمانے تک پہنچایا ہو۔ جیسا کہ گواہی پر گواہی دینے کا سلسلہ ہے۔ ❸

وَصَـرَّحَ الْـقَـاضِـی أَبُـو بكرِ بنُ الْعَرَبِیِّ فِی شَرْحِ البُخَارِیّ بِأَنَّ ذٰلِكَ شَـرْطُ البُـخَـارِیِّ وَأَجَـابَ عَمَّا أُورِدَ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ بِجَوَابٍ فِيهِ نَظْرٌ؛ لأنـهُ قَـالَ: فَإِنْ قِيْلَ: حَدِيْثٌ: الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، فَرْدٌ؛ لَمْ يَرْوِهِ عَن عُمَرَ إِلَّا عَلْقَمَةُ۔ قُلْنَا: قَدْ خَطَبَ بِهِ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنبَرِ بِحَضْرَةِ الصَّحَابَةِ؛ فَلَوْلا أَنَّهُم يَعرِفُونَهُ لأَنْكَرُوهُ۔

اور قاضی ابوبکر بن العربی نے بخاری کی شرح میں وضاحت کی ہے کہ یہ (یعنی صحیح قرار پانے کے لیے حدیث کے دو دو راوی ہونا) امام بخاری کی شرط ہے۔ اور انہوں (قاضی)

---

❶ کسی روایت کے صحیح ہونے کے لیے عزیز ہونا یعنی ہر طبقے میں دو دو راوی ہونا شرط نہیں ہے۔ لیکن ابوعلی الجبائی معتزلی اسے صحیح کی شرط قرار دیتے ہیں۔ ❷ علوم الحدیث، امام ابوعبداللہ الحاکم رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔
❸ یعنی کسی بھی معاملے میں بنیادی طور پر دو گواہ ہوتے ہیں، پھر انہیں اگر اپنی گواہی پر گواہ بنانے ہوں تو ان دونوں کے لیے ضروری ہے کہ الگ الگ دو دو گواہ لائیں، اسی طرح ان بنیادی گواہوں کے لائے گئے دو دو (چار) گواہوں کو اگر اپنی گواہی پر مزید گواہ بنانے کی نوبت آئے تو ان میں سے بھی ہر ایک اپنے اپنے الگ دو دو گواہ لائے گا۔ اس طرح سے یہ سلسلہ افراد کی کثرت تعداد سے تقویت پکڑتا جائے گا۔ اسی طرح ''خبر عزیز'' کا معاملہ ہے۔ کہ اس کو ایک صحابی بیان کرے اور صحابی سے دو راوی بیان کریں اور اگلے طبقہ میں ان دو راویوں میں سے ہر ایک سے دو دو راوی روایت کریں۔

نے خود پر اٹھنے والے اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے جس میں کمزوری ہے۔ ❶ کیونکہ انہوں نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ حدیث: ''الأعـمَالُ بالنِّيَّاتِ '' فرد (غریب) ہے (اور صحیح ہے اگرچہ عزیز نہیں ہے)۔ اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے صرف علقمہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ (قاضی ابن العربی نے کہا کہ) ہم کہتے ہیں کہ اس (حدیث) کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں خطبہ دیا تھا۔ اگر وہ (صحابہ) اسے نہ جانتے ہوتے تو وہ اس کا ضرور انکار کر دیتے۔ ❷

كَذَا قَالَ؛وَتُعُقِّبَ بِأَنَّهُ لَا يَلْزِمُ مِنْ كَوْنِهِمْ سَكَتُوا عَنْهُ أَن يَكُونُوا سَمِعُوهُ مِـنْ غَيرِهِ وَبِأَنَّ هٰذَا لَوْ سُلِّمَ فِي عُمَرَ مُنِعَ فِي تَفَرُّدِ عَلْقَمَةَ عَنْهُ ثُمَّ تَفَرُّدِ مُـحَـمَّـدِ بـنِ إِبـراهيـمَ بِهِ عَن عَلقَمَةَ ثُمَّ تَفَرُّدِ يَحيَى بنِ سَعِيدٍ بِهِ عَن مُحَمَّدٍ عَلٰى مَا هُوَ الصَّحِيحُ المَعْرُوفُ عِندَ المُحَدِّثينَ۔

اس نے (قاضی ابن العربی نے) ایسا کہا ہے، اور اس کا تعاقب اس طرح کیا گیا ہے کہ ان (صحابہ) کے اس حدیث پر خاموش رہنے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ انہوں نے اسے کسی اور سے بھی سن رکھا تھا۔ اگر یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے تسلیم کر لی جائے تو آپ رضی اللہ عنہ سے (روایت کرنے میں) علقمہ کے تفرد میں انکار کر دیا جائے گا۔ ❸

---

❶ قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب ''صحیح البخاری'' میں عزیز روایات ہی بیان کی ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک روایت کا عزیز ہونا ہی اس کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔لیکن قاضی ابن العربی کے سامنے بخاری میں موجود غریب روایات کے بھی صحیح ہونے کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے اس کا جو جواب دیا وہ ناکافی بلکہ غیر صحیح ہے۔

❷ لہذا یہ فرد نہیں رہی بلکہ عزیز کے زمرے میں آ گئی ہے۔

❸ اگر یہ مان لیا جائے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کسی صحابی نے یہ روایت سنی ہوگی تو پھر سیدنا عمر سے روایت کرنے میں علقمہ (تابعی) اکیلے ہیں۔ ان کے علاوہ تو کسی نے یہ حدیث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنی اور نہ ہی بیان کی ہے۔ اسی طرح علقمہ سے روایت کرنے میں محمد بن ابراہیم اکیلے ہیں۔ یہ تفرد اس روایت کو مفرد قرار دے رہا ہے۔ لہذا یہ کسی صورت عزیز کے زمرے میں نہیں آسکتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پھر محمد بن ابراہیم کا اسی (روایت) کے ساتھ علقمہ سے تفرد ہے۔ پھر یحییٰ بن سعید کا اسی (روایت) کے ساتھ محمد سے تفرد اسی (اصول) ہے پر جو محدثین کے ہاں صحیح اور معروف ہے۔

وَقَدْ وَرَدَتْ لَهُمْ مُتَابِعَاتٌ لا يُعتَبَرُ بِهَا وَكَذَا لا نُسَلِّمُ جَوابَهُ فِي غَيرِ حَدِيثِ عُمرَ۔ قَالَ ابْنُ رُشَيدٍ: وَلَقَد كَانَ يكفِي الْقَاضِيَ فِي بُطلان مَا ادَّعَى...... أَنَّهُ شَرْطُ البُخَارِيِّ...... أَوَّلُ حَدِيْثٍ مَذْكُورٍ فِيْهِ۔ وَادَّعَى ابنُ حِبَّانَ نَقِيْضَ دَعْوَاهُ فَقَالَ: إِنَّ رِوَايَةَ اثنَينِ عَنِ اثنَينِ إِلى أَن يَنتَهِيَ لَا يُوْجَدُ أَصْلًا۔

ان (راویوں) کے متابعات بھی موجود ہیں مگر وہ غیر معتبر ہیں۔اور اسی طرح ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے علاوہ (احادیث) میں بھی یہ جواب ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ❶ ابن رشید نے کہا ہے: اور قاضی نے جو دعوی کیا ہے...... کہ یہ بخاری کی شرط ہے...... اس کے باطل ہونے کے لیے اس میں مذکور پہلی حدیث کافی ہے۔ ❷ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اس (قاضی) کے برعکس دعوی کیا ہے۔انہوں نے کہا ہے: دو راویوں کی دو راویوں سے انتہائے سند تک روایت، سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

قُلْتُ: إِنْ أَرَادَ أَنَّ رِوَايَةَ اثْنَيْنِ فَقَط عَنِ اثنَينِ فَقَط إِلى أَن يَنْتَهِي لَا يُوجَدُ أَصْلًا فَيُمْكِنُ أَن يُسَلَّمَ وأَمَّا صُورَةُ العَزِيزِ الَّتِي حَرَّرْنَاهَا فَمَوْجُودَةٌ بِأَن لَّا يَرْوِيَهُ أَقَلُّ مِن اثنَينِ عَنْ أَقَلَّ مِنَ اثنَينِ۔

میں کہتا ہوں: اگر ان (ابن حبان) کی مراد ہے کہ سند کی انتہاء تک صرف دو راویوں کی صرف دو راویوں سے روایت؛ سرے سے موجود نہیں ہے، تو ممکن ہے یہ بات تسلیم کر

❶ یعنی مفرد کو عزیز کا درجہ دینے کے لیے ابن العربی کا جواب اسے تسلیم نہیں کرتے۔
❷ یعنی صحیح بخاری میں مذکور پہلی حدیث عزیز نہیں ہے، وہ غریب ہے۔جس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بخاری کے ہاں حدیث کے صحیح ہونے کی شرط ''عزیز ہونا'' نہیں ہے۔

لی جائے۔اور عزیز (روایت) کی جوصورت ہم نے بیان کی ہے؛ وہ موجود ہے کہ اسے دو سے کم (راویوں) نے دو سے کم (راویوں) سے روایت نہ کیا ہو۔ ❶

وَ مِثَالُهُ: مَا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ مِن حَدِيثِ أَنَسٍ، وَالْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ:لا يُؤمِنُ أَحَدُكُم حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيهِ مِن وَالِدِهِ وَ وَلَدِهِ، -الْحَدِيْثُ- وَرَوَاهُ عَن أَنَسٍ: قَتَادَةُ وَ عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ صُهَيبٍ وَرَوَاهُ عَن قَتَادَةَ: شُعْبَةُ وَسَعِيدٌ وَرَوَاهُ عَنْ عَبْدِالْعَزِيزِ: إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ وَعَبْدُالْوَارِثِ وَرَوَاهُ عَن كُلٍّ جَمَاعَةٌ۔

اور اس کی مثال وہ ہے جو شیخان (امام بخاری اور امام مسلم) نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہے حتی کہ میں اسے اس کے والد اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔'' اور اس (روایت) کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نے روایت کیا ہے۔ اور اسی (روایت) کو قتادہ سے شعبہ اور سعید نے روایت کیا ہے۔ اور عبدالعزیز (بن صہیب) سے اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے روایت کیا ہے۔ ❷ اور ان سب سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

---

❶ یعنی ہر طبقے میں کم از کم دو راوی ہوں، دو سے کم نہ ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر طبقہ میں دو دو راوی ہی ہوں۔

❷ یعنی صحابی سے دو راویوں نے اور پھر ان دونوں میں سے ہر ایک راوی سے دو دو راویوں نے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی کو عزیز کہا ہے۔ اور عزیز کی یہی صورت ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن حبان رحمہ اللہ کے دعوی کے بیان میں کہا ہے کہ عزیز روایت کی یہ صورت موجود ہے۔

✧...غریب کی تعریف:

وَالـرَّابِـعُ: الْـغَـرِيْـبُ: وَهُـوَ مَـا يَتَفَرَّدُ بِرِوَايَتِهِ شَخْصٌ وَاحِدٌ۔ فِي أَيِّ مَـوْضِـعٍ وَقَـعَ التَّـفَـرُّدُ بِـهِ مِـنَ السَّنَدِ۔ عَلٰى مَا سَيُقْسَمُ إِلَيْهِ: الْغَرِيْبُ الْمُطْلَقُ وَالْغَرِيبُ النِّسبيُّ۔

اور چوتھی (خبر): غریب ہے۔ جسے روایت کرنے میں ایک ہی شخص تنہا ہو۔ چاہے یہ تفرد سند کے کسی بھی مقام (طبقہ) میں ہو۔ اسی (تعریف کی) بنا پر اسے غریب مطلق اورغریب نسبی میں تقسیم کیا جائے گا۔



متن کے اعتبار سے مقبول ومردود روایات

[① مقبول ...... ② مردود]

وَكُلُّهَا أَيْ الأَقْسَامُ الأَرْبَعَةُ الْمَذْكُورَةُ سِوَى الأَوَّل؛ وَهُوَ الْمُتَوَاتِر؛ آحَادٌ۔ وَيُقَالُ لِكُلٍّ مِنْهَا خَبَرُ وَاحِدٍ۔وَخَبَرُ الْوَاحِدِ فِي اللُّغَةِ: مَا يَرْوِيهِ شَخْصٌ وَاحِدٌ۔ وَفِي الإِصْطِلَاح: مَا لَم يَجمَعْ شُرُوطَ التَّوَاتُر۔

اور تمام (قسمیں) یعنی مذکورہ چاروں اقسام؛ پہلی قسم، متواتر کے علاوہ ''احاد'' ہیں۔ان میں سے ہر ایک کو خبر واحد (اکیلے کی خبر) کہا جاتا ہے۔لغت میں خبر واحد وہ ہے جسے صرف ایک شخص روایت کرے۔ اور اصطلاح میں وہ (روایت) ہے جس میں متواتر کی شرائط جمع نہ ہوں۔

① ۔مقبول:

وَفِيهَا أَيْ فِي الآحَادِ:المَقْبُولُ: وَهُوَ مَايَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ عِندَ الْجَمْهُورِ۔

اور اس میں، یعنی آحاد میں: ''مقبول'' بھی ہے: یہ ایسی (روایت) ہے جس پر جمہور کے ہاں عمل کرنا واجب ہے۔

② ۔مردود:

وَفِيهَا الْمَرْدُوْدُ: وَهُوَ الَّذِي لَمْ يَرْجَحْ صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهِ؛ لِتَوَقُّفِ الإِسْتِدْلالِ بِهَا عَلَى البَحْثِ عَن أَحْوَالِ رَوَاتِهَا دُونَ الأَوَّلِ وَهُوَ الْمُتَوَاتِرُ۔ فَكُلُّهُ مَقْبُولٌ؛ لإِفَادَتِهِ الْقَطعَ بِصِدْقِ مُخبِرِهِ بِخَلَافِ غَيْرِهِ مِنْ أَخْبَارِ الآحَادِ۔

اور اس (خبر آحاد) میں ''مردود'' بھی ہے: اور وہ ایسی (روایت) ہے جس (روایت) کے بیان کرنے والے کی صداقت راجح (معتبر) نہ ہو۔ اس لیے کہ اس (روایت) سے استدلال کرنا اس کے راویوں کے احوال پر موقوف ہوتا ہے۔ ماسوائے پہلی (خبر) کے جو ''متواتر'' ہے۔ وہ (متواتر) تو تمام ''مقبول'' ہی ہیں، اپنے علاوہ، اخبار آحاد کے برعکس اپنے مخبر (بیان کرنے والے) کی قطعی (یقینی) صداقت کا فائدہ ہونے کی بنا پر۔

قبول و ردّ کی مختلف صورتیں:

لٰـكِن إِنَّمَا وَجَبَ العَمَلُ بِالمَقْبُولِ مِنْهَا لأَنَّهَا إِمَّا: أَن يُوجَدَ فِيْهَا أَصْلُ صِفَةِ القَبولِ وَهُوَ ثُبُوتُ صِدقِ النَّاقِلِ۔ أَو أَصْلُ صِفَةِ الرَّدِّ وَهُوَ ثُبُوتُ كَذِبِ النَّاقِلِ، أَوْ لَا۔

لیکن اس (آحاد) میں سے صرف ''مقبول'' پر عمل کرنا واجب ہے۔ کیونکہ: یا تو اس میں قبولیت کی بنیادی صفت موجود ہوتی ہے۔ اور وہ (صفت) ہے: بیان کرنے والے کا سچا ثابت ہوجانا یا ردّ (مردود ہونے) کی بنیادی صفت موجود ہوگی۔ اور وہ (صفت) ہے: بیان کرنے والے کا جھوٹا ثابت ہوجانا۔ یا (یہ دونوں صفات) موجود نہیں ہوں گی۔ ❶

فَـالأَوَّلُ: يُـغَلِّبُ عَلَى الظَّنِّ صِدْقُ الْخَبَرِ؛ لِثُبوتِ صِدْقِ نَاقِلِهِ؛ فَيُؤخَذُ بِهِ۔ وَالثَّـانِـي: يُـغَـلِّـبُ عَـلَى الظَّنِّ كَذِبُ الخَبَرِ؛ لثبوتِ كَذِبِ ناقِلِهِ؛ فَيُطرَحُ۔ وَالثَّالِثُ: إن وُجِدَت قَرِينَةٌ تُلحِقُهُ بِأَحَدِ الْقِسمَينِ التَحَقَ بِهِ وَ إِلَّا فَيُتَـوَقَّفُ فِيْـهِ فَإِذَا تُوُقِّف عَنِ العَمَلِ بهِ صَارَ كالمَردُودِ۔ لَا لِثُبُوتِ صِفَةِ الرَّدِّ بَل لِكَونِه لَم يُوجَدْ فِيهِ صِفَةٌ تُوْجِبُ الْقَبُولَ۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

---

❶ ہر وہ خبر آحاد ''مقبول'' ہے جس میں قبولیت یا ردّ کی کوئی صفت واضح طور پر موجود ہو۔ جس میں قبولیت کی صفت موجود ہوگی اسے ''قابل عمل'' ہونے کی حیثیت سے قبول کیا جائے گا اور جس میں ردّ کی صفت واضح موجود ہوگی اسے ''نا قابل عمل'' ہونے کی حیثیت سے قبول کیا جائے گا۔ ہر دو صورت میں یہ خبر ''مقبول'' کہلائے گی۔

(مذکورہ بالا) پہلی صورت یہ ہے کہ خبر کی سچائی؛ اسے بیان کرنے والے (ناقل) کے سچا ثابت ہونے کی وجہ سے ذہن پر غالب آئے تو اس (خبر) کو اختیار کرلیا جائے گا۔❶ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ناقل (بیان کرنے والے) کے جھوٹا ہونے کی وجہ سے خبر کے جھوٹ ہونے کا یقین ہو جائے، تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا قرینہ (سبب) موجود ہو جو اس (خبر) کو (گذشتہ) دونوں اقسام میں سے کسی سے ملا دے تو وہ اسی (قسم) سے مل جائے گی۔ ورنہ اس (خبر) کو اختیار کرنے (عمل کرنے) سے توقف کیا جائے گا۔❷ جب اس (خبر) سے توقف کرلیا جائے گا تو وہ ''مردود'' (ناقابل قبول) قرار پائے گی۔ یہ (خبر، مردود) ردّ کی کسی صفت (وجہ) کے ثابت ہوجانے کی بنا پر نہیں، بلکہ اس لیے (مردود) ہوگی کہ اس (خبر) میں کوئی ایسی صفت (وجہ) نہیں پائی گئی جو اسے قابل قبول بناتی۔❸ ......واللہ اعلم......

خبر آحاد پر قرائن (خارجی اسباب) کا اثر:

وَقَدْ يَقَعُ فِيهَا ، أَيْ فِي أَخْبَارِ الآحَادِ الْمُنقَسِمَةِ إِلٰى: مَشْهُورٍ وَعَزِيزٍ وَغَرِيبٍ مَا يُفِيدُ الْعِلْمَ النَّظْرِيَّ بِالقَرائِنِ عَلَى الْمُخْتَارِ خِلافًا لِمَن أَبٰى ذٰلِكَ۔

اور اس میں، یعنی: مشہور، عزیز اور غریب، میں تقسیم شدہ خبر آحاد میں، مختار (صحیح) موقف کے مطابق، ایسی روایات بھی ہیں جو نظری علم کا فائدہ بعض قرائن (اسباب) کی بنا پر دیتی ہیں۔ بخلاف اس کے جو اس بات کا انکاری ہے۔

---

❶ جب خبر آحاد کو بیان کرنے والا سچا ہوگا تو پھر وہ خبر بھی سچ تسلیم کی جائے گی، اور اس خبر کو قبول کرلیا جائے گا (اس پر عمل کرلیا جائے گا)۔

❷ یعنی: جب ناقل کا سچا یا جھوٹا ہونا قطعی ثابت نہ ہو تو کوئی دیگر سبب ایسا مل جائے کہ جس کی وجہ سے یہ خبر سچی یا جھوٹی ثابت ہوجائے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوسکے تو اس روایت کو اپنانے سے باز رہا جائے گا۔

❸ چاہے وہ ''قابل عمل'' کی حیثیت سے قبول کی جاتی یا ''ناقابل عمل'' ہونے کی حیثیت سے۔

وَالْـخِلافُ فِی التَّحْقِیقِ لَفْظِیٌّ لأَنَّ مَن جَوَّزَ إِطلاقَ الْعِلمِ قَیَّدَہُ بِکَونِهِ نَـظَـرِیًّـا وَهُوَ الْحَاصِلُ عَنِ الإِسْتِدلالِ وَمَن أَبَی الإِطْلَاقَ خَصَّ لَفظَ الْـعِـلْـمِ بِـالْـمُـتْـوَاتِرِ وَمَا عَدَاهُ عِنْدَہُ ظَنِّیٌّ، لٰکِنَّهُ لا یَنْفِی أَنْ مَا احْتُفَّ بِالْقَرَائِنِ أَرْجَحُ مِمَّا خَلا عَنْهَا۔

اور یہ اختلاف درحقیقت لفظی ہے۔ کیونکہ جس نے اس (یعنی خبر آحاد) پر علم (کے لفظ) کا اطلاق جائز قرار دیا ہے،❶ اس نے اس (علم) کے نظری ہونے کی قید لگائی ہے۔❷ اور وہ (نظری علم) استدلال (نظروغور) سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جس نے اس اطلاق کا انکار کیا ہے اس نے علم کا لفظ متواتر کے ساتھ خاص کیا ہے اور اس کے ہاں، اس (متواتر) کے علاوہ جو بھی (خبر) ہے وہ ظنّی ہے۔ لیکن وہ اس بات سے انکاری بھی نہیں کہ جو (خبر) قرائن (اسباب) کی لپیٹ میں آجائے وہ اس (خبر) کی نسبت زیادہ راجح (معتبر) ہوتی ہے، جو اس (قرائن) سے خالی ہو۔

قرائن والی خبر کی اقسام:

وَالْخَبَرُ الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ أَنْوَاعٌ:

محتف بالقرائن (اسباب والی) خبر کی چند اقسام ہیں:

①۔ جو روایت بخاری و مسلم مذکور ہو:

مِـنْهَـا: مَـا أَخرَجَهُ الشَّیْخَان فِی صَحِیْحَیْهِمَا مِمَّا لَمْ یَبْلُغِ التَّوَاتُرَ، فَإِنَّهُ احْتَفَّ بِـهِ قَـرَائِنُ، مِنْها: جَلَالَتُهُمَا فِی هٰذَاالشَّأْن۔ وَتَقَدُّمِهِمَا فِی تَمْیِیزِ الـصَّـحِیْـحِ، عَـلٰی غَیْرِهِمَا۔ وَتَلَقِّی الْعُلَمَاءِ لِکِتَابَیْهِمَا بِالْقَبُولِ وَهٰذَا التَّـلَـقِّـی وَحْدَہُ أَقْوَی فِی إِفَادَةِ الْعِلْمِ مِنْ مُجَرَّدِ کَثْرَةِ الطُّرُقِ الْقَاصِرَةِ عَنِ التَّوَاتُرِ۔

---

❶ یعنی یہ کہا ہے کہ خبر آحاد بھی علم کا فائدہ دیتی ہے۔
❷ یعنی اسے علم کا فائدہ دینے والی قرار تو دیا ہے لیکن علم یقینی کا نہیں، بلکہ نظری علم کا۔

ان میں سے ایک (محتف بالقرائن کی پہلی قسم) وہ ہے جو شیخان (بخاری ومسلم) نے اپنی دونوں صحیح (کتابوں) میں ایسی روایات بیان کی ہیں جو تواتر کی حد (خوبی) تک نہیں پہنچتیں البتہ اس کے ساتھ کچھ قرائن (اسباب) موجود ہوتے ہیں، جن میں سے ایک (سبب) اس معاملہ (فن حدیث) میں ان دونوں (بخاری ومسلم) کا بلند مرتبہ ہونا، اور ان کا اپنے علاوہ (دیگر ائمہ) کی نسبت، صحیح (حدیث) کی تمیز میں متقدم (اولیں حیثیت کا حامل) ہونا، اور علماء کا ان دونوں (بخاری ومسلم) کی کتابوں کو قبول کرنا ہے۔ اور (بخاری ومسلم کی) صرف یہ ''مقبولیت'' ہی علم ❶ کا فائدہ دینے کے لیے؛ ایسی کثرت طرق سے کہیں زیادہ مضبوط ہے جو (کثرت طرق) تواتر کی حد تک نہ پہنچ سکتی ہو۔

إِلَّا أَنَّ هٰـذَا:يُخْتَصُّ بِمَا لَمْ يَنْتَقِدْهُ أَحَدٌ مِنَ الحُفَّاظِ مِمَّا فِي الكِتَابَيْنِ۔ وَ بِمَا لَـمْ يَـقَـعِ التَّـخَـالُفُ بَيـنَ مَـدْلُـولَيْـهِ مِـمَّـا وَقَعَ فِي الكِتَـابَينِ حَيْثُ لَا تَـرْجِيْـحَ؛لِإسْتِـحَـالَةِ أَن يُفِيْدَ الْمُتَنَاقِضَان الْعِلمَ بِصِدْقِهِمَا مِنْ غَيْرِ تَرْجِيْحٍ لِأَحَدِهِمَاعَلَى الآخَرِ وَمَا عَدَا ذٰلِكَ فَالإِجْمَاعُ حَاصِلٌ عَلٰى تَسْلِيْمِ صِحَّتِهِ۔

مگر یہ (قرینہ/سبب) ان دونوں کتابوں (بخاری ومسلم) میں موجود ان (روایات) کے ساتھ خاص ہے، جن پر کسی حافظ (حدیث کے امام) نے تنقید نہ کی ہو۔ اور ان (روایات) کے ساتھ بھی (خاص ہے) جن کے ان دونوں مدلول (استدلال)؛ جو ان دونوں کتابوں میں موجود ہیں، کے درمیان ترجیح کے حوالے سے کوئی اختلاف نہ ہو۔ ❷

---

❶ یہاں علم سے مراد ''نظری علم'' ہے کیونکہ یقینی علم تو متواتر روایت سے حاصل ہوتا ہے۔ یہاں ان روایات کی طرف اشارہ ہے جو متواتر نہیں ہیں، لیکن بخاری ومسلم نے انہیں اپنی اپنی ''صحیح'' میں بیان کیا ہے۔ اگرچہ وہ متواتر نہیں ہیں لیکن انہیں بخاری ومسلم کی عظمت وجلالت کے پیش نظر اس حیثیت کی حامل تسلیم کیا جائے گا کہ ان سے استدلال کے ذریعے احکام اخذ کر کے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

❷ یعنی بخاری ومسلم، دونوں نے اگر اس روایت کو بیان کیا ہے تو دونوں کا اس سے استدلال بھی ایک جیسا ہو اور ایسا بھی نہ ہو کہ ان میں سے ایک امام نے اس روایت کو مطلوبہ استدلال کے لیے راجح قرار دیا ہو اور دوسرے نے اسے منسوخ قرار دیا ہو۔

کیونکہ یہ محال ہے کہ دو مخالف روایات، سچی ہونے کے باوجود؛ ایک دوسری پر ترجیح دیے بغیر علم کا فائدہ دے سکیں۔ اور جو اس (اختلاف) کے علاوہ (صورت) ہے اس کے صحیح ہونے کو تسلیم کرنے پر اجماع موجود ہے۔

فَإِنْ قِيلَ: إِنَّمَا اتَّفَقُوا عَلٰى وُجُوبِ الْعَمَلِ بِهِ لَا عَلٰى صِحَّتِهِ، مَنَعْنَاهُ وَسَنَدُ الْمَنْعِ: أَنَّهُم مُتَّفِقُونَ عَلٰى وُجُوبِ الْعَمَلِ بِكُلِّ مَا صَحَّ وَلَو لَمْ يُخْرِجْهُ الشَّيْخَانِ؛ فَلَم يَبْقَ لِلصَّحِيْحَينِ فِي هٰذَا مَزِيَّةٌ، وَالإِجْمَاعُ حَاصِلٌ عَلٰى أَنَّ لَهُمَا مَزِيَّةً فِيْمَا يَرجِعُ إِلٰى نَفْسِ الصِّحَّةِ۔

اگر کہا جائے کہ انہوں (علماء حدیث) نے اس (بخاری ومسلم کی روایت کردہ حدیث) کے واجب العمل ہونے پر اتفاق کیا ہے، اس کے صحیح ہونے پر نہیں۔ ❶ تو ہم اس بات سے انکار کردیں گے۔ اور انکار کی وجہ (دلیل) یہ ہے کہ انہوں (علماء) نے ہر اس روایت کے واجب العمل ہونے پر اتفاق کیا ہے جو صحیح ہے۔ اگرچہ اسے شیخان (بخاری ومسلم) نے بیان نہ کیا ہو۔ تو (اس صورت میں تو) صحیحین (صحیح البخاری اور صحیح مسلم) کی فضیلت باقی نہیں رہ جاتی۔ جبکہ اس بات پر اجماع موجود ہے کہ ان دونوں (بخاری ومسلم) کو وہ فضیلت حاصل ہے کہ جو نفس صحت کی دلیل بنتی ہے۔ ❷

وَ مِمَّنْ صَرَّحَ بِإِفَادَةِ مَا خَرَّجَهُ الشَّيْخَانِ؛ الْعِلمَ النَّظْرِيَّ: الأُسْتَاذُ أَبُوإِسْحَاقَ الإِسْفَرَائِيْنِي۔ وَمِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ: أَبُوعَبْدِاللّٰهِ الحُمَيدِيُّ۔ وَأَبُوالْفَضْلِ بْنُ طَاهِرٍ وَغَيْرُهُمَا۔ وَيُحْتَمَلُ أَنْ يُقَالَ: الْمَزِيَّةُ الْمَذْكُوْرَةُ كَونُ أَحَادِيْثِهِمَا أَصَحَّ الْحَدِيْثِ۔

❶ مراد یہ ہے کہ گزشتہ بحث کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے کہ محدثین کا بخاری ومسلم کی بیان کردہ (متواتر کے علاوہ) روایات کے واجب العمل ہونے پر تو اتفاق ہے لیکن ان تمام احادیث کے صحیح ہونے میں پر اتفاق نہیں ہے، بلکہ اختلاف ہے۔

❷ یعنی بخاری ومسلم کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ کسی حدیث کے صحیح ہونے کا معیار یہ دونوں امام ہیں۔

اور جنہوں نے شیخان (بخاری ومسلم) کی بیان کردہ احادیث سے ''علم نظری'' کا فائدہ حاصل ہونے کی صراحت کی ہے، ان میں: استاذ ابواسحاق اسفرائینی رحمہ اللہ اور ائمہ حدیث میں سے ابوعبداللہ حمیدی رحمہ اللہ اور ابوفضل بن طاہر رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ ❶ ممکن ہے کہ یہ بھی کہا جائے کہ مذکورۃ فضیلت ان دونوں (بخاری ومسلم) کی احادیث کے، دیگر احادیث کی نسبت زیادہ صحیح ہونے کی وجہ سے ہے۔

② ۔ضعف سے پاک، مختلف اسناد ہوں:

وَمِنْهَا: الْـمَشْهُورُ إِذَا كَانَتْ لَهُ طُرُقٌ مُبَايَنَةٌ سَالِمَةٌ مِنْ ضَعْفِ الرُّوَاةِ وَالْعِلَلِ۔ وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِإِفَادَتِهِ الْعِلْمَ النَّظْرِيَّ الأُسْتَاذُ أَبُومَنصُورٍ البَغْدَادِيُّ وَالأُسْتَاذُ أَبُوبَكْرِ بْنُ فُورَكَ وَغَيْرِهِمَا۔

اور ان میں ایک (محتف بالقرائن کی دوسری قسم) ''مشہور'' ہے جب کہ اس کے مختلف طرق (اسناد) ہوں اور وہ راویوں کے ضعف اور دیگر علتوں (ضعف کے دیگر اسباب) سے محفوظ ہوں۔ اور جنہوں نے اس (مشہور) سے نظری علم کا فائدہ حاصل ہونے کی صراحت کی ہے ان میں استاذ ابومنصور بغدادی رحمہ اللہ اور استاذ ابوبکر بن فُورَک رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ ❷

③ ۔ وہ روایت مسلسل بالائمہ ہو:

وَمِنْهَا: الْـمُسَلسَلُ بِالأَئِمَّةِ الْحُفَّاظِ الْمُتْقِنِيْنَ حَيْثُ لَا يَكُونُ غَرِيبًا كَالْحَدِيثِ الَّذِي يَرْوِيهِ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ؛ مَثَلًا ، وَيُشَارِكُهُ فِيهِ غَيْرُهُ عَنِ الشَّافِعِيِّ وَيُشَارِكُهُ فِيهِ غَيرُهُ عَنْ مَالِكِ بنِ أَنَسٍ۔

---

❶ یعنی امام حمیدی رحمہ اللہ اور ابوفضل بن طاہر رحمہ اللہ وغیرہ نے بخاری ومسلم کی بیان کردہ خبر آحاد کی جملہ اقسام کو نظری علم کا فائدہ دینے والی قرار دیا ہے۔

❷ یعنی ابومنصور بغدادی رحمہ اللہ اور ابوبکر بن فُورَک رحمہ اللہ وغیرہ نے خبر آحاد میں سے ایسی ''مشہور'' روایت کو علم نظری کا فائدہ دینے والی قرار دیا ہے جس کے مختلف صحیح طرق (اسناد) موجود ہوں۔

اور ان میں (محتف بالقرائن کی تیسری قسم) وہ (روایت) بھی ہے جسے بلند پایہ حفاظ اماموں نے بیان کیا ہو۔ اور وہ (روایت) ''غریب'' نہ ہو۔ ❶ جس طرح کہ وہ حدیث ہے جسے احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بیان کیا اور اس (روایت کو بیان کرنے) میں آپ رحمہ اللہ کے ساتھ کوئی اور شخص امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کرکے شریک ہوگیا، اور آپ (یعنی امام شافعی رحمہ اللہ) کے ساتھ آپ کے علاوہ کوئی اور شخص، امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرکے، شریک ہوگیا۔ ❷

فَـإِنَّـهُ يُـفِيْـدُ الْعِلْمَ عِنْدَ سَامِعِهِ بِالإِسْتِدْلَالِ مِن جِهَةِ جَلالَةِ رَوَاتِهِ وَأَنَّ فِيْهِمْ مِنَ الصِّفَاتِ اللَّائِقَةِ الْمُوجِبَةِ لِلْقَبُولِ مَا يَقُومُ مَقَامَ العَدَدِ الكَثِيرِ مِـن غَيْرِهِم ، وَلَا يَتَشَكَّكُ مَن لَهُ أَدنَى مَمَارِسَةٍ بِالْعِلْمِ وَأَخْبَارِ النَّاسِ أَنَّ مَـالِكاً ......مَثلاً...... لَو شَافَهَهُ بِخَبرٍ لَعُلِمَ أَنَّهُ صَادِقٌ فِيْهِ فَإِذَا انْضَافَ إِلَيْـهِ أَيْـضًـا مَنْ هُوَ فِي تِلكَ الدَّرَجَةِ ازْدَادَ قُوَّةً وَبَعُدَ عَمَّا يُخشىٰ عَلَيهِ مِنَ السَّهْوِ۔

یہ (خبر) استدلال کی بنیاد پر اپنے سامع (سننے والے) کو علم (نظری) کا فائدہ؛ اپنے راویوں کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے، دیتی ہے۔ کیونکہ ان (راویوں) میں یقینی قبولیت کا باعث بننے والی صفات موجود ہیں، اور وہ (صفات) ان کے علاوہ (راویوں) کی کثیر تعداد کے قائم مقام ہیں۔ اور جو شخص علم (اصول حدیث) اور لوگوں کے حالات سے معمولی بھی واقفیت رکھتا ہے وہ اس بارے میں تردّد (شک) کا شکار نہیں ہوسکتا۔ مثلاً! امام مالک رحمہ اللہ اگر کوئی خبر (روایت) بالمشافہہ (کسی واسطہ کے بغیر) بیان کریں تو سمجھ لیا جائے گا کہ آپ رحمہ اللہ اس (روایت) میں سچے ہیں۔ تاہم جب آپ (امام مالک) کے ساتھ کوئی اور بھی ایسا راوی مل جائے جو اسی رتبہ کا (امام/عالم) ہو،

❶ یعنی سند کے کسی طبقے اور درجے میں راوی ایک نہ ہو، بلکہ ہر طبقہ میں کم از کم دو دو جلیل القدر امام اسے روایت کرنے والے ہوں۔ ❷ اس روایت کو اصول حدیث میں مسلسل بالائمہ، کا نام دیا جاتا ہے۔

تو اس (روایت) کی تقویت میں اضافہ ہوجائے گا۔ اور وہ (روایت) سہو (بھول/غلطی) کے خدشہ سے دور ہو جائے گی۔ ❶

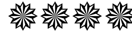
وَهٰذِهِ الأَنْوَاعُ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا لَا يَحْصُلُ الْعِلمُ بِصِدْقِ الْخَبرِ مِنْهَا إِلَّا لِلْعَالِمِ بِالْحَدِيْثِ، الْمُتَبَحِّرِ فِيْهِ، العَارِفِ بِأَحْوَالِ الرُّوَاةِ، الْمُطَّلِعِ عَلَى الْعِلَلِ۔ وكونُ غَيْرِهِ لَا يَحْصُلُ لَهُ الْعِلمُ بِصِدْقِ ذٰلِكَ لِقُصُوْرِهِ عَنِ الْأَوْصَافِ الْمَذْكُوْرَةِ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا۔ لَا يَنفِي حُصُولَ الْعِلمِ لِلْمُتَبَحِّرِ الْمَذْكُوْرِ۔

یہ اقسام؛ جو ہم نے بیان کی ہیں، ان سے خبر کی سچائی کا علم صرف اسی کو حاصل ہوسکتا ہے جو حدیث کا جید عالم، راویوں کے حالات جاننے والا، علل (روایت کو کمزور کرنے والے امور) کی خبر رکھنے والا ہو۔ اور اس کے علاوہ کسی کو (اس خبر کی سچائی کا) یہ علم؛ اس میں مذکورہ اوصاف، جو ہم نے بیان کیے ہیں، نہ ہونے کی وجہ سے حاصل نہ ہونا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ مذکورہ متبحر فی العلم عالم کو بھی علم (یقین) حاصل نہ ہو۔

وَمُحَصَّلُ الْأَنْوَاعِ الثَّلَاثَةِ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا:أَنَّ الأَوَّلَ: يَخْتَصُّ بِالصَّحِيْحَيْنِ۔وَالثَّانِي:بِمَا لَهُ طُرُقٌ مُتَعَدِّدَةٌ۔وَالثَّالِثُ: بِمَا رَوَاهُ الأَئِمَّةُ۔ وَيُمْكِنُ اجْتِمَاعُ الثَّلَاثَةِ فِي حَدِيْثٍ وَاحِدٍ وَلَا يَبْعُدُ ح(حينئذ) الْقَطْعُ بِصِدْقِهِ۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

❶ اس عبارت میں ''تقویت'' کا تعلق روایت (خبر) سے بھی ہوسکتا ہے اور اسے بیان کرنے والے (امام مالک رحمہ اللہ) سے بھی۔ اگر اسے روایت کے ساتھ جوڑیں تو ترجمہ وہی ہوگا جو ہم نے اوپر بیان کردیا ہے۔ اور اگر اسے روایت بیان کرنے والے (یعنی امام مالک رحمہ اللہ) سے جوڑیں تو اس کا ترجمہ اس طرح ہوگا: ''جب آپ (امام مالک رحمہ اللہ) کے ساتھ کوئی اور بھی ایسا راوی مل جائے جو اسی رتبہ کا (امام/عالم) ہو، تو آپ (یعنی امام مالک رحمہ اللہ) کی تقویت میں اضافہ ہوجائے گا۔ اور آپ رحمہ اللہ کے بارے میں سہو (بھول/غلطی) کا خدشہ ختم ہوجائے گا۔'' یعنی خبر کو بیان کرنے میں آپ رحمہ اللہ سے کسی قسم کی بھول کا کوئی شک وشبہ نہیں رہ جائے گا۔ وہ خبر مضبوط اور سچی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

جو تین اقسام ❶ ہم نے بیان کی ہیں ان کا حاصل کلام یہ ہے کہ پہلی: صحیحین (بخاری ومسلم) کے ساتھ خاص ہے۔ اور دوسری: اس کے ساتھ (خاص) ہے جس کے متعدد (مختلف رکثیر) طرق ہوں۔ اور تیسری: جسے ائمہ (جلیل القدر علماء حدیث) نے روایت کیا ہو۔ یہ تینوں صورتیں ایک ہی حدیث میں جمع ہو جانا بھی ممکن ہے۔ تب وہ (حدیث) قطعی (یقینی) سچائی سے دور نہ رہے گی۔ ❷



❶ مراد ہے: محتف بالقرائن روایت کی تین اقسام
❷ یعنی جس حدیث میں یہ تینوں اوصاف جمع ہو جائیں وہ یقیناً سچی حدیث ہوگی۔

باب 3

غرابت (تفرد) اور اس کی اقسام

[① فرد مطلق......② فرد نسبی]

ثُــمَّ الْغَرَابَةُ إِمَّا أَن تَكُونَ: فِی أَصْلِ السَّنَدِ: أَیْ فِی الْمَوْضِعِ الَّذِی یَدُوْرُ الإِسْنَادُ عَلَیهِ وَیَرجِعُ وَلَو تَعَدَّدَتِ الطُّرقُ إِلَیهِ وَهُوَ طَرَفُهُ الَّذِی فِیْهِ الصَّحَابِیُّ۔

پھر ''غرابت'' (تفرد) ہے۔ ❶ جو یا تو اصلِ سند (سند کی ابتداء) میں ہوتی ہے، یعنی اس مقام پر؛ جس پر سند گھومتی اور اسی پر لوٹتی ہے۔ اگر چہ اس کی طرف طرق (اسناد) کثیر تعداد میں ہوں۔ اور وہ مقام، اس (یعنی سند) کا وہ کنارہ ہے جس میں صحابی ہوتا ہے۔ ❷

أَوْ لَایَکُونُ کَذٰلِكَ بِأَن یَکُونَ التَّفَرُّدُ فِی أَثْنَائِهِ کَأَن یَرْوِیَهُ عَنِ الصَّحَابِیِّ أَکْثَرُ مِن وَاحِدٍ ثُمَّ یَنْفَرِدَ بِرِوَایَتِهِ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ شَخْصٌ وَاحِدٌ۔

❶ سند کے اعتبار سے خبر کی اقسام میں سے چوتھی قسم ''غریب'' یعنی غرابت وتفرد والی روایت ہے۔ سند کی کیفیت کے اعتبار سے یہ قسم چوتھی اور آخری ہے۔ پہلی قسم: متواتر، دوسری مشہور، تیسری عزیز ہے۔ جن کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ چونکہ متواتر کا رتبہ اور حیثیت منفرد ہے، اس لیے اسے الگ قسم کے طور پر بیان کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ باقی تینوں اقسام (مشہور، عزیز اور غریب) کو الگ بیان کیا جاتا ہے۔ ان تینوں اقسام کو متواتر کے مقابلہ میں ''آحاد'' کہا جاتا ہے۔ چونکہ غریب حدیث سے متعلق بحث قدرے پیچیدہ اور وضاحت طلب ہے۔ اس لیے اسے الگ، تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

❷ یعنی سند کے جس مقام پر روایت کرنے والا صحابی ہوتا ہے اس مقام پر راوی (صحابی) ایک ہی ہو۔ اگر چہ اس صحابی سے روایت کرنے والے بہت سے راوی ہوں۔

یا ایسا نہیں ہوتا۔ ❶ یعنی تفرد اس (سند) کے درمیان میں ہو، کہ اس (روایت) کو صحابی سے ایک سے زائد راوی روایت کرے۔ پھر اسے روایت کرنے میں (اسی سند میں سے) کسی ایک راوی سے (روایت کرنے والا) ایک ہی شخص رہ جائے۔

①۔فرد مطلق:

فَالْأَوَّلُ: الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ: كَحَدِيثِ النَّهيِ عَنْ بَيْعِ الْوَلاءِ وَعَن هِبَتِهِ تفرَّد بِـهِ عَبـدُالـلّٰهِ بنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ وَقَدْ يَنفَرِدُ بِهِ رَاوٍ عَـنْ ذٰلِكَ الْمُنْفَرِدِ كَحَدِيْثِ شُعَبِ الْإِيْمَان۔ تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو صَالِحٍ عَن أَبِى هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ وَتَفَرَّدَ بِهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَن أَبِى صَالِحٍ۔

''پہلی قسم: فرد مطلق ہے۔ جیسا کہ ''ولاء'' کی بیع اور اسے ہبہ کرنے کی ممانعت والی حدیث ہے۔ ❷ اسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار مفرد (تنہا) ہیں۔اور کبھی مفرد راوی سے روایت کرنے والا بھی مفرد ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایمان کی شاخوں والی حدیث ہے۔ ❸ اسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں ابوصالح مفرد ہے اور اسی کو روایت کرنے میں ابوصالح سے عبداللہ بن دینار مفرد ہے۔

وَقَـدْ يَسْتَـمِـرُّ التَّـفَـرُّدُ فِـى جَمِيْعِ رُوَاتِهِ أَوْ أَكْثَرِهِمْ۔ وَفِى مُسْنَدِ الْبَزَّارِ وَالْمُعْجَمِ الأَوْسَطِ لِلطَّبْرَانِيِّ أَمْثِلَةٌ كَثِيْرَةٌ لِذٰلِكَ۔

❶ یعنی دوسری صورت یہ ہے کہ سند کی بنیاد میں تفرد نہیں ہوتا۔ صحابی تنہا نہیں ہوتا، بلکہ صحابی کے علاوہ کوئی اور راوی تنہا ہو۔

❷ حدیث اس طرح ہے: ''الـوَلَاءُ لُـحـمَةٌ كَـلُـحمَةِ النَّسَبِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ ''[السنن الكبرىٰ للبيهقى، ١٠/٤٩٤، ح٢١٤٣٣۔ مستدرك حاكم، ٤/٣٧٩، ح٧٩٩٠]

❸ یہ حدیث اس طرح ہے: ''الإِيمَانُ بِضعٌ وَسِتُّونَ شُعبَةً ''[صحيح البخارى، كتاب الايمان، بـاب امـور الايـمـان، حـديـث،٩۔ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان عدد شعب الايمان وافضلها وادناها، حديث،٣٥]

اور بعض اوقات یہ تفرد تمام راویوں میں یا اکثر میں پایا جاتا ہے۔❶ مسند بزار اور معجم الاوسط للطبرانی میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

② ۔فرد نسبی:

وَالثَّانِيُّ: الْفَرْدُ النِّسْبِيُّ ❷: سُمِّيَ نِسْبِيًّا: لِكَوْنِ التَّفَرُّدِ فِيهِ، حَصَلَ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى شَخْصٍ مُعَيَّنٍ وَإِنْ كَانَ الْحَدِيْثُ فِي نَفْسِهِ مَشْهُوْرًا۔

اور دوسری قسم، فرد نسبی ہے۔ اس کا نام: نسبی، اس میں کسی معین شخص (مخصوص راوی) کی نسبت سے پیدا ہونے والے تفرد کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ وہ حدیث، ذاتی حیثیت میں ''مشہور'' ہو۔❸

وَيَقِلُّ إِطْلَاقُ الْفَرْدِيَّةِ عَلَيْهِ لِأَنَّ الْغَرِيْبَ وَالْفَرْدَ مُتَرَادِفَانِ لُغَةً وَاصْطِلَاحًا ۔ إِلَّا أَنَّ أَهْلَ الْإِصْطِلَاحِ غَايَرُوا بَيْنَهُمَا مِن حَيْثُ كَثْرَةُ الإِسْتِعْمَالِ وَقِلَّتُهُ ۔ فَالْفَرْدُ أَكْثَرُ مَا يُطْلِقُونَهُ عَلَى الْفَرْدِ الْمُطْلَقِ وَالْغَرِيْبُ أَكْثَرُ مَا يُطْلِقُونَهُ عَلَى الْفَرْدِ النِّسْبِيِّ۔

وَهٰذَا مِن حَيْثُ إِطْلَاقُ الإِسْمِ عَلَيْهِمَا۔ وَأَمَّا مِنْ حَيثُ اسْتِعْمَالُهُم الْفِعلَ الْمُشْتَقَّ فَلَا يُفَرِّقُوْنَ فَيَقُولُونَ فِي الْمُطلَقِ وَالنِّسْبِيِّ تَفَرَّدَ بِهِ فُلَانٌ أَوْ أَغْرَبَ بِهِ فُلَانٌ۔

---

❶ یعنی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی سند کے ہر طبقہ میں، راوی ایک ایک ہی ہوتا ہے، مثلاً: کسی روایت کو بیان کرنے والا صحابی ایک ہی ہو اور پھر اس صحابی سے اس روایت کو بیان کرنے والا تابعی بھی ایک ہی ہو اور اس تابعی سے اس روایت کو بیان کرنے والا تبع تابعی بھی ایک ہی ہو، اور جس مصنف نے وہ روایت اپنی کتاب میں ذکر کی ہے اس مصنف تک تمام سند میں اسی طرح ہر طبقہ کا راوی ایک ایک ہی ہو۔ یا اگر تمام سند میں یہ صورت حال نہ ہو تو اکثر راوی ایک ایک ہوں۔

❷ النسبی: ''ن'' کے نیچے زیر، ''س'' پر جزم، ''ب'' کے نیچے زیر، ''ی'' پر تشدید کے ساتھ۔

❸ اگرچہ اس سند کے کسی طبقہ میں کوئی راوی تنہا (مفرد) نہ ہو، بلکہ مشہور روایت کی طرح دو دو یا دو سے زیادہ راوی ہر طبقہ میں موجود ہوں لیکن ان میں سے کسی ایک راوی کی نسبت میں تفرد ہو۔

تاہم اس پر ''فردٌ'' ہونے (تفرد) کا اطلاق بہت کم ہوتا ہے۔ کیونکہ غریب اور فرد لغت و اصطلاح کے اعتبار سے مترادف (ہم معنی) ہیں۔مگر اہل اصطلاح (علماء علم اصطلاحات) نے ان میں کثرت استعمال اور قلت استعمال کے لحاظ سے فرق بیان کیا ہے۔ تو یہ (اہل اصطلاح) ''فردٌ'' کا اکثر اطلاق ''فرد مطلق'' پر کرتے ہیں۔ اور ''غریب'' کا اکثر اطلاق ''فرد نسبی'' پر کرتے ہیں۔

یہ(فرق) ان دونوں پر نام کے اطلاق کی بنا پر ہے۔ جبکہ فعل مشتق کے طور پر استعمال کرنے کی بنا پر وہ❶ ان میں فرق نہیں کرتے۔ وہ ''مطلق'' اور ''نسبی'' کے بارے میں: ''تَفَرَّدَ بِه فُلانٌ'' یا ''أَغْرَبَ بِهِ فُلان'' کہتے ہیں۔❷

وَقَرِيْبٌ مِن هٰذَااخْتِلافُهُم فِي الْمُنْقَطِعِ وَالْمُرْسَل هَل هُمَا مُتَغَايِرَانِ أَو لا؟

''اور اسی کے قریب قریب ان (محدثین رعلماء اصطلاح) کا منقطع اور مرسل کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ دونوں مختلف ہیں یا نہیں؟''

فَـأَكثَـرُ الْـمُـحَـدِّثِيْنَ عَلَى التَّغَايُرِ، لٰكِنَّهُ عِنْدَ إِطْلَاقِ الإِسْمِ وَأَمَّا عِندَ اسْتِعـمَالِ الفِعْلِ المُشتَقِّ فَيَسْتَعْمِلُونَ الإِرْسَالَ فَقَط فَيَقُوْلُوْنَ: أَرْسَلَهُ فُـلانٌ سِـوَاءً كَـانَ ذٰلِكَ مُـرْسَلًا أَمْ مُنقَطِعًا۔ وَمِن ثَمَّ أَطْلَقَ غَيرُ وَاحِدٍ مِـمَّـن لَا يُـلاحِظُ مَوَاقِعَ اسْتِعْمَالِهِمْ عَلٰى كَثِيرٍ مِنَ المُحَدِّثِينَ أَنَّهُم لا يُغَايِرُونَ بَيْنَ المُرْسَلِ وَالمُنقَطِعِ وليسَ كَذٰلِكَ؛ لِمَا حَرَّرْنَاهُ۔ وَقَلَّ مَن نَبَّهَ عَلَى النُّكْتَةِ فِي ذٰلِكَ۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

---

❶ مراد وہ علماء ہیں جو علماء فرد اور غریب میں نام کی بنا پر فرق کرتے ہیں۔

❷ جب خبر آحاد کی اس قسم کو نام دیا جاتا ہے تو فرد کا نام عموماً ''فرد مطلق'' کو اور غریب کا نام عموماً ''فرد نسبی'' کو دیا جاتا ہے۔لیکن جب اس خبر کے فرد یا غریب ہونے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تو اس وقت فرد اور غریب دونوں مصادر سے بننے والے فعل ایک ہی صورت اور ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اور فرد مطلق کے لیے "تفرّد به فُلان" اور فرد نسبی کے لیے "أغرَبَ به فُلان" خاص نہیں کیا جاتا بلکہ یہ دونوں الفاظ دونوں اقسام کے لیے یکساں طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔

اکثر محدثین مختلف ہونے کے قائل ہیں۔لیکن یہ بھی نام کا اطلاق کرنے (نام دینے) کے وقت ہے۔فعل مشتق کے طور پر استعمال کے وقت وہ صرف ارسال ہی کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔وہ (خبر) مرسل ہو یا منقطع؛ یکساں طور پر کہتے ہیں:''أَرْسَلَهُ فُلانٌ ''(اسے فلاں نے مرسل کیا ہے)۔اس لیے بہت سے محدثین جو (نام اور فعل کے) استعمال کے مواقع کا لحاظ نہیں کرتے وہ مرسل اور منقطع میں فرق نہیں کرتے۔ جبکہ (درحقیقت) ایسا نہیں ہے۔اس کے پیش نظر جو ہم نے تحریر کردیا ہے۔اور بہت کم لوگ اس کے متعلق نکتے کا علم رکھتے ہیں۔واللہ اعلم۔



باب 4

مقبول خبر کی اقسام

[①صحیح لذاته ......②حسن لذاته......③صحیح لغیره]

①۔ صحیح لذاته:

وَخَبرُ الآحَادِ: بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ مُتَّصِلَ ❶ السَّنَدِ غَيرَ❷ مُعَلَّلٍ وَلا شَاذٍّ هُوَ الصَّحِيْحُ لِذَاتِهِ۔

اور خبر آحاد؛ تام الضبط عدل❸ کی بیان کردہ ہو، متصل السند ہو، معلل (کمزوری والی) نہ ہو، اور نہ شاذ ہو، تو وہ ''صحیح لذاتہ'' ہے۔❹

وَهٰـذَا أَوَّلُ تَـقْسِيـمِ الْـمَقْبُولِ إِلٰى أَرْبَعَةِ أَنْوَاعٍ؛ لأَنَّهُ إِمَّا أَنْ يَشْتَمِلَ مِن صِفَاتِ القَبُولِ عَلٰى: أَعْلاهَا۔ أَوْ لا۔أَلأَوَّلُ: الصَّحِيْحُ لِذَاتِهِ۔

یہ مقبول کی چاراقسام میں تقسیم کی پہلی صورت (قسم) ہے۔ کیونکہ وہ (خبر مقبول) یا تو قبولیت کی اعلیٰ (بہترین) صفات پر مشتمل ہوگی یا نہیں ہوگی۔تو اول الذکر: (اعلیٰ صفات والی) صحیح لذاتہ ہے۔

وَالثَّـانِي: إِنْ وُجِدَ مَا يَجبرُ ذٰلِكَ القُصُورَ؛ كَكَثْرَةِ الطُّرُقِ فَهُوَ الصَّحِيْحُ أَيْضًا لٰكِنْ لا لِذَاتِهِ۔

---

❶ گرامر کی رو سے ''متصل'' کو منصوب اس لیے پڑھا جائے گا کیونکہ یہ ''بِنَقل'' کا حال واقع ہوا ہے۔
❷ ''غیر'' کو ''متّصلَ'' کا تابع ہونے کے باعث منصوب پڑھا جائے گا۔
❸ عدل بمعنی عادل ہے۔ یہ اصطلاحات الحدیث اور علم اسماء والرجال میں بطور اصطلاح بیان ہوتا ہے۔ جس کی وضاحت اگلی سطور میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ ❹ صحیح لذاتہ کی تعریف میں مذکور اصطلاحات: تام الضبط عدل، متصل السند، غیر معلل، شاذ وغیرہ کی وضاحت آئندہ سطور میں آئے گی۔ ان شاء اللہ

اور دوسری قسم: اگر کوئی ایسی خوبی، مثلاً: کثرت طرق؛ مل جائے جو (اعلیٰ صفات کی عدم موجودگی کی) اس کمی کو پورا کردے، تو وہ (خبر) صحیح ہوگی لیکن ''لذاتہٖ'' (ذاتی اعتبار سے) نہیں۔ ❶

وَحَيْثُ لا جُبْرَانَ فَهُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهِ۔ وَإِنْ قَامَتْ قَرِيْنَةٌ تُرَجِّحُ جَانِبَ قَبُولِ مَا يُتَوَقَّفُ فِيْهِ فَهُوَ الْحَسَنُ أَيْضًا لا لِذَاتِهِ۔وَقُدِّمَ الكَلامُ عَلَى الصَّحِيْحِ لِذَاتِهِ لِعُلُوِّ رُتْبَتِهِ۔

اور جب یہ کمی پوری نہ ہو سکے تو وہ (خبر/روایت) ''حسن لذاتہ'' ہوگی۔ ❷ اگر کوئی ایسا قرینہ (سبب) سامنے آجائے جو ایسی خبر کو قابل قبول (مقبول) ہونے کی ترجیح عطا کردے؛ جس سے توقف کیا گیا تھا، تو وہ بھی حسن ہوگی لیکن ''لذاتہٖ'' نہیں۔ ❸ اور صحیح لذاتہ کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے اس کا تذکرہ (گزشتہ سطور میں) پہلے ہی کردیا گیا ہے۔

✧...عدل سے مراد:

وَالْمُرَادُ بِالْعَدْلِ: مَنْ لَهُ مَلَكَةٌ تَحْمِلُهُ عَلٰى مُلازَمَةِ التَّقْوٰى وَالْمُرُوءَةِ۔ وَالْمُرَادُ بِالتَّقْوٰى:اجْتِنَابُ الأَعْمَالِ السَّيِّئَةِ:مِن شِرْكٍ أَوْ فِسْقٍ أَوْ بِدْعَةٍ۔

---

❶ مراد یہ ہے کہ ایسی خبر جس میں قبولیت کی تمام شرائط اور خوبیاں تو پائی جائیں لیکن یہ خوبیاں بہت اعلیٰ درجہ کی نہ ہوں البتہ اس کے طرق (اسناد) کثیر تعداد میں ہوں، تو وہ خبر بھی صحیح کہلائے گی لیکن اسے ''صحیح لغیرہ'' کہا جائے گا۔ یہ ''مقبول خبر'' کی دوسری قسم ہے۔

❷ یعنی اگر اس خبر کی قبولیت کی صفات اعلیٰ درجہ کی نہ ہوں، اور اس کمی کو کثرت طرق سے پورا نہ کیا جاسکتا ہو، تو وہ خبر صحیح تو ہوگی لیکن اسے صحیح نہیں بلکہ ''حسن لذاتہ'' کہیں گے۔

❸ یعنی ایسی روایت جس کے راوی کا سچا یا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہوسکا ہو اور اس بنا پر اس حدیث کو قبول کرنے (مقبول قرار دینے) سے توقف کیا گیا ہو تو اس راوی کی خبر کو کوئی خارجی قوت مل جائے جس سے اس کے سچا ہونے کا امکان پیدا ہوجائے تو ایسی خبر کو بھی ''حسن'' کہتے ہیں لیکن یہ ''حسن لذاتہ'' نہیں ہوتی؛ اسے ''حسن لغیرہ'' کہا جاتا ہے۔

اور عدل سے مراد ہے: جس (راوی) میں ایسی خوبی ہو جو اسے تقوی اور اچھی عادات اپنائے رکھنے کی طرف راغب رکھے۔ اور تقوی سے مراد ہے: برے اعمال، مثلاً: شرک، فسق (شرعی امور میں بدعنوانی) اور بدعت سے اجتناب کرنا۔

✧...ضبط سے مراد:

وَالضَّبْطُ: ضَبْطَان:ضَبْطُ صَدْرٍ: وَهُوَ أَن يُثْبِتَ مَا سَمِعَهُ بِحَيْثُ يَتَمَكَّنُ مِنِ اسْتِحْضَارِهِ مَتٰى شَاءَ۔وَضَبْطُ كِتَابٍ: وَهُوَ صِيَانَتُهُ لَدَيهِ مُنذُ سَمِعَ فِيهِ، وَصَحَّحَهُ إِلٰى أَن يُؤَدِّيَ مِنْهُ۔ وَقُيِّدَ بِالتَّامِ إِشَارَةً إِلَى الرُّتْبَةِ الْعُلْيَا فِي ذٰلِكَ۔

اور ضبط دو ہیں۔ ①۔ ضبط صدر (سینے میں محفوظ کرنا): اور وہ یہ ہے کہ وہ (راوی) جو کچھ بھی سنے اسے اس انداز سے یاد رکھے کہ جب بھی ضرورت ہو تو وہ اس کے بیان پر قادر ہو۔ ②۔ ضبط کتاب (لکھ کر محفوظ کرنا): اور وہ یہ ہے کہ راوی کا اس (روایت) کو اپنے پاس اس (کتاب) میں اسی وقت سے محفوظ کر لینا جب اسے سنا تھا۔ اور جب اسے بیان کرنا ہو تب تک اس کی تصحیح بھی کر چکا ہو۔ اور (ضبط کے ساتھ) ''تام'' کی قید اس (ضبط) کے بلند مرتبہ ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے لگائی گئی ہے۔

✧...متصل سے مراد:

وَالْمُتَّصِلُ: مَا سَلِمَ إِسْنَادُهُ مِن سَقُوطٍ فِيهِ بِحَيْثُ يَكُونُ كُلٌّ مِنْ رِجَالِهِ سَمِعَ ذٰلِكَ الْمَرْوِيَّ مِن شَيْخِهِ۔ وَالسَّنَدُ تَقَدَّمَ تَعْرِيفُهُ۔

''اور متصل (سے مراد) وہ روایت ہے کہ جس کی سند سقوط (راویوں کے ساقط ہونے) سے اس طرح محفوظ ہو کہ اس کے تمام راویوں نے اس روایت کو اپنے شیخ (استاذ) سے سنا ہو۔......اور سند کی تعریف (گزشتہ صفحات میں) گزر چکی ہے۔''

✧...معلّل سے مراد:

وَالْمُعَلَّلُ لُغَةً: مَا فِيهِ عِلَّةٌ۔ وَاصْطِلاحًا: مَا فِيْهِ عِلَّةٌ خَفِيَّةٌ قَادِحَةٌ۔

اورمعلل، لغت میں اسے کہتے ہیں جس میں کوئی علت (عیب) ہو۔ اور اصطلاح میں (اس روایت کو کہتے ہیں) جس میں کوئی خفیہ علت قادحہ (خطرناک عیب) ہو۔

✧...شاذ سے مراد:

وَالشَّـاذُّ لُغَةً: الفَرْدُ، واصْطِلاحًا: مَا يُخَالِفُ فِيهِ الرَّاوِي مَنْ هُوَ أَرْجَحُ مِنهُ۔ وَلَهُ تَفْسِيْرٌ آخَرُ سَيَأْتِي۔

اور شاذ، لغت کے اعتبار سے: فرد (منفرد/الگ/انوکھا) ہے۔ اور اصطلاح میں وہ (روایت/سند) ہے جس میں کوئی راوی اس (راوی) کی مخالفت کرے جو اس سے راجح (زیادہ معتبر) ہو۔ ❶ اس کی ایک اور بھی وضاحت ہے۔ جو عنقریب آئے گی۔

✧...صحیح لذاتہ کی شرائط سے متعلق وضاحت:

تَنْبِيْهٌ: قَوْلُهُ: وَخَبَرُ الآحَادِ: كَالْجِنْسِ وَبَاقِي قُيُودِهِ كَالْفَصْلِ۔

''یادرکھیے! مصنف کا ''خبر آحاد'' کہنا، (خبر/روایت کی) ایک جنس کے طور پر ہے۔ کیونکہ اس کی باقی قیود ❷ فصل (اس کے ذیلی اجزاء) کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ❸

وَقَوْلُهُ: بِنَقلِ عَدلٍ: احْتِرَازٌ عَمَّا يَنقُلُهُ غَيرُ عَدْلٍ۔

اور آپ رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ ''عدل (عادل راوی) کی نقل کردہ ہو'' ❹ اس سے ان (روایات) سے گریز کرنا مقصود ہے جنہیں غیر عادل راویوں نے بیان کیا ہو۔

---

❶ یعنی کسی راوی کی روایت اس سے زیادہ معتبر راوی کی روایت کے مخالف آجائے۔

❷ جو قیود و شرائط صحیح کی تعریف میں مذکور ہیں۔

❸ یعنی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہاں صحیح لذاتہ روایت کا تذکرہ کرتے ہوئے ''خبر آحاد'' کا لفظ خبر کی ایک جنس (بنیادی قسم) کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد اس کی تعریف میں جن شرائط و قیود کو بیان کیا ہے وہ ''خبر آحاد'' کی بنیادی قسم ''مقبول'' کی ذیلی اقسام اور فصول ہیں۔ لہذا خبر آحاد، ایک جنس کے طور پر ہے اور اس کے تحت آنے والی ابحاث اس کی فصول، ذیلی وضاحتیں اور مختلف نوعیتیں ہیں۔ وہ خبر آحاد کی طرح ''خبر'' کی بنیادی اقسام نہیں ہیں۔ ''خبر'' کی بنیادی اقسام: متواتر اور آحاد ہیں۔ [واللہ اعلم]

❹ یعنی خبر آحاد، عادل راوی کی بیان کردہ ہو تب صحیح لذاتہ ہوگی۔

وَقَولُهُ: هُوَ: يُسَمّٰى فَصْلًا؛ يَتَوَسَّطُ بَينَ الْمُبتَدَإِ وَالْخَبَرِ يُؤذِن بِأَنَّ مَا بَعدَهُ خَبَرٌ عَمَّا قَبْلَهُ وَلَيسَ بِنَعْتٍ لَّهُ۔

اور آپ رحمہ اللہ کا ''هُوَ'' (وہ) کہنا، فاصل (فاصلہ واضح کرنے والا، ضمیر منفصل) کہلاتا ہے۔ جو مبتداء اور خبر کے درمیان واسطہ (فاصلے کے باوجود تعلق) ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ اس بات کی خبر دیتا ہے کہ جو اس (هُوَ) کے بعد ہے؛ وہ اس (هُوَ) سے پہلی بات کی خبر ہے، اس کی تعریف نہیں۔ ❶

وَقَوْلُهُ: لِذَاتِهِ: يُخْرِجُ مَا يُسَمّٰى صَحِيْحًا بِأَمْرٍ خَارِجٍ عَنْهُ كَمَا تَقَدَّمَ۔

''اور آپ (مؤلف رحمہ اللہ) کا ''لِذَاتِه'' (ذاتی اوصاف کی بنیاد پر صحیح) کہنا، ان روایات کو (اس تعریف سے) خارج کر دیتا ہے جو کسی خارجی امر (ذاتی اوصاف میں کمی کے باعث کسی دوسرے سبب) کی وجہ سے صحیح کہلاتی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

صحیح روایات کے مراتب (راویوں کے اوصاف کے لحاظ سے):

وَتَتَفَاوَتَ رُتَبُهُ...... أي: رُتَبُ الصَّحِيْحِ بِسَبَبِ تَفَاوُتِ هٰذِهِ الأَوْصَافِ الْمُقْتَضِيَةِ لِلتَّصْحِيْحِ...... فِي القُوَّةِ،

جو اوصاف روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں ان کے درجات مختلف ہونے کی وجہ سے قوت کے اعتبار سے صحیح روایت کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔ ❷

---

❶ یہاں جس "هُوَ" کی طرف اشارہ ہے، یہ وہ کلمہ ہے جو سابقہ سطور میں "صحیح لذاتہ" کی تعریف بیان کرتے ہوئے استعمال ہوا ہے۔ سابقہ سطور میں دیکھئے: "وخبرُ الآحادِ: بنقلِ عدلٍ تامِّ الضبطِ متصلَ السَّنَدِ غيرَ مُعَلَّلٍ ولا شاذٍّ هو الصحيحُ لِذاته" یہاں شاذ کے بعد "هُوَ" اپنے بعد کے لفظ "الصحیح لذاته" کو اپنے سے پہلے الفاظ کی خبر قرار دیتا ہے۔

❷ یعنی جن اوصاف سے روایت کو تقویت ملتی اور وہ روایت صحیح قرار پاتی ہے، اگر ان اوصاف کے درجہ میں کمی واقع ہو جائے (یعنی اس کے اوصاف بہت اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں) تو روایت کم درجہ کی صحیح قرار پاتی ہے۔ اور اگر وہ اوصاف اعلیٰ درجہ کے ہوں تو وہ روایت اعلیٰ درجہ کی صحیح قرار پاتی ہے۔ ان اوصاف سے مراد ہے: عدل اور ضبط، یعنی راوی کا عادل اور روایت کو سن کر یا لکھ کر محفوظ کرنے والا ہونا۔

فَإِنَّهَا لَمَّا كَانَت مُفِيْدَةً لِغَلَبَةِ الظَّنِّ؛الَّذِى عَلَيهِ مَدَارُ الصِّحَّةِ ، اقْتَضَتْ أَن يَكُونَ لَهَا دَرَجَاتٌ؛ بَعْضُهَا فَوقَ بَعضٍ بِحَسْبِ الأُمورِ الْمُقَوِّيَةِ وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَمَا تَكُونُ رُوَاتُهُ فِي الدَّرَجَةِ الْعُلْيَا مِنَ: الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ وَسَائِرِ الصِّفَاتِ الَّتِى تُوْجِبُ التَّرْجِيْحَ كَانَ أَصَحَّ مِمَّا دُوْنَهُ۔

یہ(اوصاف کی درجہ بندی) جب ظن غالب کا فائدہ دیتے ہوں......جس (ظنِ غالب) پر صحتِ روایت کا دارومدار ہوتا ہے...... تو یہ (درجہ بندی) تقاضا کرتی ہے کہ اس (روایت) کے مختلف درجات بنیں، جو (روایت کو) تقویت دینے والے امور کے حساب سے ایک دوسرے سے بلند ہوں۔❶ اور جب ایسا ہوگا تو جس (روایت) کے راوی عدالت، ضبط اور دیگر تمام ان صفات میں بلنددرجہ ہوں گے، جو (صفات) روایت کے راجح (معتبر) ہونے کا موجب بنتی ہیں، تو وہ (روایت) اپنے علاوہ (روایات/اسناد) کی نسبت زیادہ صحیح ہوگی۔

✧... پہلا درجہ(اصح الاسانید):

فَمِنَ الْمَرْتَبَةِ الْعُلْيَا فِى ذٰلِكَ: مَا أَطْلَقَ عَلَيهِ بَعْضُ الأئِمَّةِ أَنَّهُ أَصَحُّ الأَسَانِيْدِ۔

تو اس سلسلہ میں بلند مرتبہ وہ (سند) ہے جسے بعض ائمہ (محدثین) نے ''اصح الاسانید'' (تمام اسناد میں سے صحیح ترین سند) قرار دیا ہو۔

كَالزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ۔ وَكَمُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبِيدَةَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَلِيٍّ۔ وَكَإِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ عَن عَلقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ۔

❶ چونکہ روایت کے صحیح ہونے کا دارومدار اسی بات پر ہے کہ اس کے بارے میں غالب گمان، یعنی یقین پیدا ہو جائے۔تو جن اوصاف کی بنا پر کسی روایت کے صحیح ہونے کا یقین پیدا ہوتا ہے اس اوصاف کے درجات میں کمی بیشی کے مطابق صحتِ روایت کے درجہ میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے۔

جیسا کہ زہری عن سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ۔ اور: جیسا کہ محمد بن سیرین عن عبیدۃ بن عمرو عن علی رضی اللہ عنہ۔ اور جیسا کہ ابراہیم نخعی عن علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

✧...دوسرا درجہ:

وَدُونَهَا فِي الرُّتْبَةِ: كَرِوَايَةِ بُرَيدِ بْنِ عَبدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّه عَن أَبِيْهِ أَبِي مُوسٰى۔ وَكَحَمَّادِ ابْنِ سَلَمَةَ عَن ثَابِتٍ عِنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ۔

''اور اس سے کم درجہ (سند) یہ ہے: برید بن عبداللہ بن ابی بردہ عن جدہ عن ابیہ ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ۔

✧...تیسرا درجہ:

وَدُونَهَا فِي الرُّتبَةِ: كَسُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَن أَبِيْهِ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ۔ وَكَالْعَلاءِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ۔

''اور اس سے کم رتبہ والی (سند) یہ ہے: سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ اور علاء بن عبدالرحمٰن عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔''

فَإِنَّ الْجَمِيْعَ يَشْمَلُهُمْ اسْمُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ إِلَّا أَنَّ فِي الْمَرْتَبَةِ الأُولٰى مِنَ الصِّفَاتِ الْمُرَجِّحَةِ مَا يَقْتَضِي تَقْدِيْمَ رِوَايَتِهِم عَلَى الَّتِي تَلِيْهَا وَفِي الَّتِي تَلِيْهَا مِن قُوَّةِ الضَّبْطِ مَا يَقْتَضِي تَقْدِيْمَهَا عَلَى الثَّالِثَةِ وَهِيَ مُقَدَّمَةٌ عَلٰى رِوَايَةِ مَن يُعَدُّ مَا يَنفَرِدُ بِهِ حَسَنًا: كَمُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ عَنْ جَابِرٍ۔ وَعَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ۔ وَقِسْ عَلٰى هٰذِهِ الْمَرَاتِبَ مَا يَشْبَهُهَا فِي الصِّفَاتِ الْمُرَجِّحَةِ۔

''ان تمام (مراتب کی اسناد) میں عدالت وضبط کی صفات پائی جاتی ہیں لیکن پہلے رتبہ والی (روایت) میں ایسی مرجّحہ (ترجیح والی) صفات پائی جاتی ہیں جو ان (راویوں) کی روایت کو دیگر (روایات) جو اس کے بعد ہیں، ان پر مقدم کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور جو اس (پہلے رتبہ والی) کے بعد ہے (یعنی دوسرے درجہ کی روایت ہے۔) اس میں

ضبط کی قوت پائی جاتی ہے جو اسے تیسری (یعنی تیسرے درجہ کی روایت پر) پر مقدم کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ اور وہ (یعنی تیسرے درجہ کی روایت) اس کی روایت پر مقدم ہے جو اکیلا روایت کرے تو اس کی روایت کو حسن شمار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ: محمد بن اسحاق عن عاصم بن عمر عن جابر۔ اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ اور جو روایات صفات مرجّحہ (ترجیح کا باعث بننے والی صفات) میں ان مراتب کے برابر رتبہ والی ہیں انہیں بھی انہی مراتب پر قیاس کرلو۔

✧...تینوں درجات سے متعلق وضاحت:

وَالْمَرْتَبَةُ الأُوْلٰى هِيَ الَّتِى أَطْلَقَ عَلَيْهَا بَعْضُ الأئِمَّةِ أَنَّها أَصَحُّ الأَسَانِيْدِ۔ وَالْمُعْتَمَدُ عَدَمُ الإِطْلَاقِ لِتَرْجَمَةٍ مُعَيَّنَةٍ مِنْهَا۔ نَعَمْ؛ يُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمُوْعِ مَا أَطْلَقَ الأئِمَّةُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ أَرْجَحِيَّتُهُ عَلٰى مَا لَمْ يُطْلِقُوْهُ۔ وَيَلْتَحِقُ بِهٰذَا التَّفَاضُلِ مَا اتَّفَقَ الشَّيْخَان عَلٰى تَخْرِيْجِهِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهِ أَحَدُهُمَا وَمَا انْفَرَدَ بِهِ البُخَارِيُّ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهِ مُسْلِمٌ؛

اور (ان مراتب میں) پہلا رتبہ وہی ہے جس پر بعض ائمہ (محدثین) اصح الاسانید (صحیح ترین سند) کے نام کا اطلاق کیا ہے۔ ❶ اور معتبر بات یہی ہے کہ کسی معین سند پر اس (اصح الاسانید کے نام) کا اطلاق نہ ہو۔ ہاں! اس سے یہ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے کہ جس سند کو ائمہ نے یہ (اصح الاسانید کا) نام دیا ہے وہ اس سند پر راجح قرار پائے گی جس کو یہ نام نہیں دیا۔ ❷ اور فضیلت کی اس درجہ بندی میں وہ روایت بھی شامل ہے جسے بیان کرنے میں شیخان (بخاری ومسلم) نے اتفاق کیا ہے۔ ❸

❶ یعنی جسے بعض ائمہ (محدثین) نے ''اصح الاسانید'' (سب سے صحیح سند) قرار دیا ہے۔
❷ کسی روایت پر اصح الاسانید کے اطلاق سے مراد ہے: اصح الاسانید کے لفظ کو اس روایت کی سند کے لیے استعمال کیا ہے۔ یعنی اس روایت کی سند کو اصح الاسانید قرار دیا ہے۔
❸ یعنی جسے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ؛ دونوں نے اپنی کتابوں: صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں نقل کیا ہو۔

یہ اس روایت کی نسبت (زیادہ راجح قرار پائے گی) جسے ان دونوں (بخاری و مسلم) میں سے کسی ایک نے بیان کیا ہو۔ اور جسے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہو، وہ (حدیث) اس کی نسبت (زیادہ معتبر ہے) جسے صرف امام مسلم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہو۔

لِاِتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ بَعدَ هُمَا عَلٰى تَلَقِّى كِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُوْلِ۔ وَاخْتِلَافُ بَعْضِهِمْ فِي أَيِّهِمَا أَرْجَحُ۔ فَمَا اتَّفَقَا عَلَيهِ أَرْجَحُ مِنْ هٰذِهِ الْحَيْثِيَّةِ مِمَّا لَمْ يَتَّفِقَا عَلَيْهِ۔

کیونکہ ان دونوں (بخاری و مسلم) کے بعد ان کی کتابوں کی قبولیت پر علماء کا اتفاق ہے۔ اس بات پر بعض علما کا اختلاف بھی ہے کہ ان دونوں (یعنی بخاری و مسلم کے تفرد والی روایتوں) میں سے کون زیادہ راجح (معتبر) ہے۔ ❶ تو جس (روایت کو بیان کرنے) پر ان دونوں (بخاری و مسلم) نے اتفاق کیا ہو وہ اس (مذکورہ) حیثیت کے پیش نظر؛ اس روایت کی نسبت زیادہ معتبر ہے جس پر ان دونوں نے اتفاق نہیں کیا۔ ❷

✧ ...صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مفاضلت (درجہ بندی):

وَقَدْ صَرَّحَ الْجَمْهُورُ بِتَقْدِيْمِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ فِي الصِّحَةِ وَلَمْ يُوجَد عَنْ أَحَدٍ التَّصْرِيْحُ بِنَقِيْضِهِ۔

اور جمہور علماء نے صحیح البخاری کا صحت کے اعتبار سے مقدم ہونا واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اور کسی بھی عالم سے اس کی نمایاں مخالفت موجود نہیں ہے۔

وَأَمَّا مَا نُقِلَ عَن أَبِي عَلِيٍّ النَّيسَابُورِيِّ أَنَّهُ قَالَ: مَا تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَاءِ أَصَحُّ مِنْ كِتَابِ مُسْلِمٍ فَلَمْ يُصَرِّحْ بِكَونِهِ أَصَحَّ مِنْ صَحِيْحِ البُخَارِيِّ؛ لأَنَّهُ إِنَّمَا نَفَى وُجُودَ كِتَابٍ أَصَحَّ مِنْ كِتَابِ مُسْلِمٍ؛

---

❶ یعنی: ایک روایت صرف امام بخاری نے اور دوسری صرف امام مسلم نے بیان کی ہے۔ ان دونوں روایتوں میں سے کون سی زیادہ معتبر ہے۔ ❷ یعنی جس روایت کو ان دونوں نے بیان کیا ہے وہ روایت زیادہ معتبر ہے۔ کیونکہ ان دونوں کی؛ قبولیت کے اعتبار سے علماء کے ہاں نمایاں حیثیت ہے۔

اور ابوعلی نیساپوری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: آسمان کی چھت تلے مسلم کی کتاب سے بڑھ کر کوئی صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے بھی اس (مسلم) کے صحیح بخاری سے بڑھ کر صحیح ہونے کی صراحت نہیں کی۔ کیونکہ انہوں نے تو ایسی کتاب کے وجود (موجودگی) کی نفی کی ہے جو مسلم رحمہ اللہ کی کتاب سے بڑھ کر صحیح ہو۔

إِذِ الْـمَـنْفِيُّ إِنَّمَا هُوَ ......مَا يَقْتَضِيْهِ صِيْغَةُ أَفْعَلَ...... مِنْ زِيَادَةِ صِحَّةٍ فِي كِتَـابٍ شَـارَكَ كِتَـابَ مُسْلِمٍ فِي الصِّحَّةِ يَمْتَازُ بِتِلْكَ الزِّيَادَةِ عَلَيْهِ وَلَمْ يَنفِ الْمُسَاوَاةَ۔

کیونکہ (نیساپوری کے قول میں) جس (فضیلت کی حامل) کتاب کی نفی کی گئی ہے۔ وہ ایسی کتاب ہے جو صحیح ہونے کے اعتبار سے مسلم کی کتاب کا مقابلہ کرتی ہو یا زیادہ صحیح ہونے کے اعتبار سے مسلم کی کتاب سے ممتاز ہو۔ افعل، کا صیغہ بھی اسی مفہوم کا تقاضا کرتا ہے۔انہوں نے مساوات (یعنی مسلم کی طرح صحیح ہونے) کی نفی نہیں کی۔

وَكَـذٰلِكَ مَـا نُـقِـلَ عَنْ بَعْضِ الْمَغَارِبَةِ أَنَّهُ فَضَّلَ صَحِيْحَ مُسْلِمٍ عَلٰى صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ فَذٰلِكَ فِيْمَا يَرْجِعُ إِلٰى حُسْنِ السِّيَاقِ وَجَودَةِ الوَضْعِ وَالتَّـرْتِيْـبِ وَلَـمْ يُفْصِحْ أَحَدٌ مِنْهُمْ بِأَنَّ ذٰلِكَ رَاجِعٌ إِلَى الأَصَحِّيَّةِ وَلَو أَفْصَحُوا بِهِ لَرَدَّهُ عَلَيْهِمْ شَاهِدُ الْوُجُوْدِ۔

اور اسی طرح بعض اہل مغرب سے جو منقول ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دی ہے۔ تو یہ (فضیلت) اس بنا پر ہے کہ جس کا تعلق حسن سیاق اور وضع اور ترتیب کے منفرد انداز سے ہے۔ ❶ اور ان (اہل مغرب) میں سے کسی نے یہ صراحت نہیں کی کہ یہ فضیلت (بخاری کی نسبت) زیادہ صحیح ہونے کی بنا پر ہے۔ اگر وہ اس کی صراحت کر دیں تو موجود دلائل اس کا رد کر دیں گے۔

---

❶ حسن سیاق سے مراد: احادیث کی بہتر سلسلہ بندی۔ وضع سے مراد: بہتر ابواب بندی۔ اور ترتیب سے مراد: احادیث کے مراتب واستنادی فضیلت کے اعتبار سے ترتیب ہے۔

فَالصِّفَاتُ الَّتِي تَدُوْرُ عَلَيْهَا الصِّحَّةُ ، فِي كِتَابِ الْبُخَارِيِّ أَتَمُّ ، مِنْهَا فِي كِتَابِ مُسْلِمٍ وَأَشَدُّ وَشَرطُهُ فِيْهَا أَقْوىٰ وَأَسَدُّ۔

جن صفات پر (روایت کی) صحت کا دارومدار ہوتا ہے، وہ بخاری کی کتاب میں زیادہ کامل اور زیادہ سخت (مضبوط) ہیں بنسبت ان (صفات) کے، جو مسلم کی کتاب میں ہیں۔ اور اس (صحت) سے متعلق اس (امام بخاری رحمہ اللہ) کی شرط زیادہ مضبوط اور زیادہ درست ہے۔

أَمَّا رُجْحَانُهُ مِن حَيْثُ الإِتِّصَالُ: فَلإِشْتِرَاطِهِ أَن يَكُوْنَ الرَّاوِي قَدْ ثَبَتَ لَهُ لِقَاءُ مَنْ رَوَى عَنْهُ وَلَو مَرَّةً وَاكْتَفىٰ مُسْلِمٌ بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ۔

اور جو اس (صحیح بخاری) کا اتصال (متصل اسناد) کی بنا پر راجح (معتبر) ہونا ہے، وہ اس (امام بخاری رحمہ اللہ) کی شرط بندی کی وجہ سے ہے (اور وہ شرط یہ ہے) کہ راوی ایسا ہو کہ جس سے اس نے روایت کی ہے اُس کے ساتھ اِس کی ملاقات ثابت ہو، چاہے ایک مرتبہ ہی ہو۔ جبکہ مسلم رحمہ اللہ نے محض ہم عصر ہونے پر ہی اکتفا کیا ہے۔

وَأَلْزَمَ الْبُخَارِيَّ بِأَنَّهُ يَحْتَاجُ أَن لا يَقبَلَ الْعَنْعَنَةَ أَصْلًا وَمَا أَلْزَمَهُ بِهِ لَيْسَ بِلازِمٍ؛ لأَنَّ الرَّاوِي إِذَا ثَبَتَ لَهُ اللِّقَاءُ مَرَّةً لا يَجْرِي فِي رِوَايَاتِهِ احْتِمَالُ أَن لَّا يَكُوْنَ سَمِعَ مِنْهُ؛ لأَنَّهُ يَلْزَمُ مِن جَرْيَانِهِ أَن يَكُونَ مُدَلِّسًا۔ وَالْمَسْأَلَةُ مَفْرُوْضَةٌ فِي غَيْرِ الْمُدَلِّسِ۔

اور اس (یعنی امام مسلم) نے امام بخاری رحمہ اللہ پر الزام عائد کیا ہے کہ انہیں چاہیے تھا کہ وہ "عنعنہ" والی روایت سرے سے قبول ہی نہ کرتے۔ جبکہ انہوں (امام مسلم) نے جو الزام لگایا ہے وہ مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ جب کسی راوی کی ایک مرتبہ ملاقات ثابت ہوجاتی ہے تو اس کی روایات میں یہ احتمال نہیں رہتا کہ اس نے وہ روایت نہ سنی ہو۔ ❶

❶ یعنی: اگر یہ احتمال ہو کہ راوی نے جس سے روایت بیان کی ہے اس سے وہ روایت ملاقات کر کے (یعنی بالمشافہ) نہیں سنی۔ اگرچہ دیگر روایات اس نے اس سے بالمشافہ (ملاقات میں) سنی ہوں۔

کیونکہ ایسا احتمال ہو تو یہ بات لازم آئے گی کہ وہ راوی مدلس ہے۔❶ جبکہ یہاں زیر بحث مسئلہ غیر مدلس کے متعلق ہے۔

وَأَمَّـا رُجْـحَانُهُ مِن حَيْثُ الْعَدَالَةُ وَالضَّبْطُ: فَلأَنَّ الرِّجَالَ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِـمْ مِـنْ رِجَـالِ مُسْلِمٍ أَكْثَرُ عَدَدًا مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِم مِن رِجَـالِ الْبُـخَـارِيّ مَـعَ أَنَّ الْبُخَّارِيَّ لَم يُكثِر مِن إِخْرَاجِ حَدِيثِهِمْ، بَلْ غَالِبُهُم مِن شُيُوخِهِ الَّذِينَ أَخَذَ عَنْهُم وَمَارَسَ حَدِيثَهُمْ بِخِلَافِ مُسْلِمٍ فِي الأَمْرَينِ۔

اور اس (صحیح البخاری) کا عدالت اور ضبط کی وجہ سے راجح (معتبر) ہونا اس لیے ہے کہ مسلم کے متکلم فیہ (تنقید زدہ) رجال (راوی)، بخاری کے متکلم فیہ (تنقید زدہ) رجال سے تعداد میں زیادہ ہیں۔❶ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی (ایک وجہ) ہے کہ امام بخاری نے ان (متکلم فیہ راویوں) کی زیادہ احادیث بیان نہیں کیں۔ بلکہ (جن کی بیان کی ہیں) ان میں سے اکثر آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ ہیں جن سے آپ رحمہ اللہ نے (بلاواسطہ) احادیث لیں، جبکہ یہ دونوں معاملے مسلم رحمہ اللہ کے خلاف ہیں۔❷

وَأَمَّـا رُجْـحَانُهُ مِن حَيْثُ عَدْمُ الشُّذُوذِ وَالإِعْلَالِ: فَلأَنَّ مَا انتُقِدَ عَلَى الْبُخَارِيّ مِنَ الأَحَادِيْثِ أَقَلُّ عَدَدًا مِمَّا انتُقِدَ عَلٰى مُسْلِمٍ هٰذَا مَعَ اتِّفَاقِ

❶ متکلم فیہ، سے مراد وہ راوی ہیں جن پر بحیثیت راوی؛ کسی قسم کا اعتراض، تنقید اور طعن کی گئی ہے۔ صحیح بخاری کے تقریباً ۸۰ راوی متکلم فیہ ہیں جبکہ صحیح مسلم کے ۱۶۰ راوی متکلم فیہ ہیں۔[دیکھئے: شرح نخبة الفكر في مصطلحات أهل الأثر، لملا علي القاري:۲۷۸۔ مطبوعة دار الارقم بيروت]

❷ یعنی امام مسلم نے ایک تو متکلم فیہ راویوں سے بہت سے بخاری کی نسبت زیادہ روایات لیں ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ متکلم فیہ راوی امام مسلم کے بالواسطہ استاذ ہیں، حالانکہ امام بخاری نے ان متکلم فیہ راویوں سے روایات لی ہیں جو آپ رحمہ اللہ کے بلاواسطہ استاذ ہیں، جن سے آپ نے خود حدیث کا سماع کیا، چونکہ آپ رحمہ اللہ ان کی بیان کردہ احادیث کی حقیقت کو جانتے تھے اس لیے آپ نے ان کے متکلم فیہ ہونے کے باوجود ان کی وہ احادیث بیان کر دی ہیں۔

الْـعُـلَـمَـاءِ عَلیٰ أَنَّ الْبُخَارِيَّ كَانَ أَجَلَّ مِن مُسلِمٍ فِی الْعُلُومِ وَأَعْرَفَ بِـصَـنَاعَةِ الْحَدِيثِ مِنهُ وَأَنَّ مُسْلِمًا تِلْمِيْذُهُ وَخِرِّيجُهُ وَلَمْ يَزَل يَسْتَفِيْدُ مِنْهُ وَيَتَّبِعُ آثَارَهُ حَتَّى قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ:لَولَا الْبُخَارِيُّ لَمَا رَاحَ مُسْلِمٌ وَلَا جَاءَ۔

اوراس (بخاری) کا شاذ اورعلت سے خالی ہونے کے باعث راجح ہونا اس لیے ہے کہ بخاری کی جن روایات پر تنقید کی گئی ہے وہ مسلم کی (بیان کردہ) تنقید زدہ روایات سے کم ہیں۔ اوراس کے ساتھ ساتھ (ایک وجہ) یہ بھی ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ کی نسبت علوم میں زیادہ بلند مرتبہ (ماہر) اور حدیث کے فن کو زیادہ جاننے والے تھے۔اور مسلم رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے۔ وہ (یعنی امام مسلم رحمہ اللہ) آپ رحمہ اللہ سے ہمیشہ استفادہ کرتے اور آپ کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: اگر بخاری رحمہ اللہ نہ ہوتے تو مسلم شہرت پاتے نہ ہی اس میدان میں آتے۔

✧...مصدر (کتاب) کے اعتبار سے صحیح روایت کے درجات:

وَمِـنْ ثَـمَّ، أَيْ: وَمِـنْ هٰـذِهِ الْحَيْثِيَّةِ...... وَهِيَ أَرْجَحِيَّةُ شَرْطُ الْبُخَارِيِّ عَـلـىٰ غَيْرِهِ...... قُدِّمَ صَحِيْحُ الْبُخَارِيِّ عَلیٰ غَيْرِهِ مِنَ الكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِـي الْـحَـدِيْـثِ۔ ثُـمَّ صَـحِيْـحُ مُسْلِمٍ لِمُشَارَكَتِهِ لِلبُخَارِيِّ فِي اتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ عَلیٰ تَلَقِّی كِتَابِهِ بِالقَبُولِ أَيْضًا سِوىٰ مَا عُلِّلَ۔

''اسی بنا پر، یعنی اس حیثیت کی بنا پر...... اور وہ (حیثیت) ہے بخاری کی شرط کا دیگر (ائمہ کی شرائط) کے مقابل زیادہ راجح (زیادہ معتبر) ہونا......صحیح بخاری کو اس کے علاوہ حدیث کی تصنیف شدہ کتب پر مقدم رکھا گیا ہے۔ پھر (بخاری کے بعد) علماء کے بالاتفاق قبولیت کے شرف میں بخاری کے ساتھ شریک ہونے پر صحیح مسلم (کا درجہ) ہے۔ ماسوائے (مسلم کی) ان روایات کے جو علت زدہ (تنقید زدہ) ہیں۔

ثُمَّ يُقَدَّمُ فِي الأَرْجَحِيَّةِ مِن حَيْثُ الأَصَحِّيَّةُ مَا وَافَقَهُ شَرْطُهُمَا؛ لِأَنَّ الْمُرَادَ بِهِ رُوَاتُهُمَا مَعَ بَاقِي شُرُوطِ الصَّحِيحِ

''پھر راجح ہونے میں زیادہ صحیح ہونے کے اعتبار سے وہ (روایات) مقدم ہیں جن کے ساتھ دونوں (بخاری و مسلم) کی شرط کی موافقت ہوجائے۔ ❶ اس (شرط) سے مراد صحیح (روایت) کی دیگر شرائط کے ساتھ ان دونوں کے راوی ہیں۔ ❷

وَرُوَاتُهُمَا قَدْ حَصَلَ الاتِّفَاقُ عَلَى الْقَوْلِ بِتَعْدِيْلِهِم بِطَرِيقِ اللُّزُومِ۔ فَهُم مُقَدَّمُونَ عَلىٰ غَيْرِهِم فِي رِوَايَاتِهِم وَهٰذَا أَصْلٌ لا يُخْرَجُ عَنْهُ إِلَّا بِدَلِيلٍ۔

اور ان دونوں (بخاری و مسلم) کے راویوں پر تعدیل (عادل ہونے) کا قول حتمی طور پر بالاتفاق ثابت ہوچکا ہے۔ لہٰذا یہ روات حدیث بیان کرنے میں اپنے علاوہ تمام راویوں پر مقدم ہوں گے۔ یہ اصول (ٹھوس اتفاق) ہے جس سے کسی واضح دلیل کے بغیر نہیں نکلا جاسکتا۔ (اور حقیقت یہ ہے کہ: وَالدَّلِيْلُ مَفْقُودٌ، ایسی کوئی دلیل موجود ہی نہیں ہے۔)

فَإِنْ كَانَ الْخَبَرُ عَلىٰ شَرْطِهِمَا مَعًا كَانَ دُوْنَ مَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ أَوْ مِثْلَهُ۔ وَإِنْ كَانَ عَلىٰ شَرْطِ أَحَدِهِمَا فَيُقَدَّمُ شَرْطُ الْبُخَارِيِّ وَحْدَهُ عَلىٰ شَرْطِ مُسْلِمٍ وَحْدَهُ تَبْعًا لأَصْلِ كلٍّ مِنْهُمَا۔

اگر خبر (روایت) ان دونوں (بخاری و مسلم) کی شرائط کے مطابق ہو۔ تو اس کا رتبہ اس

---

❶ یعنی جو روایت امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط پر پورا اترتی ہو۔ ان شرائط کا سابقہ سطور میں ذکر ہوچکا ہے، یعنی اتصال سند، راوی کی اس راوی سے ملاقات، جس سے اس نے روایت کی ہے وغیرہ وغیرہ۔

❷ یعنی کسی روایت کے بخاری و مسلم کی شرائط پر پورا اترنے کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت کے راوی بخاری و مسلم کے راویوں میں سے ہوں اور روایت کے صحیح ہونے کی جو شرائط بخاری و مسلم نے لگائی ہیں، وہ شرائط بھی اس روایت میں پائی جاتی ہوں۔

روایت سے کم ہوگا جسے مسلم یا ان جیسے (کسی جید امام) نے بیان کیا ہے۔❶ اور اگر ان (بخاری ومسلم) میں سے کسی ایک کی شرط کے مطابق ہوگی تو تنہا بخاری کی شرط کو تنہا مسلم کی شرط پر مقدم سمجھا جائے گا۔❷ (یہ اصول) ان دونوں کی بنیادی (اہمیت) کے پیش نظر ہے۔

فَخَرَجَ لَنَا مِنْ هٰذَا سِتَّةُ أَقْسَامٍ يَتَفَاوَتُ دَرَجَاتُهَا فِي الصِّحَةِ۔وَثَمَّ قِسْمٌ سَابِعٌ وَهُوَ مَا لَيْسَ عَلىٰ شَرْطِهِمَا اجْتِمَاعًا وَانْفِرَادًا۔ وَهٰذَا التَّفَاوُتُ إِنَّمَا هُوَ بِالنَّظرِ إِلَى الْحَيْثِيَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ۔

''ہمارے سامنے اس بحث سے (خبر کی) چھ اقسام آئی ہیں جس کے صحت کے اعتبار سے مختلف درجات ہیں۔ اور ایک ساتویں قسم بھی ہے، اور وہ ہے: جو روایت ان دونوں (بخاری ومسلم) کی مشترکہ یا انفرادی شرائط کے مطابق نہ ہو۔ اور یہ درجہ بندی مذکورہ حیثیت کے پیش نظر ہے۔

✧ ...خارجی امور کا کردار:

أَمَّا لَوْ رُجِّحَ قِسْمٌ عَلىٰ مَا هُوَ فَوْقَهُ بِأُمُورٍ أُخْرىٰ تَقْتَضِي التَّرْجِيْحَ عَلىٰ مَا فَوْقَهُ فَإِنَّهُ يُقَدَّمُ عَلىٰ مَا فَوْقَهُ؛ إِذْ قَدْ يَعْرِضُ لِلْمَفُوقِ مَا يَجْعَلُهُ فَائِقًا۔كَمَا لَوْ كَانَ الْحَدِيْثُ عِنْدَ مُسْلِمٍ مَثَلاً وَهُوَ مَشْهُورٌ قَاصِرٌ عَن دَرَجَةِ التَّواتُرِ لٰكِن حَفَّتْهُ قَرِيْنَةٌ صَارَ بِهَا يُفِيدُ الْعِلْمَ فَإِنَّهُ يُقَدَّمُ عَلَى الْحَدِيثِ الَّذِي يُخَرِّجُهُ البُخَارِيُّ إِذَا كَانَ فَرْدًا مُطْلَقًا۔

❶ جو روایت بخاری ومسلم کی شرائط کے مطابق ہوگی اس کا درجہ اس روایت سے کم ہوگا جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

❷ مراد یہ ہے کہ جب ایک روایت ان شرائط پر پورا اترتی ہو جو شرائط صرف امام بخاری کی ہیں (مسلم کی نہیں) اور دوسری روایت ان شرائط پر پورا اترتی ہو؛ جو شرائط صرف امام مسلم کی ہیں (بخاری کی نہیں) تو ان دونوں روایتوں میں سے اس روایت کو مقدم سمجھا جائے گا جو ان شرائط پر پورا اترتی ہوگی جو شرائط صرف امام بخاری کی ہیں۔

البتہ اگر کسی قسم (کی روایت) کو اس سے اعلیٰ درجہ (روایت) پر ترجیح دی جائے گی تو وہ ایسے دیگر امور کی بنا پر ہوگی جو اس سے اعلیٰ درجہ (روایت) پر ترجیح کا تقاضا کریں گے۔(یعنی اس ترجیح کا موجب بنیں گے) لہذا اسے بلند درجہ (روایت) پر مقدم کردیا جائے گا۔ کیونکہ بعض اوقات کم درجہ روایت کو ایسے اسباب میسر آجاتے ہیں جو اسے راجح (بلند درجہ) قرار دے دیتے ہیں۔جیسا کہ اگر کوئی حدیث، مسلم کی بیان کردہ ہو اور وہ مشہور ہو یعنی تواتر کے درجہ سے کم تر ہو لیکن کوئی ایسا قرینہ (سبب) اسے مل جائے کہ وہ یقینی علم کا فائدہ دینے والی بن جائے تو اسے اس حدیث پر مطلق طور پر مقدم سمجھا جائے گا جسے تنہا بخاری نے روایت کیا ہے۔❶

وَكَمَا لَوْ كَانَ الْحَدِيثُ الَّذِي لَمْ يُخَرِّجَاهُ مِن تَرْجَمَةٍ وُصِفَتْ بِكَونِهَا أَصَحَّ الأَسَانِيدِ كَمَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَإِنَّهُ يُقَدَّمُ عَلىٰ مَا انْفَرَدَ بِهِ أَحَدُهُمَا مَثَلاً لا سِيَّمَا إِذَا كَانَ فِي إِسْنَادِهِ مَن فِيْهِ مَقَالٌ۔

جیسا کہ وہ حدیث، (بخاری ومسلم کی انفرادی روایت پر مقدم ہوگی) جسے بخاری ومسلم نے بیان تو نہ کیا ہو لیکن اسے اصح الاسانید کا رتبہ دیا گیا ہو۔جیسا کہ مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔❷ یہ سند اس (سند/روایت) پر مقدم ہوگی جسے ان دونوں (بخاری ومسلم) میں سے کسی ایک نے روایت کیا ہو۔ جب اس (انفرادی روایت) کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر مقال (جرح) ہو۔

❶ یہاں "فردا مطلقا" سے مراد خبر احاد کی قسم فرد (غریب) کی اقسام میں سے نہیں ہے۔حالانکہ بادی النظر میں اس سے مراد فرد مطلق ہی معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ دونوں الفاظ الگ الگ ہیں۔''فردا'' کا تعلق پچھلی عبارت سے ہے اور''مطلقا'' سے مراد ہے کہ بیان کردہ اصول کے مطابق اس کم درجہ روایت کو بلند درجہ پر مطلق طور پر فائز کردیا جائے گا۔

❷ یعنی جس روایت کو امام مالک نے نافع سے اور نافع نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہو۔ وہ روایت اصح الاسانید قرار پانے کی وجہ سے تنہا بخاری یا تنہا مسلم کی روایت پر مقدم ہوگی اگرچہ اسے بخاری ومسلم کے علاوہ کسی اور محدث نے ہی بیان کیا ہو۔

②۔حسن لذاتہ:

فَإِنْ خَفَّ الضَّبْطُ أَيْ قَلَّ...... يُقَالُ: خَفَّ الْقَوْمُ خُفُوفًا: قَلُّوا...... وَالْمُرَادُ مَعَ بَقِيَّةِ الشُّرُوطِ الْمُتَقَدِّمَةِ فِي حَدِّ الصَّحِيحِ فَهُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهِ لَا لِشَيْءٍ خَارِجٍ وَ هُوَ الَّذِي يَكُونُ حُسْنُهُ بِسَبَبِ الإِعْتِضَادِ نَحْوَ حَدِيْثُ الْمَسْتُورِ...... إِذَا تَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ۔ وَخَرَجَ بِاشْتِرَاطِ بَاقِي الأَوْصَافِ...... الضَّعِيفُ۔

اگر ضبط خفیف (کمزور) ہو...... اس کا مطلب کم ہونا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: خفَّ القومُ خفوفًا،قوم خفیف ہوگئی۔یعنی: قلُّوا: کم ہوگئی......اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ (ضبط کی کمی) صحیح کی تعریف میں بیان کی گئی شرائط کی موجودگی میں ہو۔❶ تو وہ (روایت) حسن لذاتہ(ذاتی اوصاف کی بنا پرحسن) ہوگی۔کسی خارجی سبب کی بناء پر (حسن)نہیں۔اور وہ (خارجی سبب والی روایت) ایسی حدیث ہےجس کا حُسن قرار پانا کسی (بیرونی) قوت کے باعث ہو؛ جیسا کہ مستور راوی کی ضعیف حدیث ہے❷...... جب اس کے متعدد طرق مل جائیں،اور وہ باقی اوصاف (موجود ہونے) کی شرط سے نکل جائے......(وہ خارجی سبب سےحسن بنے گی لیکن حسن لذاتہ نہیں کہلائے گی۔)❸

وَهٰذَا الْقِسْمُ مِنَ الحَسَنِ مُشَارِكٌ لِلصَّحِيْحِ فِي الإِحْتِجَاجِ بِهِ......وَإِنْ كَانَ دُونَهُ...... وَمُشَابِهٌ لَهُ فِي اِنْقِسامِهِ إِلَى مَرَاتِبَ بَعْضُهَا فَوقَ بَعْضٍ۔

---

❶ یعنی صحیح کی باقی شرائط تو پائی جائیں لیکن ضبط میں کمزوری واقع ہو۔

❷ مستور، اس راوی کو کہتے ہیں: جس کے بارے میں جرح یا تعدیل منقول نہ ہو، اگر منقول ہوتو یہ فیصلہ نہ ہوسکے کہ اس کی تعدیل معتبر ہے یا اس پر کی گئی جرح معتبر ہے۔

❸ اس سے مراد ایسی روایت ہے جس سے ، اس کے راوی کے مستور الحال ہونے کی وجہ سے، توقف کیا گیا تھا۔تو جب اس کے اور بھی طرق مل گئے تو اسے تقویت مل گئی اس بنا پر وہ روایت حسن کا درجہ حاصل کرلے گی لیکن یہ حسن لذاتہ نہیں ہوگی۔ بلکہ حسن لغیرہ ہوگی، جس کی تعریف مردود روایات کے بیان کے تحت آئے گی۔ان شاء اللہ۔

اورحَسن کی یہ قسم (حسن لذاتہ) دلیل بننے کے اعتبار سے صحیح کے برابر ہے......اگرچہ یہ اُس (صحیح) سے کچھ کم درجہ ہے...... اور مراتب کی تقسیم میں بھی اسی (صحیح) کی طرح ہے یعنی اس (حسن) کی بعض روایات بعض سے بلند درجہ ہیں۔

③۔صحیح لغیرہ:

وَبِكَثْرَةِ طُرُقِهِ يُصَحَّحُ وَإِنَّمَا يُحْكَمُ لَهُ بِالصِّحَّةِ عِنْدَ تَعَدُّدِ الطُّرُقِ لأَنَّ لِلصُّوْرَةِ الْمَجْمُوعَةِ قُوَّةً تَجْبُرُ الْقَدْرَ الَّذِي قَصُرَ بِهِ ضَبْطُ رَاوِي الْحَسَنِ عَنْ رَاوِي الصَّحِيْحِ وَمِن ثَمَّ يُطْلَقُ الصِّحَّةُ عَلَى الإِسْنَادِ الَّذِي يَكُونُ حَسَنًا لِذَاتِهِ لَو تَفَرَّدَ إِذَا تَعَدَّدَ۔ وَهٰذَا حَيثُ يَنْفَرِدُ الْوَصْفُ

اور کثرت طرق (کثرت اسناد) کی بنا پر اسے (حسن لذاتہ کو) صحیح قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس پر صحت (صحیح ہونے) کا حکم، طرق (اسناد) زیادہ ہونے کے وقت لگایا جاتا ہے (یعنی کثرت اسناد کی بنا پر لگایا جاتا ہے) کیونکہ اجتماعی صورت (زیادہ اسناد کے مجموعہ) میں وہ قوت ہوتی ہے جو اس کمی کو دور کر دیتی ہے جو صحیح (روایت) کے راوی کے مقابل حسن کے راوی کا ضبط کمزور ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے جب اسناد زیادہ ہوجائیں تو حسن لذاتہ اسناد پر؛ اگرچہ وہ متفرد (مفرد) ہوں؛ صحیح (صحیح لغیرہ) ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا۔ اور یہ تب ہوگا جب (سند کا) ایک ہی وصف (حکم) ہوگا۔ ❶

حسنٌ صحیحٌ کا مفہوم:

فَإِنْ جُمِعَا أَي: الصَّحِيْحُ وَالْحَسَنُ فِي وَصْفٍ وَاحِدٍ كَقَولِ التِّرمذيِّ وَغَيْرِهِ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، فَلِلتَّرَدُّدِ الْحَاصِلِ مِنَ الْمُجْتَهِدِ فِي النَّاقِلِ: هَلِ اجْتَمَعَتْ فِيهِ شُرُوطُ الصِّحَّةِ أَو قَصُرَ عَنْهَا وَهٰذَا حَيثُ يَحصُلِ مِنهُ التَّفَرُّدُ بِتِلْكَ الرِّوَايَةِ۔

❶ یعنی جب وہ سند صرف حسن کہلائے گی، تب اس کی اسناد میں اضافہ ہونے پر اسے صحیح (لغیرہ) کا درجہ دیا جائے گا۔ جس سند کے متعلق حسن یا صحیح یا حسن غریب کہا جائے وہ اس زمرے میں نہیں آتی۔

اگر دو (حکم) یعنی: صحیح اور حسن ایک ہی مقام پر جمع ہوں، جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے: ''حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ'' تو یہ مجتہد (حدیث سے مسائل اخذ کرنے والے) کو ناقل (مصنف) کی طرف سے اس تردد کی وجہ سے ہوتا ہے، کہ اس (روایت کے راوی) میں صحیح کی شرائط موجود ہیں یا وہ اس سے قاصر (خالی) ہے۔ اور یہ (تردد) تب ہوتا ہے جب اس (ناقل) سے اس روایت میں تفرد (ایک سند) حاصل ہو۔ ❶

وَعُرِفَ بِهٰذَا جَوَابُ مَنِ اسْتَشْكَلَ الْجَمْعَ بَيْنَ الْوَصْفَيْنِ؛ فَقَالَ: الْحَسَنُ قَاصِرٌ عَنِ الصَّحِيحِ؛......كَمَا عُرِفَ مِن حَدَّيْهِمَا...... فَفِى الْجَمْعِ بَيْنَ الوَصْفَينِ إِثبَاتٌ لِذٰلِكَ الْقُصُورِ وَنَفيُهُ۔

''اس (بحث) سے اس کا بھی جواب معلوم ہوگیا؛ جس نے دو اوصاف (یعنی دو حکم: صحیح اور حسن) یکجا ہونے پر اشکال بیان کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ حسن تو صحیح سے کم درجہ ہے...... جس طرح کہ ان کی تعریفوں سے واضح ہوتا ہے...... تو دونوں اوصاف یکجا ہونے میں اس کمی کا اثبات بھی ہے اور اس کی نفی بھی۔

وَمُحَصَّلُ الْجَوَابِ: أَنَّ تَرَدُّدَ أَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ فِى حَالِ نَاقِلِهِ اقتَضٰى لِلْمُجْتَهِدِ أَن لَّا يَصِفَهُ بِأَحَدِ الْوَصْفَيْنِ فَيُقَالُ فِيهِ: حَسَنٌ بِإِعْتِبَارِ وَصْفِهِ عِنْدَ قَومٍ، صَحِيحٌ بِإِعْتِبَارِ وَصْفِهِ عِنْدَ قَومٍ، وَغَايَةُ مَا فِيهِ أَنَّهُ حُذِفَ مِنْهُ حَرْفُ التَّرَدُّدِ؛ لأَنَّ حَقَّهُ أَن يَقُولَ: حَسَنٌ أَوْ صَحِيحٌ وَهٰذَا كَمَا حُذِفَ حَرفُ الْعَطفِ مِنَ الَّذِى بَعْدَهُ۔

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ حدیث کا اس حدیث کے ناقل (راوی) کے حال کے بارے میں تردّد (غیر یقینی صورت حال) کا شکار ہونا، مجتہد کے لیے اسی بات کا تقاضا

---

❶ یعنی حدیث سے مسائل اخذ کرتے وقت مجتہد پر یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن؟ ایسا تب ہوتا ہے جب اس روایت کی سند ایک ہی ہو اور اس پر مصنف نے حکم دو (صحیح اور حسن) لگائے ہوں۔

کرتا ہے کہ وہ اس (حدیث/سند) کو دونوں میں سے کسی ایک ہی وصف سے متصف نہ کرے۔ لہٰذا اس (حدیث/سند) کو ''حسن'' ایک جماعت کے ہاں اس کے اس وصف (حسن) کے اعتبار سے کہا جائے گا۔ اور ''صحیح'' دوسری جماعت کے ہاں اس کے اس وصف (صحیح) کے اعتبار سے کہا جائے گا۔ اور اس (بحث) کا خلاصہ یہ ہے کہ اس صورت حال میں تردد (کو ظاہر کرنے) والے لفظ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ حق یہ تھا کہ ''حَسَـنٌ أَو صَحِيحٌ '' (یہ حدیث حسن ہے یا صحیح ہے) کہا جاتا۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ (گرامر کی رو سے) حرف عطف کو اس کے بعد والے لفظ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔

وَعَـلٰـى هٰـذَا فَمَا قِيلَ فِيهِ:حَسَنٌ صَحِيحٌ دُوْنَ مَا قِيلَ فِيهِ صَحِيحٌ؛ لأَنَّ الْجَزْمَ أَقْوىٰ مِنَ التَّرَدُّدِ وَهٰذَا حَيْثُ التَّفَرُّدِ۔

''اسی بنا پر جس کے بارے میں کہا جائے ''حَسَـنٌ صَحِيْحٌ '' وہ اس (حدیث/سند) سے کم درجہ ہے جس کے بارے میں صرف ''صحیح'' کہا گیا ہو۔ کیونکہ ٹھوس بات تردد والی بات سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ اور یہ (جواب) اس صورت میں ہے جب تفرد (ایک ہی سند) ہو۔ ❶

وَ إِلَّا ، أَى: إِذَا لَم يَحْصُلِ التَّفرُّدُ فإِطْلاقُ الوَصْفَينِ مَعًا عَلَى الْحَدِيْثِ يَـكُـونُ بِاعتِبارِ إِسْنَادَيْنِ: أَحَدُهُمَا صَحِيْحٌ وَالآخَرُ حَسَنٌ۔ وَعَلٰى هٰذَا فَـمَـا قِيـلَ فِيـهِ: حَسَنٌ صَحِيحٌ فَوقَ مَا قِيلَ فِيهِ:صَحِيحٌ فَقَطْ۔ إِذَا كَانَ فَرْدًا لِأَنَّ كَثْرَةَ الطُرُقِ تُقَوِّى۔

---

❶ یعنی جب ایک ہی سند کو حسن بھی کہا گیا ہو اور صحیح بھی (یعنی حسن صحیح کہا گیا ہو) تو دوسری طرف ایک ایسی سند ہو جس کو صرف صحیح کہا گیا ہو تو اس صورت حال میں وہ سند بلند درجہ ہوگی جسے صرف صحیح کہا گیا ہے کیونکہ اس کے بارے میں مصنف کو کسی قسم کا تردد نہیں ہے، جبکہ جس سند کو حسن اور صحیح کہا ہے اس کے بارے میں مصنف کو تردد ہے کہ یہ سند حسن ہے یا صحیح؟ [واللہ اعلم بالصواب]

اگر ایسا نہیں ہے، یعنی اگر اس میں تفرد (ایک ہی سند) نہ ہو تو اس روایت پر دونوں حکم (حسن صحیح) یکجا لگانا اس روایت کی دو اسناد کی بنا پر ہوگا کہ ان میں سے ایک صحیح اور دوسری حسن ہوگی۔ تو اس بنا پر جس (روایت) کے بارے میں کہا جائے گا: ''حَسَنٌ صَحِيحٌ '' وہ اس روایت سے بلند درجہ ہوگی جس کے بارے میں صرف ''صَحِيْحٌ'' کہا گیا ہو اور وہ (صحیح روایت) فرد (ایک ہی سند پر مشتمل) ہو۔ کیونکہ کثرت اسناد تقویت دیتی ہے۔ ❶

✧...امام ترمذی رحمہ اللہ کے ہاں ''حسن'' کی تعریف:

فَإِنْ قِيْلَ: قَدْ صَرَّحَ التِّرمِذِيُّ بِأَنَّ شَرطَ الْحَسَنِ أَن يُروَى مِن غَيرِ وَجْهٍ؛ فَكَيفَ يَقُولُ فِي بَعْضِ الأَحَادِيثِ: حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِن هٰذَا الْوَجْهِ۔

''اگر یہ کہا جائے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ حسن (روایت) کی شرط یہ ہے کہ وہ ایک سے زیادہ اسناد سے مروی ہو۔ تو پھر وہ بعض احادیث کے بارے میں ایسا کیوں کہتے ہیں: ''حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ '' (یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں) ❷

فَالْجَوَابُ: أَنَّ التِّرْمِذِيَّ لَمْ يُعَرِّفِ الْحَسَنَ مُطْلَقًا وَ إِنَّمَا عَرَّفَ بِنَوْعٍ خَاصٍّ مِنْهُ وَقَعَ فِي كِتَابِهِ وَهُوَ مَا يَقُولُ فِيهِ: حَسَنٌ مِنْ غَيْرِ صِفَةٍ أُخْرىٰ؛

---

❶ اگر کسی روایت کو حسن صحیح کہا گیا ہو اور اس کی دو اسناد ہوں اور ان میں سے ایک حسن اور دوسری صحیح ہو تو ایسی روایت اُس روایت سے بلند درجہ ہوگی جس کو بلاتردد صحیح تو کہا گیا ہو لیکن اس کی سند ایک ہی ہو (جس کا بیان گزشتہ سطور میں آیا تھا) کیونکہ وہ روایت بلند درجہ ہوتی ہے جس کی اسناد کی تعداد زیادہ ہے۔

❷ یعنی ایک طرف تو امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حسن اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کی اسناد ایک سے زیادہ ہوں اور دوسری طرف کسی روایت کو حسن قرار دے کر مزید یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اس روایت کو اس کے علاوہ کسی اور سند سے ہم نہیں جانتے۔

اس کا جواب یہ ہے: امام ترمذی رحمہ اللہ نے مذکورہ تعریف مطلقا (عمومی) حسن کی نہیں کی، بلکہ انہوں نے تو یہ تعریف ''حسن'' کی اس خاص نوعیت (قسم) کی بیان کی ہے جو ان کی اپنی کتاب میں مذکور ہے۔اور یہ وہ روایت ہے جسے وہ (یعنی امام ترمذی) کسی دوسری (اضافی) صفت کے بغیر ''حسن'' کہتے ہیں۔ ❶

وَذٰلِكَ أَنَّهُ:يَقُولُ فِي بَعْضِ الأَحَادِيثِ:حَسَنٌ۔ وَفِي بَعْضِهَا:صَحِيْحٌ۔ وَفِي بَعْضِهَا: غَرِيْبٌ۔ وَفِي بَعْضِهَا: حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ وَفِي بَعْضِهَا: حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔ وَفِي بَعْضِهَا: صَحِيحٌ غَرِيْبٌ۔ وَفِي بَعْضِهَا: حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ۔

''یہی وجہ ہے کہ وہ کسی حدیث کو(صرف) حسن کہتے ہیں۔اور کسی کو (صرف) صحیح، کسی کو (صرف) غریب، اور کسی کو حسن صحیح، اور کسی کو حسن غریب، اور کسی کو حسن صحیح غریب (کہتے ہیں)۔''

وَتَعْرِيْفُهُ إِنَّمَا وَقَعَ عَلَى الأَوَّلِ فَقَطْ وَعِبَارَتُهُ تُرْشِدُ إِلٰى ذٰلِكَ؛ حَيْثُ قَالَ فِي آخِرِ كِتَابِهِ: وَمَا قُلْنَا فِي كِتَابِنَا:حَدِيْثٌ حَسَنٌ فَإِنَّمَا أَرَدْنَا بِهِ حُسْنَ إِسْنَادِهِ عِنْدَنَا: وَكُلُّ حَدِيثٍ يُرْوَى لا يَكُونُ رَاوِيهِ مُتَّهَمًا بِالْكَذِبِ وَيُرْوَى مِنْ غَيرِ وَجْهٍ نَحوُ ذٰلِكَ وَلا يَكُونُ شَاذًّا فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

امام ترمذی کے ہاں اس (حسن) کی جو تعریف ہے وہ فقط اول الذکر (یعنی صرف حسن) پر لاگو ہے۔اور اس (اصول) کی طرف ان کی عبارت بھی رہنمائی کرتی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں کہا ہے: ہم نے اپنی کتاب میں جہاں، حدیث حسن کہا ہے۔ وہاں ہم نے اس (حدیث) کی سند کا؛ ہمارے نزدیک اچھا ہونا مراد لیا ہے۔

❶ مثلاً: حسن غریب، یا حسن صحیح کہنے کی بجائے صرف حسن کہتے ہیں۔ وہ روایت آپ رحمہ اللہ کی مخصوص تعریف کے مطابق حسن ہوتی ہے۔

اور ہر وہ روایت شدہ حدیث جس کا راوی جھوٹا نہ قرار دیا گیا ہو، اور وہ اسی طرح کی کسی دوسری سند سے بھی مروی ہو، اور وہ شاذ بھی نہ ہو تو ہمارے ہاں وہ حدیث حسن ہے۔ ❶

فَعُرِفَ بِهٰذَا أَنَّهُ إِنَّمَا عَرَّفَ الَّذِى يَقُولُ فِيْهِ: حَسَنٌ فَقَط أَمَّا مَا يَقُوْلُ فِيهِ: حَسَنٌ صَحِيحٌ أَوْ: حَسَنٌ غَرِيبٌ أَوْ: حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ فَلَم يُعَرِّجْ عَلىٰ تَعْرِيفِهِ كَمَا لَم يُعَرِّجْ عَلىٰ تَعْرِيْفِ مَا يَقُوْلُ فِيهِ:صَحِيحٌ فَقَط أَوْ: غَرِيْبٌ فَقَط فَكَأَنَّهُ تَرَكَ ذٰلِكَ اِسْتِغْنَاءً بِشُهرَتِهِ عِندَ أَهلِ الْفَنِّ۔ وَاقْتَصَرَ عَلىٰ تَعْرِيفِ مَا يَقُولُ فِيهِ فِي كِتَابِهِ: حَسَنٌ فَقَط؛ إِمَّا لِغَمُوضِهِ وَإِمَّا لِأَنَّهُ اِصْطِلَاحٌ جَدِيْدٌ؛ وَلِذٰلِكَ قَيَّدَهُ بِقَوْلِهِ: عِنْدَنَا وَلَمْ يَنْسِبْهُ إِلىٰ أَهلِ الْحَدِيثِ كَمَا فَعَلَ الْخَطَّابِيُّ۔

''اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ انہوں (یعنی امام ترمذی رحمہ اللہ) نے صرف اسی حدیث کی (اصولی) تعریف ذکر کی ہے جس کے بارے میں وہ صرف ''حسن'' کہتے ہیں۔ اور جس حدیث کے بارے میں وہ ''حسن صحیح'' یا ''حسن غریب'' یا ''حسن صحیح غریب'' کہتے ہیں وہاں اس تعریف کو اختیار نہیں کرتے۔ اسی طرح جس (حدیث) کے بارے میں صرف ''صحیح'' یا صرف ''غریب'' کہتے ہیں اس کے لیے کسی (الگ) تعریف کو اختیار نہیں کرتے۔ شائد انہوں نے اسے اہل فن (علوم حدیث کے علماء) کے ہاں مشہور ہونے کے باعث (انہی کی تعریف پر) چھوڑ دیا ہے۔ اور صرف اسی حدیث کی (الگ) تعریف بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے جسے وہ اپنی کتاب میں، صرف ''حسن'' کہتے ہیں۔

❶ امام ترمذی رحمہ اللہ کے ہاں اس حدیث کی سند متصل ہو نہ ہو اور اس میں کوئی دوسری علت پائی جاتی ہو یا نہ ہو۔ لیکن اس کے راوی متہم بالکذب (جھوٹے) نہ ہوں اور وہ حدیث خود سے زیادہ صحیح حدیث کے مخالف نہ ہو اور اس کی کوئی دوسری سند بھی موجود ہو جو اسی سند کے اوصاف کی حامل ہو تو وہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ایسا یا تو اس کے مشکل (دقیق) ہونے کے باعث ہے یا اس لیے کہ یہ (حسن) نئ اصطلاح تھی۔ ❶ اسی لیے تو انہوں نے اس (تعریف) کو: ''ہمارے ہاں...'' کہہ کر مقید (مخصوص) کر دیا ہے۔ اور اس (تعریف) کو دیگر علماء فن حدیث کی طرف منسوب نہیں کیا۔ جیسا کہ خطابی نے کر دیا تھا۔ ❷

وَبِهٰـذَا التَّـقْـرِيرِ يَنْدَفِعُ كَثِيرٌ مِنَ الإِيْرَادَاتِ الَّتِي طَالَ الْبَحْثُ فِيْهَا وَلَم يُسْفِر وَجْهُ تَوْجِيهِهَا ، فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلىٰ مَا أَلْهَمَ وَعَلَّمَ۔

اور اس بحث سے بہت سے شبہات ختم ہوجاتے ہیں، جن کے بارے میں بحث بہت طویل ہوجاتی ہے لیکن اس کی توجیہ (اصل صورت حال) سامنے نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے جو الہام کیا اور علم عطا کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد (یعنی شکر) ہے۔

---

❶ مراد یہ ہے کہ شائد امام ترمذی نے حسن کی الگ (اپنی طرف سے) تعریف اس لیے وضع کی ہے کہ یہ اصطلاح صحیح اور غیر صحیح (ضعیف) کے درمیان نئ اور انوکھی اصطلاح تھی۔

❷ امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی رحمہ اللہ، شارح سنن ابی داوٗد نے حسن حدیث کی تعریف وضع کر کے اسے دیگر ائمہ ومحدثین کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ وہ تعریف ان کی اپنی وضع کردہ تھی۔ خطابی کہتے ہیں: ''أَنَّ الْـحَـدِيْثَ عِنْدَ أَهْلِهِ عَلٰى ثَلاثَةِ أَقْسَامٍ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَحَدِيْثٌ حَسَنٌ وَحَدِيْثٌ سَقِيْـمٌ۔ فَـالـصَّـحِيْـحُ عِنْدَهُم مَا اتَّصَلَ سَنَدُهُ وَعَدَلَتْ نَقَلَتُهُ وَالْحَسَنُ مِنْهُ مَا عُرِفَ مَـخْـرَجُـهُ وَاشْتَهَـرَ رِجَـالُهُ وَعَلَيْهِ مَدَارُ أَكْثَرِ الْحَدِيْثِ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُهُ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ وَيَسْتَـعْمِلُهُ عَامَّةُ الْفُقَهَاءِ'' [معالم السنن شرح سنن أبي داؤد، لأبی سليمان حمد بن محمد الخطابی: ١/ ٦۔ الناشر: المطبعة العلمية حلب] ''علماء حدیث کے ہاں حدیث کی تین قسمیں ہیں: صحیح حدیث، حسن حدیث اور کمزور حدیث۔ ان (ائمہ حدیث) کے ہاں صحیح حدیث وہ ہے جس کی سند متصل اور راوی عادل ہوں، اور حسن وہ ہے جس کا مخرج (روایت کیے جانے کا مقام/شہر) معروف اور راوی مشہور ہوں۔ اسی کو اکثر علماء قبول کرتے اور اکثر فقہاء بھی (مسائل کے حل کے لیے) استعمال کرتے ہیں۔'' اس عبارت میں واضح طور پر خطابی رحمہ اللہ نے حسن حدیث کی ایسی تعریف کو ''عندہم...'' کہہ کر دیگر ائمہ فن حدیث کی طرف منسوب کر دیا ہے؛ جو تعریف درحقیقت ان کی اپنی وضع کردہ ہے۔ لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے اپنی وضع کردہ تعریف کو ''عندنا...'' کہہ کر اپنی ہی طرف منسوب کیا ہے۔

ثقہ راوی کی زیادتی (اضافہ)

[اور اس کی مختلف صورتیں]

وَ زِيَادَةُ رَاوِيْهِمَا أَيِ: الْحَسَنِ وَ الصَّحِيْحِ مَقْبُولَةٌ مَا لَمْ تَقَع مُنَافِيَةً لِرِوَايَةِ مَن هُو أَوثَقُ مِمَّنْ لَمْ يَذكُرْ تِلْكَ الزِّيَادَةِ۔

ان دونوں، یعنی حسن اور صحیح کے راویوں کی زیادتی (یعنی الفاظ میں اضافہ) قابل قبول ہے۔ جب وہ (اضافہ) اس روایت (کے راویوں) کی نسبت زیادہ ثقہ ایسے راوی کی روایت کے منافی (مخالف) نہ ہو؛ جس نے اس زیادتی (اضافہ) کو بیان نہیں کیا۔

لِأَنَّ الزِّيَادَةَ: إِمَّا أَن تَكُونَ لَا تَنَافِيَ بَيْنَهَا وَبَينَ رِوَايَةِ مَن لَم يَذكُرهَا؛ فَهٰذِهِ تُقْبَلُ مُطلَقًا؛ لِأَنَّهَا فِي حُكمِ الْحَدِيثِ الْمُسْتَقِلِّ الَّذِي يَتْفَرِدُ بِهِ الثِّقَةُ وَلَا يَروِيْهِ عَنْ شَيْخِهِ غَيرُهُ۔

کیونکہ یہ زیادتی یا تو ایسی ہوتی ہے جو ان (راویوں) کی روایت کے منافی (مخالف) نہیں ہوتی جنہوں نے اس (اضافے) کو بیان نہیں کیا۔ تو ایسی صورت میں مطلقاً اس (اضافے) کو قبول کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ (اضافہ) باقاعدہ ایسی حدیث کے حکم میں ہوتا ہے، جسے بیان کرنے میں ایک ثقہ راوی متفرد (تنہا) ہوتا ہے اور اس کے علاوہ اس کے استاذ سے کسی اور نے یہ اضافہ بیان نہیں کیا ہوتا۔

وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ مُنَافِيَةً بِحَيثُ يَلزِمُ مِنْ قُبُولِهَا رَدُّ الرِّوَايَةِ الأُخرىٰ؛ فَهٰذِهِ هِيَ الَّتِي يَقَعُ التَّرْجِيْحُ بَيْنَهَا وَبَينَ مُعَارِضِهَا؛ فَيُقبَلُ الرَّاجِحُ وَيُرَدُّ الْمَرجُوحُ۔

یا (یہ زیادتی) ایسی ہوتی ہے کہ اسے قبول کرنے سے دوسری روایت کا رد (یعنی ترک کرنا) لازمی ہوجاتا ہے۔تو یہی وہ صورت ہے کہ جب اس (زیادتی) اور اس کے مقابل (مخالف) روایت کے درمیان ترجیح قائم ہوتی ہے۔لہذا راجح کوقبول کرلیا جاتا ہےاورمرجوح کوچھوڑ دیا جاتا ہے۔

وَاشْتُهِـرَ عَـنْ جَـمْـعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ القَولُ بِقَبُولِ الزِّيَادَةِ مُطْلَقًا مِنْ غَيرِ تَـفْـصِيْـلٍ وَ لا يَتَأَتَّى ذٰلِكَ عَلٰى طَرِيقِ المُحَدِّثِينَ الَّذِينَ يَشْتَرِطُونَ فِي الصَّحِيْحِ أَن لَّا يَكُونَ شَاذًّا ثُمَّ يُفَسِّرُونَ الشُّذُوذَ بِمُخَالَفَةِ الثِّقَةِ مَن هُوَ أَوْثَقُ مِنْهُ۔

''اور بغیر کسی تفصیل (توجیہ) کے، زیادتی (اضافے) کوقبول کر لینے کے حق میں علماء کی ایک جماعت کا قول مشہور ہے۔اور یہ ان محدثین کے انداز (اسلوب) کے موافق نہیں ہے، جوصحیح (حدیث) کے لیے یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ شاذ نہ ہو اور شذوذ (شاذ ہونے) کی وضاحت: ''ثقہ کی اپنے سے زیادہ ثقہ سے مخالفت'' بیان کرتے ہیں۔ [1]

وَالْـعَـجَـبُ مِـمَّـنْ غَـفَـلَ عَن ذٰلِكَ مِنْهُم مَعَ اِعْتِرَافِهِ بِاشْتِرَاطِ اِنْتِفَاءِ الشُّذُوذِ فِي حَدِّ الْحَدِيثِ الصَّحِيْحِ وَكَذَا الْحَسَنُ۔

''اس پر تعجب ہے جو؛صحیح اورحسن کی تعریف میں شذوذ نہ ہونے کی شرط کا اعتراف کرنے کے باوجود،اس (اسلوب) سے غافل (بےخبر) ہے۔''

✧...اوثق کی روایت کے منافی اضافہ قبول کرنے پرعلماء کی آراء:

وَالْـمَـنْـقُـولُ عَنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ: كَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَيَحْيٰى الْقَطَّانِ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَيَحْيَى بْنِ مَعِينٍ وَعَلِيٍّ بنِ الْمَدِينِيِّ

[1] یعنی جن محدثین کے ہاں حدیث کے صحیح ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ حدیث اپنے راویوں سے زیادہ ثقہ راویوں کی روایت کے مخالف نہ ہو۔کسی روایت میں کسی راوی کے اضافے کو بلا تردد قبول کر لینا ایسے محدثین کے قوانین کے منافی ہے۔

وَالبُخَارِيِّ وَأَبِي زُرْعَةَ الرَّازِيِّ وَأَبِي حَاتِمٍ وَالنَّسَائِيِّ وَالدَّارَقُطْنِيِّ وَغَيْرِهِمْ اعْتِبَارُ التَّرْجِيحِ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالزِّيَادَةِ وَغَيْرِهَا وَلا يُعرفُ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُم إِطلاقُ قَبُولِ الزِّيَادَةِ۔

متقدمین ائمہ حدیث، مثلاً: عبدالرحمٰن بن مہدی، یحییٰ (بن سعید) القطان، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، بخاری، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم، نسائی اور دارقطنی رحمہم اللہ وغیرہ سے زیادتی (حدیث میں الفاظ کے اضافہ) کے متعلق ترجیح (راجح اور مرجوح کی حیثیت سے قبول یا رد کرنے) کو معتبر سمجھنے کا قول منقول ہے۔ ان (ائمہ) میں سے کسی سے بھی؛ زیادتی کو مطلقاً قبول کر لینا، منقول نہیں ہے۔

وَ أَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ إِطلاقُ كَثِيرٍ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ القَوْلَ بِقَبُولِ زِيَادَةِ الثِّقَةِ مَعَ أَنَّ نَصَّ الشَّافِعِيِّ يَدُلُّ عَلىٰ غَيْرِ ذٰلِكَ، فَإِنَّهُ قَالَ فِي أَثْنَاءِ كَلامِهِ عَلىٰ مَا يَعتَبَرُ بِهِ حَالُ الرَّاوِي فِي الضَّبْطِ مَا نَصُّهُ: وَيَكُونَ إِذَا شَرِكَ أَحَدًا مِنَ الْحُفَّاظِ لَم يُخَالِفهُ فَإِنْ خَالَفَهُ فَوُجِدَ حَدِيثُهُ أَنقَصَ كَانَ فِي ذٰلِكَ دَلِيْلٌ عَلىٰ صِحَّةِ مَخرَجِ حَدِيثِهِ۔ وَمَتىٰ خَالَفَ مَا وُصِفَ أَضَرَّ ذٰلِكَ بِحَدِيْثِهِ۔ اِنْتَهىٰ كَلَامُهُ۔

اس سے بھی بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ اکثر شافعیہ سے، ثقہ کی زیادتی (اضافہ) کو مطلقاً قبول کر لینے کا قول منقول ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کا واضح قول اس کے برعکس دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے ضبط کے اعتبار سے راوی کی حالت بیان کرنے سے متعلق بات کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''جب کوئی راوی حفاظ (کبار محدثین) میں سے کسی کے ساتھ (کسی روایت کو بیان کرنے میں) شریک ہو، اور وہ راوی اس (بڑے محدث) کی مخالفت نہ کرے۔ ❶ اور اگر اس راوی نے اس (بڑے محدث) کی مخالفت کی ہو اور

❶ یعنی اس راوی نے خود سے بڑے محدث کی بیان کردہ روایت جیسی روایت بیان کی ہو، اور اس کی روایت کے الفاظ بڑے محدث کی روایت سے کم یا زیادہ نہ ہوں۔ اور اس روایت کا مفہوم بھی وہی ہو۔

اس کی اپنی روایت ناقص (یعنی اضافے کے بغیر) ہو، ❶ تو یہ اس راوی کی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ اور جہاں کہیں وہ راوی (بڑے محدث کی روایت کی) مخالفت کردے، جس (مخالفت) کا ذکر کیا گیا ہے؛ ❷ تو یہ (مخالفت) اس راوی کی حدیث کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی بات ختم ہوئی۔

وَ مُقتَضَاهُ أَنَّهُ إِذَا خَالَفَ فَوُجِدَ حَدِيثُهُ أَزْيَدَ أَضَرَّ ذٰلِكَ بِحَدِيثِهِ فَدَلَّ عَلىٰ أَنَّ زِيَادَةَ الْعَدْلِ عِنْدَهُ لا يَلزَمُ قَبُولُهَا مُطلَقًا وَ إِنَّمَا يُقبَلُ مِنَ الْحَافِظِ۔

امام شافعی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی راوی (بڑے محدث) کی مخالفت اس طرح سے کرے کہ اس کی اپنی روایت زیادتی (اضافے) والی ہو ❸ تو یہ (مخالفت) اس کی حدیث کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی۔ یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ عادل (ثقہ راوی) کی زیادتی (اضافہ) امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں مطلقاً (ہر راوی سے) قبول کر لینا ضروری نہیں ہے۔ یہ صرف حافظ (بڑے محدث) سے ہی قبول کی جاتی ہے۔

فَإِنَّهُ اِعتَبَرَ أَن يَكُونَ حَدِيثُ هٰذَا المُخَالِفِ أَنقَصَ مِن حَدِيثِ مَن خَالَفَهُ مِنَ الحُفَّاظِ وَجَعَلَ نُقصَانَ هٰذَا الرَّاوِيِّ مِنَ الْحَدِيثِ دَلِيلاً عَلىٰ صِحَّتِهِ؛ لأَنَّهُ يَدُلُّ عَلىٰ تَحَرِّيهِ وَجَعَلَ مَا عَدَا ذٰلِكَ مُضِرًّا بِحَدِيثِهِ؛ فَدَخَلَتْ فِيهِ الزِّيَادَةُ؛ فَلَو كَانَتْ عِندَهُ مَقْبُولَةً مُطْلَقًا لَم تَكُنْ مُضِرَّةً بِحَدِيثِ صَاحِبِهَا۔وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

---

❶ یعنی وہ راوی کوئی ایسی روایت بیان کرے جو کسی بڑے محدث نے بھی بیان کی ہو، البتہ بڑے محدث سے تو اس روایت میں زیادتی (اضافہ) منقول ہو لیکن اس راوی نے وہ اضافہ بیان نہ کیا ہو۔

❷ یعنی یہ راوی بڑے محدث کی روایت کی مخالفت اس طرح سے کرے کہ یہ اپنی روایت میں اضافہ بیان کرے جبکہ بڑے محدث سے اس روایت میں کوئی اضافہ منقول نہ ہو۔

❸ لیکن بڑے محدث سے اس روایت میں اضافہ منقول نہ ہو۔

انہوں (شافعی) نے اس بات کا اعتبار کیا ہے کہ اس مخالف (بڑے محدث کی مخالفت کرنے والے) راوی کی حدیث اُس حافظ (بڑے محدث) کی روایت سے ناقص (کمی والی) ہے، جس کی اِس راوی نے مخالفت کی ہے۔اور انہوں (شافعی) نے اس راوی کی حدیث میں (الفاظ کی) کمی کو اس کی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ چیز اس راوی کے بہت زیادہ محتاط ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو (مخالفت) اس کے علاوہ ہے اسے اس کی حدیث کے لیے نقصان دہ قرار دیا ہے۔ اس (ثانی الذکر مخالفت) کے مفہوم میں اضافہ شامل ہے۔اگر یہ اضافہ ان (شافعی) کے ہاں مطلقاً قابل قبول ہوتی تو یہ اضافہ کرنے والے کی حدیث کے لیے نقصان دہ نہ ہوتی۔ ❶

محفوظ اور شاذ (روایات):

فَإِنْ خُـولِفَ بِـأَرْجَحَ مِنْهُ: لِمَزِيْدِ ضَبْطٍ أَوْ كَثْرَةِ عَدَدٍ أَو غَيْرِ ذٰلِكَ مِن وُجُـوهِ التَّـرْجِيْـحَـاتِ فَـالـرَّاجِـحُ يُقَالُ لَهُ: الْمَحْفُوظُ. وَمُقَابِلُهُ وَهُوَ الْمَرْجُوْحُ يُقَالُ لَهُ: الشَّاذُّ.

’’اگر اس (صحیح یا حسن روایت کے راوی) کی مخالفت؛ اس سے زیادہ معتبر (برتر)، یعنی مضبوط ضبط اور کثرت تعداد یا ان کے علاوہ ترجیح کی کسی خوبی کی بنا پر (اس راوی کی روایت کی نسبت) معتبر روایت سے کی گئی ہو، تو (ان میں سے) راجح (معتبر روایت) کو محفوظ کہا جاتا ہے۔ اور اس کے مقابل؛ جو مرجوح (جس کو ترجیح نہیں دی گئی) ہے، اسے شاذ کہا جاتا ہے۔

❶ مراد یہ ہے کہ اگر وہ راوی حدیث بیان کرتے وقت بڑے محدث کی حدیث کی نسبت کم الفاظ بیان کرے یعنی بڑے محدث کا اضافہ ذکر نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس صورت میں اس راوی کی حدیث قابل قبول ہوگی۔ لیکن اگر وہ اضافہ بیان کرے لیکن وہ اضافہ بڑے محدث کی روایت میں نہ ہو تو ایسی صورت میں اس راوی کی حدیث کو نقصان پہنچے گا، یعنی اس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی۔ اس بحث سے واضح ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ ہر طرح کی زیادتی / اضافے کو ہر طرح کے راوی سے قبول کر لینے کے حق میں نہیں تھے۔

مِثَالُ ذٰلِكَ: مَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنِّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مِن طَرِيقِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَـنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَن عَوسَجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَجُلاً تُوُفِّيَ عَلٰى عَهْـدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَدَع وَارِثًا إِلَّا مَولىً هُوَ أَعْتَقَهُ ـــ اَلْحَدِيْث۔

''اس کی مثال وہ (روایت) ہے جسے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے ابن عیینہ عن عمرو بن دینار عن عوسجہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے، کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں وفات پا گیا اور اس کا صرف ایک غلام کے علاوہ کوئی وارث نہ تھا، اور اس (غلام) کو بھی وہ آزاد کر چکا تھا۔...الحدیث۔ ❶

وَتَـابَعَ ابنَ عُيَينَةَ عَلٰى وَصْلِهِ ابنُ جُرَيْجٍ وَغَيرُهُ وَخَالَفَهُ حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ؛ فَـرَوَاهُ عَـنْ عَـمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ۔ وَلَمْ يَذكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ۔ قَالَ أَبُوحَاتِمٍ: الْمَحْفُوظُ حَدِيثُ ابْنِ عُيَينَةَ۔ اِنْتَهٰى كَلامُهُ۔

''اس روایت کو موصول بیان کرنے میں ابن جریج وغیرہ نے ابن عیینہ کی متابعت کی ہے۔ ❷ البتہ حماد بن زید نے اس روایت کی مخالفت کی ہے۔ حماد نے اسے عن عمرو بن دینار عن عوسجہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔ ❸ ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن عیینہ کی روایت محفوظ ہے۔ ......ابوحاتم کی بات ختم ہوئی......

---

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کا ترکہ اس کے آزاد کردہ غلام کو دے دیا۔ [دیکھئے: سنن الترمذی، الفرائض، باب فی میراث المولیٰ الاسفل، حدیث، ۲۱۰۶]

❷ یعنی ابن عیینہ رحمہ اللہ نے اسے متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے اسی طرح ابن جریج نے بھی اسے بیان کیا ہے۔

❸ یعنی حماد نے سند میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ دیکھئے: حماد بن زید عن عمرو عن عوسجۃ مولی بن عباس: أن رجلا مات علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...[سنن البیہقی الکبریٰ: ۶/۲۴۲، حدیث، ۱۲۱۷۶]

فَحَمَّادُ بنُ زَيدٍ مِنْ أَهلِ الْعَدَالَةِ وَالضَّبطِ وَمَعَ ذٰلِكَ رَجَّحَ أَبُوحَاتِمٍ رِوَايَةَ مَنْ هُمْ أَكْثَرُ عَدَدًا مِنْهُ۔

''حماد بن زید عدالت وضبط والے راویوں میں سے ہے۔ اس کے باوجود ابوحاتم رحمہ اللہ نے ان کی روایت کو راجح (معتبر) قرار دیا ہے جو تعداد میں اس سے زیادہ ہیں۔ ❶

وَعُرِفَ مِن هٰذَا التَّقْرِيْرِ أَنَّ الشَّاذَّ: مَا رَوَاهُ الْمَقْبُولُ مُخَالِفًا لِمَن هُوَ أَولىٰ مِنْهُ وَهٰذَا هُوَ الْمُعتَمَدُ فِي تَعْرِيْفِ الشَّاذِ بِحَسَبِ الإِصْطِلاحِ۔

اس تقریر (بحث) سے یہ معلوم ہوا کہ شاذ وہ (روایت) ہے جسے مقبول راوی اس (راوی) کی مخالفت میں بیان کرے جو اس سے زیادہ بہتر (زیادہ مقبول) ہے۔ اور بطور اصطلاح، شاذ کی یہی تعریف قابل اعتماد (معتبر) ہے۔

معروف اور منکر (روایات):

وَ إِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ مَعَ الضَّعْفِ؛ فَالرَّاجِحُ يُقَالُ لَهُ: الْمَعْرُوفُ وَمُقَابِلُهُ يُقَالُ لَهُ:الْمُنْكَرُ۔

اگر یہ مخالفت ضعف کے باوجود ہو، تو اس صورت میں راجح (صحیح) روایت کو معروف اور

---

❶ یہ روایت جس سند سے سفیان بن عیینہ نے بیان کی ہے اسی سند سے ابن جریج نے بیان کی ہے، اسے متابعت کہا جاتا ہے۔ اور حماد بن زید نے اس سے مختلف سند کے ساتھ بیان کی ہے۔ اسے مخالفت کہا جاتا ہے۔ یہ مخالفت سند میں بھی ہوسکتی ہے اور متن میں بھی، البتہ یہاں سند میں مخالفت کا ذکر کیا گیا ہے جس کی وضاحت یہ ہے کہ ابن عیینہ اور ابن جریج کی سندیں متصل ہیں۔ کیونکہ ان میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام ذکر ہے۔ جبکہ حماد بن زید کی سند منقطع ہے کیونکہ اس میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام ذکر نہیں ہے۔ اس مخالفت (اختلاف) کے پیش نظر ابن عیینہ کی سند راجح ہے، کیونکہ ابن جریج کی سند سے اس سند کی متابعت بھی کی گئی ہے، اور یہ سند متصل بھی ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں حماد بن زید کی سند راجح نہیں ہے۔ لہذا ابن عیینہ کی سند راجح (معتبر) ہونے کی وجہ سے محفوظ اور اس کے مقابل حماد بن زید کی سند مرجوح (غیر معتبر) ہونے کی وجہ سے شاذ کہلائے گی۔ حالانکہ حماد بن زید صاحب عدالت وثقاہت راوی ہے۔ لیکن اس کے مقابل ابن عیینہ اور ابن جریج، دو ثقہ راوی ہیں۔ یعنی یہ حماد سے تعداد میں زیادہ ہیں۔ اس لیے ان دونوں کی سند راجح ہے۔

اس کے مقابل (ضعیف روایت) کو منکر کہا جائے گا۔ ❶

مِثَالُهُ: مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِی حَاتِمٍ مِن طَرِیقِ حُبَیِّبِ بْنِ حَبِیبٍ وَهُوَ أَخُو حَمزَةَ بنِ حَبِیْبٍ الزَّیَّاتِ الْمُقْرِئَ عَن أَبِی إِسْحَاقَ عَنِ الْعَیزَارِ بْنِ حُرَیثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَی الزَّکَاةَ وَحَجَّ الْبَیْتَ وَصَامَ وَقَرَی الضَّیْفَ دَخَلَ الجَنَّةَ۔ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ: هُوَ مُنْکَرٌ؛ لأَنَّ غَیرَهُ مِنَ الثِّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ مَوْقُوفًا وَهُوَ الْمَعْرُوفُ۔

''اس کی مثال وہ (روایت) ہے جسے ابن ابی حاتم نے حبیّب بن حبیب، جو کہ حمزہ بن حبیب زیّات المقری کا بھائی ہے، ❷ کی سند سے اس طرح بیان کیا ہے: عن ابی اسحاق عن عیزار بن حریث عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: جس نے نماز قائم کی اور زکاۃ ادا کی اور بیت اللہ کا حج کیا اور (رمضان کے) روزے رکھے اور مہمان کی مہمان نوازی کی، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ (روایت) منکر ہے۔ کیونکہ اس (حُبَیِّب) کے علاوہ اس روایت کو ثقہ راوی نے ابواسحاق سے موقوف

---

❶ ضعف سے مراد: راوی کا مجہول ہونا، یا اس کا حافظہ خراب ہونا، جھوٹا ہونا، یا بدعقیدہ یعنی کفریہ نظریات کا حامل ہونا، وغیرہ ہے۔ لہٰذا اگر ایسا راوی کسی روایت کو مرفوع بیان کرے اور اسی روایت کو کوئی ثقہ راوی موقوف بیان کرے، یا اس ضعیف راوی کی روایت سے اخذ ہونے والا شرعی حکم اور مسئلہ کسی ثقہ راوی کی بیان کردہ روایت سے اخذ ہونے والے شرعی حکم اور مسئلہ کے منافی و مخالف ہو۔ تو اس ضعیف راوی کی (بالترتیب) سند اور روایت کو منکر جبکہ اس کے برعکس ثقہ راوی کی (بالترتیب) سند اور روایت کو معروف کہا جائے گا۔

❷ حُبَیِّب بن حبیب ضعیف راوی ہے۔ دیکھئے: الضعفاء والمتروکون، لابن الجوزی: ۱/ ۱۹۰، مطبوعة دارالکتب العلمیة بیروت۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، لابن عدی: ۳/ ۳۳۰، مطبوعة دارالکتب العلمیة بیروت]

بیان کیا ہے۔ اور وہی (ثقہ کی روایت) معروف ہے۔ ❶

شاذ اور منکر میں فرق:

وَعُرِفَ بِهٰذَا أَنَّ بَينَ الشَّاذِّ وَالْمُنكَرِ عُمُومًا وَخُصُوصًا مِن وَجْهٍ؛ لأَنَّ بَينَهُمَا اجْتِمَاعًا فِي اِشْتِرَاطِ الْمُخَالَفَةِ وَافْتِرَاقًا فِي أَنَّ الشَّاذَّ رِوَايَةُ ثِقَةٍ أَو صَدُوقٍ وَالْمُنكَرُ رِوَايَةُ ضَعِيفٍ۔ وَقَدْ غَفَلَ مَنْ سَوَّى بَينَهُمَا۔ وَاللّٰهُ تَعَالىٰ أَعْلَمُ۔

اس (بحث) سے یہ معلوم ہوا کہ شاذ اور منکر کے درمیان ایک طرح سے عموم وخصوص کا فرق ہے۔ ❷ کیونکہ دونوں کے درمیان مشترک شرط ''مخالفت کرنا'' ہے۔ ❸

---

❶ حُبَیِّب بن حبیب نے اس روایت کو مرفوع بیان کیا ہے۔ اس کی سند دیکھئے: المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۲/۱۳۶، حدیث: ۱۲۶۹۲، مطبوعة: القاهرة] جبکہ معمر نے اسی روایت کو سیدنا ابن عباس پر موقوف بیان کیا ہے۔ دیکھئے: مَعمَرٌ عَن أَبِي إِسحَاقَ عَنِ العَيزَارِ بنِ حُرَيثٍ أَنَّ ابنَ عَبَّاسٍ أَتَاهُ الأَعرَابُ . . . فَقَالَ ابنُ عَبَّاسٍ . . . ۔ [شعب الایمان، للبیهقی: ۱۲/۱۲٤، ح: ۹۱٤۷] معمر بن راشد الازدی ثقہ اور مقبول راوی ہیں۔ [الأعلام، للزرکلی: ۷/۲۷۲] اسی روایت کو عمار بن رزیق نے بھی ابواسحاق سے موقوف بیان کیا ہے۔ دیکھئے: [اکرام الضیف، لابی اسحاق الحربی: ۳۳] عمار بن رزیق ثقہ اور صاحب عدالت راوی ہے یہ رجال مسلم میں سے ہے۔

❷ یعنی ان کے درمیان صرف ایک وصف کی بنا پر فرق ہے۔ اور وہ وصف ایک روایت کو خاص اور دوسری کو عام طور پر قابل ردّ قرار دیتا ہے۔ یعنی ان میں سے ایک تو عام طور پر، بغیر کسی خاص وصف کے مردود ہے جبکہ دوسری روایت میں اس کی نسبت ایک وصف زیادہ ہوتا ہے، اور وہ وصف ہے، راوی کا ثقہ ہونا؛ مراد یہ ہے کہ شاذ کا راوی ہوتا تو ثقہ ہے لیکن اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہے، جبکہ منکر میں یہ وصف نہیں ہوتا اس کا راوی ہوتا ہی ضعیف ہے، جو ضعیف ہونے کے باوجود ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہے۔ یہ مخالفت سند اور متن دونوں میں ہو سکتی ہے۔ سند میں اس طرح کہ یہ ایک روایت کو مرفوع بیان کر رہا ہو جبکہ اسی روایت کو ثقہ راوی نے موقوف بیان کیا ہو۔ اور متن میں مخالفت اس طرح ہے کہ اس (ضعیف راوی) کی بیان کردہ روایت ثقہ راوی کی بیان کردہ روایت کے مخالف مفہوم کی حامل ہو۔

❸ یعنی دونوں کی نوعیت میں اگرچہ فرق ہے لیکن ان کے مردود ہونے کی شرط مشترکہ ہی ہے، اور وہ ہے خود سے معتبر روایت کے مخالف ہونا۔

اور فرق یہ ہے کہ شاذ، ثقہ یا صدوق (سچے) راوی کی روایت ہوتی ہے جبکہ منکر، ضعیف راوی کی روایت ہوتی ہے۔ جو ان دونوں کو مساوی (ایک جیسا) قرار دیتا ہے وہ (ان کی حقیقت سے) غافل ہے۔ ❶...... (واللہ اعلم)



❶ یہاں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا اشارہ امام ابن الصلاح رحمہ اللہ کی طرف ہے۔ انہوں نے شاذ اور منکر میں فرق نہیں کیا۔

متابعت اور اس کی اقسام

[① متابعت تامہ...... ② متابعت قاصرہ]

وَمَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ الْفَرْدِ النِّسْبِيِّ إِنْ وُجِدَ بَعدَ ظَنِّ كَونِهِ فَرْدًا قَدْ وَافَقَهُ غَيرُهُ فَهُوَ: الْمُتَابِعُ۔...... بِكَسْرِ الْمُوَحَّدَةِ......

اور جس (حدیث) کا ذکر فرد نسبی کے نام سے گزرا ہے، اس کے فرد (غریب) ہونے کا یقین ہوجانے کے بعد اگر معلوم ہوجائے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا (راوی) اس کی موافقت کر رہا ہے تو وہ متابع ہوگا۔......(متابع: ب، کے نیچے زیر)......

وَ الْـمُتَـابَعَةُ عَلىٰ مَرَاتَبَ: إِنْ حَصَلَتْ لِلرَّاوِي نَفْسِهِ فَهِيَ التَّامَّةُ۔ وَ إِنْ حَصَلَتْ لِشَيخِهِ فَمَنْ فَوقَهُ فَهِيَ الْقَاصِرَةُ۔ وَيُسْتَفَادُ مِنْهَا التَّقْوِيَّةُ۔

متابعت کے درجات ہیں: اگر وہ اسی راوی کی ذات سے ہوتو وہ متابعت تامہ ہے۔ اور اگر اس کے شیخ یا اس سے اوپر کسی سے ہوتو وہ متابعت قاصرہ ہے۔ اس (متابعت) سے تقویت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ❶

متابعت تامہ اور قاصرہ کی مثالیں:

مِثَالُ الْمُتَابَعَةِ: مَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِي الأمِّ: عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ دِيْنَارٍ

❶ چونکہ فرد نسبی میں سند کے کسی ایک طبقہ میں ایک ہی راوی ہوتا ہے، لہٰذا اگر اس راوی کی جگہ کسی دوسری سند میں کوئی اور راوی آجائے تو اسے متابعت تامہ کہیں گے۔ اور اگر اس راوی نے جس شیخ (استاذ) سے وہ روایت بیان کی ہے اس شیخ کی جگہ کسی دوسری سند میں کوئی دوسرا استاذ آجائے، تو یہ بھی پہلی روایت کے لیے متابع ہوگی لیکن اس متابعت کو قاصرہ کہیں گے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ اٰلِہِ وَ صَحْبِہِ وَسَلَّمَ قَالَ: الشَّھْرُ تِسعٌ وَعِشْرُونَ فَلا تَصُومُوا حَتّٰی تَرَوُا الْھِلالَ وَلا تُفْطِرُوا حَتّٰی تَرَوْہُ فَإِنْ غُمَّ عَلَیکُم فَأَکْمِلُوا الْعِدَّۃَ ثَلاثِیْنَ۔

متابعت کی مثال وہ (روایت) ہے جسے امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام ❶ میں، عن مالک عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، (کی سند سے) بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الشَّھرُ تِسعٌ وَعِشرُونَ لا تَصُومُوا حَتّٰی تَرَوُا الھِلالَ وَلا تُفطِرُوا حَتّٰی تَرَوہُ فَإِن غُمَّ عَلَیکُم فَأَکمِلُوا العِدَّۃَ ثَلاثِینَ۔'' (مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے۔ لہذا تم چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرو اور اسے دیکھ کر ہی روزے رکھنا بند کرو۔ اگر تم پر بادل چھا جائیں تو تیس دن کی تعداد پوری کرو۔) ❷

فَھٰذَا الْحَدِیْثُ بِھٰذَا اللَّفْظِ ظَنَّ قَوْمٌ أَنَّ الشَّافِعِیَّ تَفَرَّدَ بِہِ عَن مَالِکٍ فَعَدَّوْہُ فِی غَرَائِبِہِ؛ لأَنَّ أَصْحَابَ مَالِکٍ رَوَوْہُ عَنْہُ بِھٰذَا الإِسْنَادِ بِلَفْظِ: فَإِنْ غُمَّ عَلَیکُمْ فَاقْدُرُوا لَہُ۔ لٰکِن وَجَدْنَا لِلشَّافِعِیِّ مُتَابِعًا وَھُوَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مَسلَمَۃَ الْقَعنَبِیُّ کَذٰلِکَ أَخْرَجَہُ البُخَارِیُّ عَنْہُ عَنْ مَالِکٍ۔ وَھٰذِہِ مُتَابَعَۃٌ تَامَّۃٌ۔

''لوگوں کو ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کے بارے میں وہم ہوگیا کہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا تفرد (تفرد نسبی) ہے؛ کہ امام مالک رحمہ اللہ سے صرف شافعی رحمہ اللہ نے اسے روایت کیا ہے۔ لہذا لوگوں نے اسے امام شافعی رحمہ اللہ کے غرائب (تفرد) میں شمار کر لیا۔ کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ کے دیگر شاگردوں نے اسے ان الفاظ سے روایت کیا تھا: ''فَإِن غُمَّ عَلَیکُم فَاقدُرُوا لَہُ'' (اگر تم پر بادل چھا جائیں تو اس، یعنی چاند، کا

❶ کتاب الام، امام شافعی رحمہ اللہ کی معروف تصنیف ہے۔

❷ دیکھئے: الأم، ۲/۱۰۳۔ مطبوعۃ: دارالمعرفۃ بیروت] بسند الشَّافِعِیّ قَالَ أَخبَرَنَا مَالِکٌ عَن عَبدِاللّٰہِ بنِ دِینَارٍ عَن ابنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ . . .

حساب لگالو۔) لیکن ہمیں امام شافعی رحمہ اللہ کا ''فَاكْمِلُوا العِدّةَ ثَلاثِين'' (...تیس دن کی تعداد پوری کرو۔) کے الفاظ کا متابع مل گیا ہے، اور وہ: عبداللہ بن مسلمہ قعنبی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس یہی روایت عبداللہ بن مسلمہ قعنبی عن مالک...(کی سند سے) بیان کی ہے۔❶ یہ متابعت تامہ ہے۔

وَ وَجَدْنَا لَهُ أَيْضًا مُتَابَعَةً قَاصِرَةً فِي صَحِيْحِ ابْنِ خُزَيمَةَ مِن رِوَايَةِ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَن أَبِيْهِ مُحَمَّدِ بْن زَيدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبدِاللّٰهِ بْنِ عُمرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِلَفْظِ:فَكَمِّلُوا ثَلاثِيْنَ وَفِي صَحِيْحِ مُسْلِمٍ مِن رِوَايَةِ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِلَفْظِ:فَاقْدُرُوا ثَلاثِيْنَ۔

اور اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کی متابعت قاصرہ بھی ہمیں مل گئی ہے۔ جو صحیح ابن خزیمہ میں: عاصم بن محمد عن ابیہ محمد بن زید عن جدہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (کی سند) سے ان الفاظ میں مروی ہے:''فَكَمِّلُوا ثَلاثِينَ '' (تیس دن پورے کرو)۔❷ اور صحیح مسلم میں عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عن نافع عن ابن عمر ان الفاظ میں مروی ہے:''فَاقْدرُوا ثَلاثِينَ '' (تیس دنوں کا حساب لگالو)۔❸

---

❶ دیکھئے: حَدَّثَنَا عَبدُاللّٰهِ بنُ مَسلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ دِينَارٍ عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الشَّهرُ تِسعٌ وَعِشرُونَ لَيلَةً فَلا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوهُ فَإِن غُمَّ عَلَيكُم فَأَكمِلُوا العِدَّةَ ثَلاثِينَ۔ [صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ اذا رأيتم الهلال فصوموا، رقم الحديث،١٩٠٧]

❷ دیکھئے: عَاصِمُ بنُ مُحَمَّدٍ العُمَرِيُّ عَن أَبِيهِ عَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: . . . فَإِن غُمَّ عَلَيكُم فَأَكمِلُوا ثَلاثِينَ۔[صحيح ابن خزيمة، ٣/٢٠٢، رقم الحديث: ١٩٠٩۔ كمّلوا کی جگہ، اكمِلوا، ہے۔

❸ دیکھئے: حَدَّثَنَا عُبَيدُاللّٰهِ عَن نَافِعٍ عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ . . فَاقدِرُوا لَهُ ثَلاثِينَ۔ [صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال، ح، ١٠٨٠] یہاں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے متابعت قاصرہ کی دو مثالیں بیان کی ہیں۔ ① عاصم بن محمد عن ابیہ محمد بن زید عن جدہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے ہے۔ ☚.....

وَلا اِقْتِصَارَ فِي هٰذِهِ الْمُتَابَعَةِ ......سَوَاءٌ كَانَتْ تَامَّةً أَمْ قَاصِرَةً...... عَلَى اللَّفْظِ بَل لَو جَاءَ تْ بِالْمَعْنىٰ لَكَفىٰ لٰكِنَّهَا مُخْتَصَّةٌ بِكَوْنِهَا مِن رِوَايَةِ ذٰلِكَ الصَّحَابِيِّ۔

متابعت میں الفاظ کا لحاظ نہیں ہے، ......چاہے وہ متابعت تامہ ہو یا متابعت قاصرہ...... بلکہ وہ (روایت) بالمعنی بھی ہو تو (متابعت کے لیے) کافی ہے۔لیکن اس میں یہ خصوصیت ضرور ہونی چاہیے کہ وہ روایت بھی اسی صحابی سے مروی ہو۔ ❶

شاہد اور اس کی مثال:

وَإِنْ وُجِدَ مَتنٌ يُروىٰ مِنْ حَدِيْثِ صَحَابِيٍّ آخَرَ يَشبَهُهُ فِي اللَّفْظِ وَالْمَعْنىٰ أَوْ فِي الْمَعْنىٰ فَقَطْ فَهُوَ الشَّاهِدُ۔ وَمِثَالُهُ فِي الْحَدِيْثِ الَّذِي

..... ☚ اس میں ”کَمِّلُوا ثَلاثِینَ“ (تیس دن پورے کرو) کے الفاظ ہیں۔ ② عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے ہے۔اس میں ”فَاقدِرُوا لَهُ ثَلاثِينَ“ (تیس دنوں کا حساب لگا لو) کے الفاظ ہیں۔ دونوں روایتوں کے الفاظ کا مفہوم ایک ہی ہے۔ان دونوں راویتوں میں امام شافعی رحمہ اللہ کی متابعت قاصرہ اس طرح ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی بنیادی روایت؛ جس کے الفاظ: ”فاکملوا ثلاثین“ (تیس دن کی تعداد پوری کرو) ہیں، اس کی سند میں امام شافعی رحمہ اللہ کا شیخ (استاذ) امام مالک رحمہ اللہ ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کا شیخ الشیخ (استاذ کا استاذ) عبداللہ بن دینار ہیں جنہوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ چونکہ متابعت میں شرط ہے کہ وہ روایت ایک ہی صحابی سے مروی ہو۔اس لیے مذکورہ دونوں روایتیں امام شافعی کی اس روایت کی متابعت قاصرہ میں مذکورہ دونوں روایتیں ہیں، جن میں امام شافعی رحمہ اللہ کے استاذ (مالک رحمہ اللہ) کی جگہ ایک روایت میں عاصم اور دوسری روایت میں عبیداللہ ہیں۔اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کے شیخ الشیخ (استاذ کے استاذ) عبداللہ بن دینار کی جگہ ایک روایت میں عاصم کا باپ محمد بن زید ہے اور دوسری روایت میں سیدنا نافع ہیں۔لہذا یہ دونوں روایتیں امام شافعی رحمہ اللہ کی اول الذکر روایت کی متابع ہیں۔اور اس متابعت کو قاصرہ کہتے ہیں۔

❶ روایت بالمعنیٰ، سے مراد یہ ہے کہ جس روایت کی متابعت کی جائے اور جو روایت متابعت کر رہی ہو، ان دونوں کے متن کے الفاظ تو ایک جیسے نہ ہوں لیکن مطلب ومفہوم ایک جیسا ہو۔جیسا کہ گزشتہ سطور میں متابعت کی مثالوں کے تحت بیان کی گئی روایات سے واضح ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ضروری ہے کہ وہ دونوں روایتیں ایک ہی صحابی سے مروی ہوں۔

قَدَّمْنَاهُ: مَا رَوَاهُ النَّسَائِیُّ مِن رِوَایَۃِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ مِثلَ حَدِیثِ عَبدِاللّٰہِ بْنِ دِینَارٍ عَنِ ابْنِ عُمرَ سَوَاءٌ فَھٰذَا بِاللَّفْظِ۔

اگر کوئی ایسا متن مل جائے جو کسی دوسرے صحابی کی حدیث میں مروی ہو جو الفاظ اور معانی میں یا صرف معانی (مفہوم) میں اس روایت کے مشابہ ہو تو وہ ''شاہد'' ہے۔ اس کی مثال اسی حدیث میں ہے جو ہم نے پہلے بیان کردی ہے۔ جسے نسائی نے محمد بن جبیر ❶ عن ابن عباس عن النبی ﷺ کی سند سے روایت کیا ہے۔ ❷ اور عبداللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جیسی حدیث بیان کی ہے۔ ❸ یہ لفظی شاہد ہے۔

وَأَمَّا بِالمَعْنٰی فَھُوَ مَا رَوَاہُ البُخَارِیُّ مِن رِوَایَۃِ مُحَمَّدِ بنِ زِیَادٍ عَن أَبِی ھُرَیرَۃَ بِلَفْظِ: فَإِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَأَکْمِلُوا عِدَّۃَ شَعْبَانَ ثَلاثِیْنَ۔

''اور بالمعنی (معنوی شاہد کی مثال) وہ روایت ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے محمد بن زیاد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ'' فَإِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَأَکْمِلُوا عِدَّۃَ شَعْبَانَ ثَلاثِیْنَ''

---

❶ یہاں محمد بن جبیر، غلطی ہے، جبکہ درست: محمد بن حنین ہے۔ اور نخبۃ الفکر کے قدیمی نسخوں، مثلاً: المکتبة الازھریة مصر میں ۳۰۹۸۲۵ نمبر نسخہ میں بھی محمد بن حنین ہے۔

❷ دیکھئے: عَن مُحَمَّدِ بنِ حُنَینٍ عَن ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: عَجِبتُ مِمَّن یَتَقَدَّمُ الشَّھرَ وَقَد قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَیتُمُ الھِلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَیتُمُوہُ فَأَفطِرُوا فَإِن غُمَّ عَلَیکُم فَأَکمِلُوا العِدَّۃَ ثَلَاثِینَ۔ [سنن النسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی عمرو بن دینار فی حدیث ابن عباس فیه، رقم الحدیث،۲۱۲۵]

❸ عبداللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث دیکھئے: حَدَّثَنَا عَبدُاللّٰہِ بنُ مَسلَمَۃَ حَدَّثَنَا مَالِکٌ عَن عَبدِاللّٰہِ بنِ دِینَارٍ عَن عَبدِاللّٰہِ بنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ: الشَّھرُ تِسعٌ وَعِشرُونَ لَیلَۃً فَلَا تَصُومُوا حَتّٰی تَرَوہُ فَإِن غُمَّ عَلَیکُم فَأَکمِلُوا العِدَّۃَ ثَلَاثِینَ۔ [صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ اذا رأیتم الھلال فصوموا، رقم الحدیث،۱۹۰۷]

وَخَصَّ قَوْمٌ الْمُتَابَعَةَ بِمَا حَصَلَ بِاللَّفْظِ سَوَاءٌ كَانَ مِن رِوَايَةِ ذٰلِكَ الصَّحَابِيِّ أَم لا۔ وَالشَّاهِدَ بِمَا حَصَلَ بِالمَعْنىٰ كَذٰلِكَ۔ وَقَدْ يُطلَقُ الْمُتَابَعَةُ عَلَى الشَّاهِدِ وَبِالْعَكْسِ، وَالأَمْرُ فِيهِ سَهْلٌ۔

ایک جماعت (کچھ علماء) نے متابعت کو الفاظ (میں موافقت) کے ساتھ خاص قرار دیا ہے، چاہے وہ ایک ہی صحابی سے (مروی) ہو یا نہ ہو۔ اور شاہد کو بالمعنی (مفہوم میں موافقت) کے ساتھ (خاص کیا ہے)، چاہے وہ ایک ہی صحابی سے مروی ہو یا نہ ہو۔ اور بعض اوقات متابعت کا لفظ شاہد کے لیے اور اس کے برعکس بھی استعمال ہوتا ہے۔ ❶ اس معاملہ میں نرمی موجود ہے۔ ❷

اعتبار:

وَاعْلَم أَنَّ تَتَبُّعَ الطُّرُقِ: مِنَ الْجَوَامِعِ وَالمَسَانِيدِ وَالأَجزَاءِ لِذٰلِكَ الْحَدِيثِ الَّذِي يُظَنُّ أَنَّهُ فَرِدٌ؛ لِيُعلَمَ: هَل لَهُ مُتَابِعٌ أَمْ لا؟ هُوَ: الإِعْتِبَارُ۔

اور یہ ذہن نشین کر لو کہ طرق (اسناد) کی جوامع، مسانید اور اجزاء (حدیث کی مختصر کتب) ❸ سے اس حدیث کے لیے کھوج لگانا جس کے بارے میں یہ خیال ہے کہ وہ

---

❶ یعنی: متابع روایت کو شاہد بھی کہہ دیا جاتا ہے اور شاہد کو متابع بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

❷ یعنی: چونکہ متابع اور شاہد دونوں میں تقویت ہی مقصود ہوتی ہے تو انہیں ایک دوسرے کے نام سے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

❸ جوامع، جامع کی جمع ہے اس سے مراد وہ کتب احادیث ہیں جن میں احادیث کو فقہی ترتیب میں مرتب کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کتب ستہ ہیں۔ یا ایسی کتب احادیث جن میں احادیث کو اس طرح سے مرتب کیا جاتا ہے کہ ان کے عنوانات حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیے جاتے ہیں۔ مثلاً: کتاب الایمان، پھر کتاب البر، پھر کتاب الثواب، پھر کتاب التوبۃ وغیرہ۔ اور مسانید، مسند کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ کتب احادیث ہیں جن میں ہر صحابی کی مرویات کو، الگ الگ بیان کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مسند احمد وغیرہ۔ اور بعض مسانید کو صحابہ کے درجات اور طبقات کے مطابق ترتیب دیا جاتا ہے۔ اجزاء، جُز کی جمع ہے اس سے مراد وہ کتب احادیث ہیں جن میں کسی ایک موضوع پر ایک ہی یا مختلف صحابہ و دیگر رواۃ کی احادیث جمع کی جاتی ہیں۔

فرد (یعنی فرد نسبی) ہے، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ اس کا کوئی متابع (یا شاہد) موجود ہے یا نہیں؟ یہی (کھوج لگانا) ''اعتبار'' ہے۔

وَقَولُ ابْنِ الصَّلاحِ: مَعْرِفَةُ الإِعْتِبَارِ وَالْمُتَابِعَاتِ وَالشَّوَاهِدِ" قَدْ يُوهِمُ أَنَّ الإِعْتِبَارَ قَسِيْمٌ لَهُمَا وَلَيسَ كَذٰلِكَ بَل هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ إِلَيْهِمَا۔

''ابن صلاح کا کہنا: ''اعتبار اور متابعات اور شواہد کی پہچان''۔ ❶ اس وہم میں ڈال دیتا ہے کہ شائد اعتبار؛ ان دونوں (متابعات اور شواہد) کے مقابل (حدیث کی کوئی قسم) ہے۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو ان دونوں کو تلاش کرنے کا ذریعہ ہے۔''

وَجَمِيعُ مَا تَقَدَّمَ مِن أَقْسَامِ الْمَقْبُولِ تَحْصُلُ فَائِدَةُ تَقْسِيْمِهِ بِإِعْتِبَارِ مَرَاتِبِهِ عِنْدَ الْمُعَارَضَةِ۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

مقبول کی جو تمام اقسام بیان ہوئی ہیں، ان کے مراتب (درجات) کے اعتبار سے ان کی تقسیم کا فائدہ تعارض (صحیح روایات میں اختلاف) کے وقت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

مُحکَم حدیث:

ثُمَّ الْمَقْبُولُ:يَنْقَسِمُ أَيضًا إِلىٰ مَعْمُولٍ بِهِ وَغَيْرِ مَعْمُولٍ بِهِ؛ لأَنَّهُ إِن سَلِمَ مِنَ الْمُعَارَضَةِ أَيْ: لَمْ يَأتِ خَبَرٌ يُضَادُّهُ فَهُوَ الْمُحْكَمُ وَأَمْثِلَتُهُ كَثِيْرَةٌ۔

مقبول (روایت)، معمول بہ اور غیر معمول بہ میں بھی تقسیم ہوتی ہے۔ ❷ کیونکہ اگر وہ حدیث معارضہ (مخالفت) سے محفوظ رہے، یعنی کوئی دوسری ایسی خبر (حدیث) نہ آئے جو اس کے مخالف ہو تو یہ خبر (حدیث) ''محکم'' ہوگی۔ اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں.

---

❶ دراصل امام ابن صلاح رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اصطلاحات حدیث کی پندرھویں قسم کے تحت، اعتبار، متابعات اور شواہد کو بیان کرنے کے لیے ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: معرفة الاعتبار و المتابعات و الشواهد۔ اس عنوان سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اعتبار بھی متابعات اور شواہد کی طرح حدیث کی کسی نوعیت کا نام ہے۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔

❷ معمول بہ سے مراد قابل عمل حدیث اور غیر معمول بہ سے مراد نا قابل عمل حدیث ہے۔

وَإِنْ عُـورِضَ فَـلا يَخْلُو: إِمَّا أَن يَكُونَ مُعَارِضُهُ مَقْبُولاً مِثْلَهُ أَو يَكُونَ مَردُوْدًا۔ وَالثَّانِي لا أَثَرَ لَهُ لأَنَّ الْقَوِيَّ لا يُؤَثِّرُ فِيهِ مُخَالَفَةُ الضَّعِيْفِ۔

اور اگر اس کی مخالفت ہوگئی تو یہ اس (دوطرح کی صورت حال) سے خالی نہ ہوگی: یا تو اس کی معارض (مخالف) خبر اس کی طرح مقبول ہوگی یا مردود ہوگی۔ دوسری صورت (یعنی معارض روایت کے مردود ہونے) کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ قوی روایت پر ضعیف روایت کی مخالفت اثر انداز نہیں ہوسکتی۔

مختلف الحدیث:

وَإِن كَـانَـتِ الْـمُـعَـارَضَةُ بِـمِثْلِهِ؛ فَلا يَخْلُو: إِمَّا أَن يُمكِنَ الجَمْعُ بَيْنَ مَـدْلُـولَيهِمَا بِغَيرِ تَعَسُّفٍ أَو لا۔فَإِن أَمكَنَ الْجَمْعُ فَهُوَ النَّوعُ الْمُسَمَّى: بِمُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ۔

اگر معارض (مخالف) اسی حدیث کی طرح (مقبول) ہوتو پھر یا تو ان دونوں کے مدلول (استدلال/مسائل) کوکسی مشقت کے بغیر جمع کرلینا ممکن ہوگا۔ یا (ایسا ممکن) نہیں ہوگا۔ اگر جمع کرلینا ممکن ہوتو اس قسم کو ''مختلف الحدیث'' کہا جاتا ہے۔

وَمَثَّـلَ لَـهُ ابْنُ الصَّلاحِ بِحَدِيْثِ:لَا عَدوَى وَلا طِيَرَةَ، مَعَ حَدِيثِ: فِرَّ مِـنَ الْـمَجذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الأَسَدِ۔ وَكِلاهُمَا فِي الصَّحِيْحِ وَظَاهِرُهُمَا التَّعَارُضُ۔

ابن صلاح رحمہ اللہ نے اس کی مثال اس حدیث:''لَا عَدوَى وَلا طِيَرَةَ '' (کوئی مرض متعدی نہیں اور نہ ہی بدشگونی کچھ ہے۔)❶ کے ساتھ، حدیث:''فِرَّ مِنَ الْمَجذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الأَسَدِ'' (مجذوم سے اس طرح بھاگ جا جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔) دونوں حدیثیں صحیح بخاری میں ہیں۔ اور ان کا ظاہری مطلب متعارض (مخالف) ہے۔

❶صحيح البخاری، كتاب الطب، باب الجذام، رقم الحديث،٥٧٠٧

وَوَجْـهُ الْـجَـمْعِ بَيْنَهُمَا: أَنَّ هٰذِهِ الأَمْراضَ لا تُعْدِی بِطَبْعِهَا لٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْـحَانَهُ جَعَلَ مُخَالَطَةَ الْمَرِيضِ بِهَا لِلصَّحِيحِ سَبَبًا لإِعْدَائِهِ مَرَضَهُ، ثُـمَّ قَـدْ يَتَخَلَّفُ ذٰلِكَ عَن سَبَبِه كَمَا فِی غَيرِهِ مِنَ الأَسْبَابِ۔ كَذَا جَمَعَ بَيْنَهُمَا ابْنُ الصَّلاحِ تَبَعًا لِغَيْرِهِ۔

''ان دونوں میں جمع (تطبیق) کا طریقہ یہ ہے: یہ امراض طبعی طور پر متعدی (چھوت والی) نہیں ہیں۔لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ مریض کے صحیح (تندرست) شخص سے میل جول کو اس مرض کے متعدی (چھوت والا) بن جانے کا سبب بنا دیتے ہیں۔بعض اوقات یہ (میل جول) بھی دیگر اسباب کی طرح اس (مرض کے لگ جانے) کا سبب نہیں بنتا۔ ابن صلاح نے اس طرح سے اپنے علاوہ دیگر (علماء) کی پیروی کرتے ہوئے ان دونوں حدیثوں میں جمع (تطبیق) کی صورت بنائی ہے۔

وَالأَولَـىٰ فِـی الْـجَمْعِ بَيْنَهُمَا أَن يُقَالَ: إِنَّ نَفيَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَ صَـحْبِـهِ وَسَـلَّمَ لِلْعَدْوىٰ بَاقٍ عَلىٰ عُمُومِهِ وَقَدْ صَحَّ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلىٰ آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ:لا يُعْدِی شَیْءٌ شَيْئًا وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَ عَـلـىٰ آلِـهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ عَارَضَهُ بِأَنَّ الْبَعِيرَ الأَجْرَبَ يَكُونُ فِی الإِبِلِ الصَّحِيْحَةِ فَيُخَالِطُهَا فَتَجْرَبُ، حَيْثُ رَدَّ عَلَيهِ بِقَولِهِ: فَـمَـن أَعْـدَى الأَوَّلَ؟ يَـعْنِی أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ اِبْتَدَأَ ذٰلِكَ فِی الثَّانِی كَمَا ابْتَدَأَهُ فِی الأَوَّلِ۔

جبکہ ان کو جمع کرنے کے بارے میں یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا امراض کے متعدی ہونے کی نفی کرنا، اپنے عموم پر باقی (برقرار) ہے۔اور آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی صحیح ہے کہ کوئی چیز بھی دوسری چیز پر متعدی (چھوت والی) نہیں ہوتی۔اور آپ ﷺ کا وہ فرمان بھی ہے جو آپ ﷺ نے اس شخص کے لیے فرمایا تھا جس نے آپ ﷺ کے سامنے اعتراض پیش کیا تھا کہ خارش زدہ اونٹ تندرست اونٹوں میں ہو تو ان کے

درمیان رہنے سے دوسرے بھی خارش زدہ ہوجائیں گے۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کیا؟'' آپ ﷺ کا (اس بات سے) مطلب یہ تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی نے اس (خارش) کو دوسرے پر جاری کیا ہے جس طرح پہلے اسے پر جاری کیا تھا۔

وَأَمَّا الأَمْرُ بِالْفِرَارِ مِنَ الْمَجْذُومِ فَمِن بَابِ سَدِّ الذَّرَائِعِ لِئَلَّا يَتَّفِقَ لِلشَّخْصِ الَّذِي يُخَالِطُهُ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ بِتَقْدِيْرِ اللّٰهِ تَعَالىٰ اِبْتِدَاءً لا بِالْعَدْوَى الْمَنْفِيَّةِ؛ فَيَظُنُّ أَنَّ ذٰلِكَ بِسَبَبِ مُخَالَطَتِهِ؛ فَيَعْتَقِدَ صِحَّةَ الْعَدْوَى؛ فَيَقَعَ فِي الْحَرَجِ؛ فَأَمَرَ بِتَجَنُّبِهِ حَسْمًا لِلْمَادَّةِ۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

اور جو مجذوم سے بھاگنے کا حکم ہے وہ تو ان نظریات کے سد باب کے لیے ہے اگر اس سے میل جول رکھنے والے کسی شخص کو؛ نفی شدہ چھوت کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کی قدرت سے اتفاقاً وہ مرض لاحق ہوجائے، تو وہ یہ گمان کر بیٹھے گا کہ یہ مرض اسے اس (مریض) سے ملنے کی وجہ سے لاحق ہوا ہے۔ اور وہ (مرض کے) متعدی ہونے کا مضبوط عقیدہ بنا لے گا اور وہ حرج (بدعقیدگی) کا شکار ہوجائے گا۔ لہذا آپ ﷺ نے اس (عقیدے کی) جڑ کاٹنے کے لیے حکم دیا تھا۔

مختلف الحدیث کے بارے میں تالیفات:

وَقَدْ صَنَّفَ فِي هٰذَا النَّوْعِ الإِمَامُ الشَّافِعِيُّ كِتَابَ اخْتِلافِ الْحَدِيثِ لٰكِنَّهُ لَمْ يَقْصِدِ اسْتِيعَابَهُ وَصَنَّفَ فِيهِ بَعْدَهُ ابنُ قُتَيبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَغَيرُهما۔

اس نوعیت کی امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک کتاب: اختلاف الحدیث، (کے نام سے) تصنیف کی تھی۔ (یہ کتاب امام شافعی رحمہ اللہ کی معروف کتاب، الام میں بھی شامل ہے) لیکن انہوں نے اس کے استیعاب (مکمل کرنے) کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اور اسی نوعیت میں شافعی رحمہ اللہ کے بعد ابن قتیبہ اور طحاوی رحمہما اللہ وغیرہ نے بھی کتب تصنیف کیں۔

وَ إِنْ لَم يُمْكِنِ الْجَمعُ فَلا يَخْلُو: إِمَّا أَن يُعرَفَ التَّارِيخُ أَو لَا فَإِنْ عُرِفَ وَثَبَتَ الْمُتَأَخِّرُ بِهِ أَو بِأَصْرَحَ مِنْهُ فَهُوَ النَّاسِخُ وَالآخَرُ الْمَنْسُوخُ۔

اور اگر (دونوں روایتوں میں) جمع ممکن نہ ہوتو پھر یا تو ان کی تاریخ معلوم ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اگر تاریخ معلوم ہو جائے اور اس (تاریخ) کے ذریعہ یا اس سے بھی زیادہ واضح طریقہ سے متاخر (بعد والی روایت) ثابت ہوجائے؛ تو وہ ناسخ اور دوسری (تاریخ کے اعتبار سے پہلی) منسوخ ہوگی۔

نسخ، اور اس کی مختلف صورتیں:

وَالنَّسخُ: رَفعُ تَعَلُّقِ حُكمٍ شَرعِيٍّ بِدَلِيلٍ شَرعِيٍّ مُتَأَخِّرٍ عَنهُ۔ وَالنَّاسِخُ: مَا يَدُلُّ عَلَى الرَّفْعِ المَذكُورِ۔ وَتَسمِيَتُهُ نَاسِخًا، مَجَازٌ؛ لأَنَّ النَّاسِخَ فِي الحَقِيقَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعالى۔ وَيُعرَفُ النَّسخُ بِأُمُورٍ:أَصرَحُهَا مَا وَرَدَ فِي النَّصِّ كَحَدِيثِ بُرَيدَةَ فِي صَحِيحِ مُسلِمٍ:كُنتُ نَهيتُكُم عَن زِيَارَةِ القُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الآخِرَةَ۔

نسخ: کسی شرعی حکم کے (مکلفین کے ساتھ) تعلق کو اس سے متاخر (بعد آنے والی) شرعی دلیل کے ساتھ رفع کرنا (اٹھالینا/ختم کردینا) ہے۔ اور ناسخ وہ ہے جو مذکورہ رفع (حکم کے اٹھا لیے جانے) پر دلالت کرے۔ اور اس کا یہ نام، ناسخ (نسخ کرنے والا/حکم اٹھالینے والا)، مجازی طور پر ہے، کیونکہ حقیقی ناسخ تو اللہ تعالیٰ ہے۔ نسخ (کسی حکم کا اٹھ جانا)؛ چند امور سے معلوم ہوتا ہے۔ سب سے واضح وہ (نسخ) ہے جو نص (واضح الفاظ) میں موجود ہو۔ جیسا کہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی، صحیح مسلم میں حدیث ہے: میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب تم ان کی زیارت کو جایا کرو، یہ (زیارت) آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ [1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر أمہ، حدیث، ۹۷۶، ۹۷۷۔ مسند احمد، ۵/ ۳۵۵، حدیث، ۲۳۰۵۵۔ اللفظ لأحمد۔

ومِـنها ما يَجزِمُ الصَّحابيُّ بأَنَّه متأَخِّرٌ كقولِ جابرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَانَ آخـرُ الأَمـرَيـن مِـن رَسولِ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ عَلى آلِه وَصَحبِهِ وَ سَـلَّـمَ: تَرْكُ الوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ، أَخرَجَهُ أَصحابُ السُّنَنِ۔و مِنها ما يُعرَفُ بالتَّاريخِ وهُو كَثيرٌ۔

اور ایک (نسخ) یہ ہے کہ جس حکم کے بارے میں صحابی وضاحت کردے کہ یہ متاخر (بعد والا) ہے۔ جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا؛ آگ کی پکی ہوئی چیز (کھانے) کے بعد (وضو کرنے یا نہ کرنے کے) دونوں امور (اعمال) میں سے آخری امر (عمل)، وضو نہ کرنا تھا۔ اس روایت کو اصحاب سنن (یعنی سنن اربعہ) نے بیان کیا ہے۔❶ اور ان میں سے ایک (نسخ) وہ ہے جو تاریخ کی بنیاد پر معلوم ہوجائے۔ اور یہ (نسخ) کثرت سے موجود ہے۔

وَلَيْسَ مِـنهَـا مَـا يَروِيهِ الصَّحَابِيُّ المُتَأَخِّرُ الإسلامِ مُعارِضًا لِمُتقَدِّمٍ عَـلَيْـهِ؛ لاحتِـمَالِ أَن يَكُونَ سَمِعَه مِن صَحابيٍّ آخَرَ أَقدَمَ مِنَ الْمُتَقَدِّمِ الْمَذْكُورِ أَو مِثلِهِ فَأَرسَلَهُ، لكِن إِن وَقَعَ التَّصريحُ بسِمَاعِه لَهُ مِن النَّبِيِّ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَـلَيهِ وَعَلى آلِهِ وَ صَحبِه وَسَلَّمَ فيتَّجِهُ أَن يكُونَ نَاسِخًا بِشَـرطِ أَن يَـكُـونَ لَـم يَتَـحمَّل عَنِ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَعَلى آلِهِ وَ صَحبِه وَسَلَّمَ شَيئًا قَبْلَ إِسلامِهِ۔ وَأَمَّا الإِجمَاعُ فَليسَ بِنَاسِخٍ بَل يَدُلّ عَلى ذٰلِكَ۔

اور وہ (روایت) اس (نسخ) میں شامل نہیں ہے جسے متاخر الاسلام صحابی اپنے سے متقدم صحابی کے برعکس (روایت) بیان کرے۔❷ کیونکہ ممکن ہے کہ اس (متاخر الاسلام)

---

❶ سنن النسائي، كتاب الطهارة، باب ترك الوضوء مما غيرت النار، رقم الحديث،١٨٥، قال الالبانی رحمہ اللہ: صحيح

❷ متاخر الاسلام سے مراد بعد میں مسلمان ہونے والا اور متقدم سے مراد پہلے مسلمان ہونے والا ہے۔

صحابی نے کسی دوسرے ایسے صحابی سے وہ بات سنی ہو جس نے مذکورہ متقدم (جس کے برعکس روایت بیان ہوئی ہے) سے بھی پہلے اسلام قبول کیا ہو یا اسی (مذکورہ متقدم صحابی) کی طرح ہو ❶، اور اس (متاخر الاسلام صحابی) نے اس روایت کو مرسل (یعنی جس صحابی سے سنی ہے اس کا نام ذکر کیے بغیر) بیان کر دیا ہو۔ لیکن اگر اس (متاخر الاسلام) صحابی کی نبی ﷺ سے (اس حکم کو بعد میں) سننے کی صراحت (ثبوت/وضاحت) موجود ہو تو اس کا یہی واضح مطلب لیا جائے گا کہ یہ (روایت) ناسخ ہے۔ بشرطیکہ اس (متاخر الاسلام) صحابی نے اسلام قبول کرنے سے قبل نبی ﷺ سے کوئی بات ذہن نشیں نہ کی ہو۔ ❷ اور اجماع؛ ناسخ نہیں بن سکتا۔ بلکہ یہ تو اس (حکم کے ناسخ ہونے) پر دلالت کرتا ہے۔ ❸

وَإِن لَـم يُـعرَفِ التَّارِيخُ فَلا يَخْلُو: إِمَّا أَن يُمكِنَ تَرجِيحُ أَحَدِهِمَا عَلَى الآخَـرِ بِـوَجهٍ مِن وُجُوهِ التَّرجِيحِ المُتَعلِّقَةِ بِالمَتَنِ أَو بِالإِسنَادِ أَو لاَ۔ فَإِن أَمكَنَ التَّرجِيحُ تَعَيَّنَ المصِيرُ إِلَيهِ وَإِلاَّ فَلا۔

❶ یعنی مذکورہ متقدم الاسلام صحابی کے مسلمان ہونے کے ایام میں مسلمان ہوا ہو۔ یعنی اس متاخر صحابی نے کسی ایسے صحابی سے وہ روایت سن کر بیان کی ہو جو صحابی، اس متقدم الاسلام صحابی ......جس کی روایت کے مخالف یہ روایت بیان کی جارہی ہے...... سے بھی پہلے کا مسلمان ہو یا اسی کے دور کا مسلمان ہو۔

❷ یعنی اگر وہ صحابی ایسی بات بیان کرے جو اس نے قبول اسلام سے قبل سنی تھی۔ تو وہ بات کسی حکم کے لیے ناسخ قرار نہیں پائے گی۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو وہ بات تاریخ کے اعتبار سے اس دور کی شمار نہیں ہوگی جب اسے اس صحابی نے بیان کیا، بلکہ وہ اُسی دور کی شمار ہوگی جس دور میں اس صحابی نے سنی تھی۔

❸ یعنی صحابی کرام رضی اللہ عنہم یا ائمہ امت کا کسی حکم کو منسوخ قرار دینے پر اجماع ہونا یعنی رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمان کے برعکس (یعنی اسے منسوخ کرنے کے لیے) اگر امت کا اجماع ہو جائے تو یہ اجماع، ناسخ کے طور پر ہرگز قبول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اجماع رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد واقع ہوا ہے لیکن ناسخ و منسوخ کا معاملہ تو آپ ﷺ کی زندگی تک تھا، آپ ﷺ کے بعد کسی کی بساط نہیں کہ کسی شرعی حکم کو منسوخ کرے۔ اس لیے اجماع ناسخ نہیں ہوسکتا، ہاں البتہ اجماع اس بات کی خبر دے سکتا ہے کہ ہاں واقعی یہ حکم ناسخ اور یہ منسوخ ہے۔

اگر تاریخ کا علم نہ ہو سکے تو پھر ان میں سے ایک صورت ضرور ہوگی، کہ یا تو ان دونوں روایتوں میں سے ایک کو دوسری پر متن یا سند سے تعلق رکھنے والی ترجیح کی کسی بھی نوعیت (صورت) کے تحت راجح قرار دینا ممکن ہوگا، یا (ایسا ممکن) نہیں ہوگا۔❶ (ایسی صورت میں) اگر ترجیح (راجح قرار دینا) ممکن ہو تو پھر اسی کو اختیار کیا جائے گا۔ اگر ترجیح ممکن نہ ہو تو پھر اسے اختیار نہیں کیا جائے گا۔❷

فَصَارَ مَا ظَاهِرُهُ التَّعارُضُ وَاقِعًا عَلى هٰذَا التَّرتِيبِ: الجَمعُ إن أَمكَنَ۔ فَاعتِبَارُ النَّاسِخِ وَالمَنسُوخِ۔ فَالتَّرجِيحُ إن تَعَيَّنَ۔ ثُمَّ التَّوَقُّفُ عَنِ العَمَلِ بأَحَدِ الحَدِيثَينِ۔ وَالتَّعبِيرُ بِالتَّوَقُّفِ أَولىٰ مِن التَّعْبِيرِ بِالتَّسَاقُطِ؛ لأَنَّ خفَاءَ تَرجِيحِ أَحَدِهِمَا عَلَى الآخَرِ إِنَّما هُوَ بِالنِّسبَةِ لِلمُعتَبِرِ فِي الحَالَةِ الرَّاهِنَةِ مَعَ احتِمَالِ أَن يَظهرَ لِغَيرِهِ مَا خَفِيَ عَلَيهِ۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

(متعارض روایتوں کا) ظاہری تعارض (اختلاف) اس ترتیب پر ہوگا: ① اگر ممکن ہو تو جمع کرنا۔ ② ناسخ و منسوخ کا اعتبار کرنا۔ ③ اگر متعین ہو سکے تو ترجیح دینا۔ ④ یا پھر دونوں حدیثوں پر عمل کرنے سے توقف کرنا۔ اور توقف (عمل سے رک جانا) ساقط

---

❶ ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینے کے لیے متن سے تعلق رکھنے والی صورت کی مثال یہ ہے کہ دو متعارض روایتوں میں سے ایک کا متن مثبت اور ایک کا منفی ہو تو مثبت متن والی روایت کو منفی متن والی روایت پر ترجیح دی جائے گی۔ یا ایک متن کسی کام کو حرام قرار دیتا ہو اور دوسری روایت کا متن اسی کام کو حلال قرار دیتا ہو تو حرام قرار دینے والی متن والی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ اسی طرح ترجیح دینے کے لیے سند سے تعلق رکھنے والی صورت کی مثال یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں میں سے ایک کے راوی دوسری روایت کے راویوں کی نسبت بہتر ہوں تو بہتر راویوں والی سند سے منقول روایت کو ترجیح دی جائے گی۔

❷ یعنی اگر کسی بھی طرح سے ان دو متعارض روایتوں میں ترجیح ممکن ہو تو بہت خوب، تب ایک روایت کو دوسری پر راجح قرار دے کر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اگر کسی بھی صورت میں ترجیح ممکن نہ ہو تو پھر ترجیح کے عمل کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان روایتوں پر عمل کرنے سے تب تک توقف کیا جائے گا جب تک ان کے حکم واضح ہو کر فیصلے کی کوئی راہ نہ نکل آئے۔

کرنے (دونوں روایتوں کو کالعدم قرار دینے) سے بہتر ہے۔❶ کیونکہ ترجیح کی کسی صورت کا مخفی ہونا (لاگو نہ ہوسکنا) موجودہ صورت حال میں فقط معتبر (روایت) کے تعین کی حد تک تھا، ممکن ہے کہ کسی اور کو اس (روایت کو ترجیح دینے کے لیے کسی سبب) کی واقفیت حاصل ہوجائے جو کہ اس (محقق/محدث) سے پوشیدہ رہ گئی۔❷ واللہ اعلم۔



❶ یعنی اگر ترجیح ممکن نہ ہو تو پھر بہتر ہے کہ ان میں سے ایک حدیث پر عمل کرنے سے توقف کیا جائے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ وہ حدیث ساقط یعنی ہمیشہ کے لیے ناقابل عمل ہے۔ بلکہ محض توقف کیا جائے گا اسے ساقط قرار نہیں دیا جائے گا۔

❷ مراد یہ ہے کہ یہاں تو فقط دو مختلف المعانی حدیثوں میں سے ایک کو دوسری پر راجح قرار دینے کا معاملہ ہے اس لیے اگر ان میں ترجیح دینا بھی ممکن نظر نہیں آیا تو ان دونوں حدیثوں پر عمل کرنے سے تب تک توقف کیا جائے گا جب تک ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کن حکم واضح نہ ہوجائے۔ ہوسکتا ہے کسی دوسرے عالم و محدث کے پاس کوئی ایسی دلیل موجود ہو جس کی بنا پر ان دو روایتوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دی جاسکے۔ جیسا کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: میں تو دو صحیح احادیث کو کبھی بھی مخالف و متضاد نہیں سمجھتا۔ اگر کسی کے ہاں ایسا معاملہ ہے تو وہ مجھے بتائے، میں اسے تطبیق کردوں گا۔[شرح نخبة الفکر، لملا علی القاری: ٣٧٥]

باب 7

مردود خبر اور اس کے اسباب و اقسام

[①۔ سقط...... ②۔ طعن]

ثُمَّ المَردُودُ: وَمُوجِبُ الردِّ: إِمَّا أَن يكُونَ لِسَقطٍ مِن إِسنَادٍ أَو طَعنٍ فِي رَاوٍ، عَلَى اختلافِ وُجُوهِ الطَّعنِ، أَعَمُّ مِن أَن يكُونَ لأمرٍ يَرجِعُ إِلى دِيَانَةِ الرَّاوِي أَو إِلى ضَبطِهِ۔

پھر (مقبول کے بعد) مردود روایت ہے۔ ❶ اور ردّ کا سبب، یا تو سند سے سقط (راوی حذف ہونا) ہے یا راوی میں کسی عیب کا پایا جانا ہے۔ طعن کے اسباب مختلف ہیں البتہ عمومی طور پر پایا جانے والا یہ ہے کہ جو راوی کی دیانت داری یا ضبط سے تعلق رکھتا ہو۔

①...سقط (راوی حذف ہونے) کی وجہ سے مردود:

فَالسَّقطُ إِمَّا أَن يكونَ: مِن مَبَادِئِ السَّنَدِ مِن تَصَرُّفِ مُصَنِّفٍ۔ أَو مِن آخِرِهِ أَي الإِسنَادِ بَعدَ التَّابِعيِّ۔ أَو غَيرَ ذٰلِكَ۔

سقط (راوی کا حذف ہونا) یا تو مصنف کے تصرف (مرضی) سے سند کے آغاز میں، یا سند کے آخر میں تابعی کے بعد یا اس کے علاوہ (کسی مقام سے) ہوتا ہے۔

۱۔ مُعَلَّق:

فَالأَوَّلُ: المُعَلَّق سَوَاءٌ كَانَ السَّاقِطُ وَاحِدًا أَم أَكثَر۔

پہلی صورت ❷ معلّق ہے۔ چاہے ساقط (حذف ہونے والا راوی) ایک ہو یا زیادہ۔

❶ قبل ازیں مقبول روایت اور اس کے درجات بالتفصیل ذکر ہوئے ہیں، اب مردود روایت اور اس کے اسباب کا ذکر ہوگا۔ ❷ یعنی سقط کی اول الذکر صورت، جس میں سند کے آغاز سے راوی حذف ہوتا ہے۔

✧... معلق اور معضل کے درمیان فرق:

وَبَيْنَهُ وَبَينَ المُعضَلِ ......الآتِي ذِكْرُه...... عَمُومٌ وَخَصُوصٌ مِن وَجهٍ: فَمِن حَيثُ تَعرِيفُ المُعضَلِ بِأَنَّهُ: سَقَطَ مِنهُ اثنَان فَصَاعِدًا؛ يَجتَمِعُ مَعَ بَعضِ صُوَرِ المُعَلَّق وَمِن حَيثُ تَقيِيد المُعَلَّقِ بِأَنَّه مِن تَصرُّفِ مُصَنِّفٍ مِن مَبَادِئِ السَّنَدِ يَفترِقُ عَنهُ ؛ إِذ هُوَ أَعَمُّ مِن ذٰلِكَ۔

اس (معلّق) اور **معضل** ......جس کا ذکر آ رہا ہے...... کے درمیان ایک طرح سے **عموم و خصوص** کا فرق ہے۔**معضل** اپنی تعریف کے مطابق یہ ہے کہ اس میں دو یا زیادہ روای ساقط ہوتے ہیں۔ یہ (ساقط ہونا) **معلّق** کی ایک صورت سے **مماثلت** رکھتا ہے۔❶ اور **معلق** میں مصنف کے تصرف (مرضی) سے، سند کے آغاز میں (ساقط ہونے کی) قید کے باعث یہ (معضل) اس (معلق) سے مختلف ہوجاتی ہے۔ لہذا یہ (معضل) اس (معلق) سے عام ہے۔❷

وَمِن صُوَرِ المُعَلَّق: أَن يُحذَفَ جَمِيعُ السَّنَدِ ويُقالَ مَثلاً: قَالَ رَسُولُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيهِ وَ عَلى آلِهِ وَ صَحبِهِ وَسَلَّمَ۔ وَمِنْهَا:أَن يَحْذِفَ(المُصَنِّفُ) إِلاَّالصَّحَابِيَ أَو إِلَّا التَّابِعِيَّ وَالصَّحَابِيَّ مَعًا۔

اور **معلق** کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ **مکمل** سند حذف کردی جائے۔ اور کہا جائے: قال رسول الله ﷺ... (رسول الله ﷺ نے فرمایا...) اور ایک صورت یہ ہے کہ مصنف، صرف صحابی، یا تابعی اور صحابی (دونوں) کے علاوہ ساری سند حذف کردے۔

---

❶ یعنی معلق اور معضل، دونوں میں راوی کا ساقط ہونا ہی ہوتا ہے یہ بات ان دونوں میں مشترک ہے۔

❷ یعنی معلق میں یہ قید ہوتی ہے کہ راوی، سند کے آغاز سے ساقط ہوتا ہے اور ہوتا بھی مصنف کی مرضی سے ہے، لہذا معلق، معضل کی نسبت خاص ہوتی ہے۔ جبکہ معضل، معلق کی نسبت اس اعتبار سے عام ہوتی ہے کہ اس میں راوی کے ساقط ہونے میں سند کے آغاز یا اختتام کی قید نہیں ہوتی، بلکہ اس میں راوی، سند کے کسی بھی مقام و طبقہ سے ساقط ہوتا ہے۔

وَمِنْهَا: أَن يَحذِفَ مَن حَدَّثَه وَيُضِيفَه إِلى مَن فَوقَهُ۔ فَإِنْ كَانَ مَن فَوقَهُ شَيْخًا لِذٰلِكَ الْمُصَنِّفِ فَقَدِ اختُلِفَ فِيهِ: هَل يُسَمَّى تَعلِيقًا أَو لَا۔ وَالصَّحِيحُ فِي هٰذَا: التَّفْصِيلُ؛ فَإِن عُرِفَ بِالنَّص أَوِ الإِسْتِقرَاءِ أَنَّ فَاعِلَ ذٰلِكَ مُدَلِّسٌ قُضِيَ بِهِ وإِلَّا فَتَعلِيقٌ۔ وَإِنَّما ذُكِرَ التَّعليقُ فِي قِسمِ الْمَردُودِ لِلجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوفِ۔

اور ایک صورت یہ ہے کہ مصنف اس کو حذف کردے جس نے اس (مصنف) کو حدیث بیان کی ہے۔اور اس (حدیث) کو اس (حذف شدہ راوی) سے اوپر والے راوی کی طرف منسوب کردے۔ اوپر والا راوی اگر اس مصنف کا شیخ (استاذ) ہوتو اس (حذف کے عمل) کو تعلیق کہنے یا نہ کہنے میں اختلاف ہے۔❶ صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل (مطلوب) ہوگی کہ اگر نص (کسی امام کے واضح قول) یا استقراء (تحقیق اور تتبع) سے یہ بات معلوم ہوجائے کہ ایسا کرنے والا (یعنی سند سے راوی کو حذف کرنے والا مصنف) مدلس ہے تو اسی کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔❷ اگر وہ ایسا (یعنی مدلِّس) نہیں، تو یہ تعلیق ہے۔❸ تعلیق کو مردود کی اقسام میں، محذوف راوی کے حال سے عدم واقفیت کی بنا پر بیان کیا گیا ہے۔❹

---

❶ یعنی اگر ایک رواى کو حذف کر کے اوپر والے جس راوی کی طرف روایت کو مصنف نے منسوب کردیا ہے وہ راوی بھی اگر اس مصنف کا استاذ ہوتو ایسی صورت میں اس روایت کو معلق قرار دینے میں اختلاف ہے۔ درست یہی بات ہے کہ اس صورت میں بھی یہ روایت معلق ہی قرار پائے گی۔

❷ یعنی اگر مصنف تدلیس کرنے والا ہے اور اس نے سند سے ایک راوی حذف کردیا ہے تو اس روایت کو مدلَّس کہا جائے گا۔

❸ وہ روایت معلق قرار پائے گی۔

❹ یعنی مصنف نے جس راوی کو سند سے حذف کیا ہے اس کے بارے میں جب یہ ہی معلوم نہ ہو کہ وہ کون ہے؟ ثقہ ہے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔تو ایسی صورت میں یہ روایت مردود ہی ہوگی۔ اسی لیے معلق کو مردود کی اقسام میں ذکر کیا گیا ہے۔

✧... معلق خبر صحیح بھی ہوسکتی ہے:

وَقَد يُحكَمُ بِصِحَّتِهِ إن عُرِفَ بِأَن يَجِيءَ مُسَمًّى مِن وَجهٍ آخرَ۔ فَإن قَالَ: جَمِيعُ مَن أَحْذِفُهُ ثِقَاتٌ، جَاءَت مَسئلَةُ التَّعديلِ على الإبهامِ۔ وَعِندَ الجَمْهُورِ: لا يُقبَلُ حَتّٰى يُسَمَّى۔

اس (معلق روایت) کو صحیح قرار دے دیا جاتا ہے، جب اس (محذوف) راوی کے نام (کے واضح ذکر) کے ساتھ دوسری سند معلوم ہوجائے۔ ❶ اگر وہ (مصنف) کہے کہ جتنے راویوں کو میں نے حذف کیا ہے وہ تمام ثقات ہیں۔ تو ایسی صورت میں مبہم (غیر واضح) تعدیل کا مسئلہ پیش آجائے گا۔ جبکہ جمہور علماء کے ہاں یہ صورت قابل قبول نہیں، تاوقتیکہ کہ راوی کا نام ذکر کردیا جائے۔

لٰكِنْ قَالَ ابنُ الصَّلاحِ هُنَا: إنْ وَقَعَ الحَذفُ فِي كِتَابٍ التُزِمَت صِحَّتُهُ كَالبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ فَمَا أَتَى فِيهِ بِالجَزمِ دَلَّ عَلَى أَنَّهُ ثَبَتَ إِسنَادُهُ عِندَهُ وَإِنَّمَا حُذِفَ لِغَرضٍ مِنَ الأَغراضِ وَمَا أَتَى فِيهِ بِغَيرِ الجَزمِ فَفِيهِ مَقَالٌ وَقَد أَوضَحتُ أَمْثِلَةَ ذٰلِكَ فِي "النُّكَتِ عَلَى ابْنِ الصَّلَاحِ"۔

لیکن ابن صلاح اس مقام پر فرماتے ہیں: اگر راوی کا حذف ہونا بخاری ومسلم جیسی کسی کتاب میں ہوجس میں حدیث کی صحت کا التزام کیا گیا ہے۔ تو ایسی کتاب میں جس روایت کو بالجزم (یقینی طور پر) بیان کیا گیا ہو وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی سند اس (کتاب کے مصنف) کے ہاں ثابت (صحیح) ہے۔ البتہ اس سند کو کسی خاص مقصد کے پیش نظر حذف کیا گیا ہے۔ اور جو روایت بالجزم (یقینی طور پر) نہ بیان کی گئی ہو، اس پر کلام (جرح وتنقید) کی گنجائش موجود ہے۔ میں نے ایسی مثالوں کی وضاحت ''النکت علی ابن الصلاح'' میں کردی ہے۔ ❷

❶ یعنی تب یہ مردود کی اقسام سے نکل جائے گی۔
❷ النکت علی ابن الصلاح، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب کا نام ہے۔

۲۔مرسل اوراس کی مثال:

وَالثَّانِي: وَهُوَ مَا سَقَطَ مِن آخِرِهِ مَن بَعدَ التَّابِعيِّ هُوَ الْمُرسَل۔ وَصُورَتُهُ: أَن يَقُولَ التَّابِعيُّ سَواءٌ كانَ كَبِيرًا أَمْ صَغِيرًا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسلَّمَ كذَا أَو فَعَلَ كَذَا أَو فُعِلَ بِحَضرَتِهِ كَذَا أونَحوَ ذٰلِكَ۔

اور دوسری صورت ❶ جو کہ راوی کا سند کے آخر میں تابعی کے بعد حذف ہونا ہے، وہ ''مرسل'' ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی؛ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، وہ یوں کہے: قال رسول اللّٰہ ﷺ کذا، (رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا..) یا''فعل کذا'' (آپ ﷺ نے یوں کیا) یا''فُعِلَ بحضرته کذا'' (آپ ﷺ کی موجودگی میں یوں کیا گیا) یا اس طرح کی کوئی بات کہے۔

وَإِنَّمَا ذُكِرَ فِي قِسمِ المَردُودِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوفِ؛ لأَنَّه يُحتمل أَن يكُونَ صَحَابِيًّا وَيُحتَمَل أَن يكُونَ تَابِعِيًّا۔

اس (مرسل) کو مردود کی اقسام میں (تابعی کے بعد) حذف شدہ راوی کے حال سے عدم واقفیت کی بنا پر ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ وہ (حذف شدہ راوی) صحابی بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ تابعی ہو۔

وَعَلَى الثَّانِي يُحتَمَل أَن يكُونَ ضَعِيفًا وَيُحتَمَل أَن يكُونَ ثِقَةً وَعَلَى الثَّانِي يُحتَمَل أَن يكُونَ حَمَل عَن صَحَابِيٍّ وَيُحتَمَل أَن يكُونَ حَمَلَ عَن تَابِعِيٍّ آخَرَ وَعَلَى الثَّانِي فَيَعُودُ الاحْتِمَالُ السَّابِقُ وَيَتعدّدُ۔ أَمَّا بِالتَّجوِيزِ العَقَلِيِّ فَإِلى مَا لا نِهَايَةَ لَهُ وَأَمَّا بِالاستِقرَاءِ فَإِلى سِتَّةٍ أَو سَبعَةٍ وَهُوَ أَكثَرُ مَا وُجِدَ مِن رِوَايَةِ بَعضِ التَّابِعِينَ عَن بَعْضٍ۔

❶ مراد ہے سقط کی دوسری صورت، جس کا ذکر گزشتہ سطور میں ''فَالسَّقطُ إِمَّا أَن يكونَ مِن مَبادِئ السَّنَدِ. . .'' میں آیا ہے۔

اس دوسری (یعنی محذوف راوی کے تابعی ہونے کی) صورت میں یہ احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ثقہ ہو۔تو دوسرے امکان (ثقہ ہونے) کی صورت میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس نے یہ روایت کسی صحابی سے سنی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے تابعی سے سنی ہو۔ تو اس دوسرے احتمال (کسی دوسرے تابعی سے سننے) کی صورت میں پھر وہی گزشتہ احتمال پایا جائے گا۔❶ یہ احتمالات بنتے ہی جائیں گے اور ان کی کوئی حد نہیں ہوگی۔ البتہ تحقیق کے ذریعے چھے یا سات ہی احتمالات بنیں گے۔ سب سے زیادہ تعداد اسی (احتمال) کی ہے جو ایک تابعی کی دوسرے تابعی سے روایت سے سامنے آتا ہے۔

✧...مرسل خبر کا حکم:

فَإِن عُرِفَ مِن عَادَةِ التَّابِعِيِّ أَنَّه لا يُرسِلُ إِلَّا عَن ثِقَةٍ فَذَهَبَ جُمهُورُ المُحَدِّثِينَ إِلَى التَّوَقُّفِ؛ لِبَقَاءِ الاحتِمَالِ وَهُوَ أَحَدُ قَولَي أَحمَدَ وَثَانِيهِمَا وَهُوَ قَولُ المَالِكِيِّيْنَ وَالْكُوفِيِّينَ: يُقبَلُ مُطْلَقًا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُقْبَلُ إِن اعْتَضَدَ بِمَجِيئِهِ مِن وَجْهٍ آخَرَ يُبَايِنُ الطَّرِيقَ الأُولٰى مُسنَدًا أَو مُرسَلاً لِيَترَجّحَ احتِمَالُ كَونِ المَحذُوفِ ثِقَةً فِي نَفسِ الأَمرِ۔

اگر تابعی کے بارے میں یہ معلوم ہوجائے کہ اس کی عادت ہے کہ وہ صرف ثقہ راوی سے ارسال کرتا (مرسل روایت بیان) کرتا ہے۔ تو جمہور محدثین احتمال کے باقی رہ جانے کی وجہ سے اس (روایت) سے توقف اختیار کرنے کا موقف رکھتے ہیں۔ یہ امام احمد رحمہ اللہ کا، دو اقوال میں سے ایک قول ہے۔ اور ان کا دوسرا قول جو کہ مالکیوں اور کوفیوں کا قول بھی ہے (وہ یہ ہے) کہ اس (مذکورہ تابعی کے ارسال) کو مطلقا قبول کر

❶ یعنی جو راوی تابعی کے بعد حذف کیا گیا ہے، اگر وہ بھی تابعی ہے اور اس نے وہ روایت کسی تابعی ہی سے سنی ہے تو یہاں پر بھی یہ احتمال پایا جائے گا کہ جس دوسرے تابعی سے اس نے وہ روایت سنی ہے، وہ تابعی ثقہ ہے یا ضعیف؟

لیاجائے گا۔امام شافعی رحمہ اللہ نے کہاہے کہ اسے تب قبول کیا جائے گا جب کسی دوسری ایسی سند سے اس کوتقویت ملتی ہو جو اس پہلی سند جیسی ہو، چاہے وہ (دوسری سند) مسند (متصل) ہو یا مرسل۔(دوسری سند کی شرط اس لیے ہے) تا کہ پہلی سند کے حذف شدہ راوی کے ثقہ ہونے (کے احتمال) کوتقویت ملے۔

وَنَقَلَ أَبُو بكرٍ الرَّازِيُّ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَأَبُوالوَلِيدِ البَاجِيُّ مِنَ المَالِكِيَّةِ: أَنَّ الرَّاوِيَ إِذَا كَانَ يُرسِلُ عَنِ الثِّقَاتِ وَغَيرِهِم لا يُقبَلُ مُرسَلُهُ اتِّفَاقًا۔

احناف میں سے ابوبکر رازی اور مالکیہ میں سے ابوولید الباجی نے بیان کیا ہے کہ راوی جب ثقہ اور غیر ثقہ (ہر طرح کے) راوی سے ارسال (مرسل روایت بیان) کرتا ہو تو اس کی مرسل (ارسال والی) روایت بالاتفاق نا قابل قبول ہوگی۔

٣۔معضل:

وَالـقِسمُ الثَّالِثُ مِن أَقسَامِ السَّقطِ مِنَ الإِسنادِ:إِن كَانَ بِاثنَينِ فَصَاعِدًا مَعَ التَّوَالِي فَهُوَ المُعضَلُ۔

اور سند میں سے سقط (راوی حذف ہونے) کی تیسری قسم (نوعیت) یہ ہے کہ اگر دو یا زیادہ راوی یکے بعد دیگرے (مسلسل) ساقط ہوں تو وہ (روایت) ''معضل'' ہے۔

٤۔منقطع:

وَإِلَّا بِـان كَـانَ السَّـقـطُ اثـنَـيـنِ غَيـر مُتَوَالِيَينِ فِي مَوضِعَينِ مَثَلاً فَهُوَ المُنقَطِعُ وَكَذَا إِن سَقَط وَاحِدٌ فَقَط أَو أَكثَرَ مِنِ اثْنَينِ لكِن بِشَرطِ عَدَمِ التَّوَالِي۔

اور اگر راوی تو صرف دو ہی ساقط ہوں لیکن مسلسل نہ ہوں بلکہ دو (مختلف) مقامات سے ہوں تو وہ (روایت) ''منقطع'' ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک ہی راوی ساقط ہو (لیکن ضروری ہے کہ یہ راوی سند کے درمیان سے ساقط ہو) یا دو سے زیادہ ساقط ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ مسلسل نہ ہوں۔(تب بھی روایت منقطع ہوگی۔)

سقط کی اقسام:

ثُمَّ إِنَّ السَّقْطَ مِنَ الإِسنَادِ قَد: يَكُونُ وَاضِحًا يَحصُل الإِشتِرَاكُ فِى مَعرَفَتِهِ ككَون الرَّاوِى مَثَلاً لَم يعَاصِر مَن رَوَى عَنهُ۔ أَو يَكُونُ خَفِيًّا فَلا يُدرِكُهُ إِلَّا الأَئِمَّةُ الحُذَّاقُ المُطَّلِعُونَ عَلَى طُرُقِ الْحَدِيثِ وَعِلَلِ الأَسَانِيدِ۔

اسناد میں سقط (راوی کا حذف ہونا) بعض اوقات واضح (ظاہر) ہوتا، اور اس کی پہچان کرنے میں سب لوگ برابر کے شریک ہوتے ہیں۔❶ مثلا راوی جس سے روایت کررہا ہو وہ اس کا ہم عصر نہ ہو۔ یا یہ (سقط) خفیہ ہوتا ہے جس کی کھوج صرف ماہر اور حدیث کی اسناد کی علتوں (خرابیوں) کی خبر رکھنے والے ائمہ ہی لگا سکتے ہیں۔

✧... واضح سقط:

فَالأَوَّلُ: وَهُوَ الوَاضِحُ يُدرَكُ بِعَدَمِ التَّلاقِى بَينَ الرَّاوِى وَشَيخِهِ بِكَونِه لَم يُدرِك عَصرَهُ أَو أَدرَكَهُ لكِن لَمْ يَجتَمِعَا وَلَيْسَت لَهُ مِنْهُ إِجَازَةٌ وَلا وِجَادَةٌ۔

پہلی صورت تو واضح ہے کہ جو راوی اور اس کے شیخ (جس سے اس نے روایت کی ہے) کے درمیان ملاقات نہ ہونے سے پہچان لی جاتی ہے۔ کیونکہ اس راوی نے اس (شیخ) کا زمانہ نہیں پایا، یا اگر پایا ہے تو اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی وہ دونوں کسی جگہ اکٹھے ہوئے۔ اور نہ ہی اس راوی کو اس (شیخ) سے اجازت و وجادت ملی ہو۔❷

---

❶ یعنی اس کی پہچان تمام لوگوں کو ہو جاتی ہے۔

❷ اجازت سے مراد یہ ہے کہ شیخ اپنے شاگرد کو روایت لکھ کر یا زبان سے بیان کرنے کی اجازت دے۔ وجادت سے مراد یہ ہے کہ کسی محدث کی لکھی ہوئی احادیث ملیں تو وہ جس کے پاس ہوں وہ اس کتاب سے روایت ان الفاظ میں بیان کرے ''وجدتُ بخط فلان'' لیکن وہ ''اخبرنی'' یا ''حدَّثنی'' نہیں کہہ سکتا۔ ان الفاظ کے لیے صاحب کتاب کی اجازت ہونا ضروری ہے۔

وَمِن ثَمَّ احتِيجَ إِلَى التَّارِيخِ؛ لِتَضَمُّنِهِ تَحرِيرَ مَوَالِيدِ الرُّوَاةِ وَوَفِيَّاتِهِم وَأَوقَاتِ طَلَبِهِم وَارتِحَالِهِم۔ وَقَدِ افتَضَحَ أَقْوَامٌ ادَّعَوا الرِّوَايَةَ عَن شُيُوخٍ ظَهَرَ بِالتَّارِيخِ كَذِبُ دَعوَاهُم۔

ایسی صورت حال میں تاریخ کی ضرورت پڑے گی۔ کیونکہ اس میں راویوں کی ولادت اور ان کی وفات (کی تاریخ و ایام) اور ان کے طلب علم کے اوقات اور سفروں کا ذکر ہوتا ہے۔ اکثر ایسے لوگ رسوا ہوئے ہیں جنہوں نے بہت سے شیوخ سے روایتیں لینے کے دعوے کیے ہیں لیکن تاریخ سے ان کے دعوے جھوٹ ثابت ہوئے ہیں۔ ❶

✧ ...خفیہ سقط، (تدلیس):

وَالقِسمُ الثَّانِي: وَهُوَ الخَفِيُّ: المُدَلَّس، بِفَتحِ اللَّامِ، سُمِّيَ بِذٰلكَ لِكَونِ الرَّاوِي لَم يُسَمِّ مَن حَدَّثَهُ وَأَوهَمَ سِمَاعَهُ لِلحَدِيثِ مِمَّن لَم يُحَدِّثهُ بِهِ

اور دوسری (قسم) جو کہ مخفی (پوشیدہ سقط) ہے، وہ مدلَّس ہے ......لام پر زبر کے ساتھ ...... اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ راوی نے اس (شیخ) کا نام ذکر نہیں کیا ہوتا، جس نے اس (راوی) کو وہ حدیث بیان کی ہوتی ہے۔ بلکہ وہ (راوی) اس شیخ سے (یہ حدیث) سننے کا وہم پیدا کرتا ہے جس نے یہ حدیث اسے بیان نہیں کی ہوتی۔ ❷

---

❶ یعنی کتنے ہی ایسے راویوں کے جھوٹ کا پول کھل گیا ہے کہ جنہوں نے روایت بیان کرنے میں جن ائمہ کو اپنا استاذ (شیخ) ظاہر کیا، ان راویوں کی تاریخ ولادت اور ان شیوخ کی تاریخ وفات کی بنا پر، یا ان کی آپس میں ملاقات کا کوئی ثبوت نہ ملنے کی بنا پر یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ ان راویوں کا ان شیوخ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ ان کی بیان کردہ روایات، سند میں انقطاع ہونے کے باعث منقطع ہیں۔

❷ یعنی وہ راوی اس روایت کو بیان کرنے والے اپنے استاذ کو چھوڑ کر اس سے اوپر والے شیخ سے روایت بیان کرے اور اس سے یہ وہم پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ اس راوی نے اسی شیخ سے یہ روایت سنی ہے۔ حالانکہ اس شیخ سے اس راوی کی کسی موقع پر ملاقات تو ضرور ہوئی ہوتی ہے لیکن مذکورہ روایت اس شیخ سے نہیں سنی ہوتی۔

وَاشْتِقَاقُهُ مِنَ الدَّلَسِ ......بِالتَّحرِيكِ...... وَهُوَ اخْتِلاطُ الظَّلامِ ، سُمِّيَ بِذٰلِكَ لاشْتِرَاكِهِمَا فِي الخَفَاءِ۔ وَيَرِدُ المُدَلَّسُ بِصِيغَةٍ مِن صِيَغِ الأَدَاءِ تَحتَمِلُ وَقُوعَ اللُّقِيِّ بَينَ المُدلِّس وَمَن أَسنَدَ عَنْهُ كَ"عَنْ" وَكَذَا "قَالَ"۔ وَمَتَى وَقَعَ بِصِيغَةٍ صَرِيحَةٍ كَانَ كَذِبًا۔

اس کا ماخذ ''دلس'' سے ،دال اور لام کی حرکت کے ساتھ، ہے۔ اس سے مراد تاریکیوں کا (روشنی سے) گھل مل جانا ہے۔ اس (روایت) کا نام مدلس ان دونوں (روشنی اور راوی) کے مخفی ہونے (چھپ جانے) کی صفت مشترک ہونے کی وجہ سے ہے۔ ❶
اور مدلَّس روایت ادا کے صیغوں میں سے کسی ایسے صیغے کے ساتھ مذکور ہوتی ہے جو صیغہ مدلِّس (تدلیس کرنے والے راوی) اور اس شیخ کے درمیان ملاقات کا احتمال ظاہر کرتا ہے جس (شیخ) سے اس راوی نے یہ روایت منسوب کی ہوتی ہے۔ مثلاً: عن اور قال، کا صیغہ۔ اور جب یہ (مدلَّس روایت) واضح صیغہ کے ساتھ مذکور ہوتو وہ جھوٹ ہوگا۔ ❷

✧... مُدَلِّس کی روایت کا حکم:

وَحُكْمُ مَنْ ثَبَتَ عَنهُ التَّدلِيسُ إِذَا كَانَ عَدلاً: أَن لَّا يُقبَلَ مِنهُ إِلَّا مَا صَرَّحَ فِيهِ بِالتَّحْدِيثِ عَلَى الأَصَحِّ۔

صحیح موقف کے مطابق؛ جس راوی سے تدلیس ثابت ہوجائے اس کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ اگر وہ عادل ہوتب بھی اس سے یہ (عن اور قال کے صیغوں کے ساتھ تدلیس) صرف اسی روایت کے بارے میں قبول کی جائے گی جس کی تحدیث (حدیث کے سماع) کی صراحت مل جائے۔

---

❶ مراد ہے کہ مدلس روایت کی سند میں محذوف راوی اس طرح مکمل طور پر چھپالیا جاتا ہے جس طرح روشنی اندھیروں میں چھپ جاتی ہے۔ اسی مشترک وصف کی بنا پر اس روایت کو مدلَّس کہا جاتا ہے۔

❷ جب مدلِّس راوی سماع اور لقاء کو واضح کرنے والے الفاظ یعنی ''اخبرنی، حدثنی'' وغیرہ کے ساتھ بیان کرے تو وہ روایت جھوٹ قرار پائے گی۔ کیونکہ اس شیخ نے اس راوی کو وہ روایت بیان کی ہی نہیں ہوتی۔

✧...مرسل خفی:

وَكَذَا المُرسَلُ الخَفِيُّ إِذَا صَدَرَ مِن مَعَاصِرٍ لَم يَلقَ مَن حَدَّثَ عَنهُ بَل بَينَهُ وَبَينَهُ وَاسِطَةٌ۔

اسی طرح مرسل خفی ہے۔ ❶ جب وہ ہمعصر سے مذکور تو ہولیکن روایت کرنے والے نے جس سے روایت کی ہے، اس سے ملاقات نہ کی ہو۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ (کوئی دوسرا راوی) موجود ہو۔

✧...مُدَلَّس اور مُرسَل الخفی کے درمیان فرق:

وَالفَرقُ بَينَ المُدَلَّسِ وَالمُرسَلِ الخَفِيِّ دَقِيقٌ، يُحصَل تَحرِيرُهُ بِمَا ذُكِرَ هُنَا: وَهُوَ أَنَّ التَّدْلِيسَ يَختَصُّ بِمَن رَوَى عَمَّن عُرِفَ لِقَاؤُهُ إِيَّاهُ۔فَأَمَّا إِن عَاصَرَهُ وَلَم يُعرَف أَنَّه لَقِيَهُ فَهُوَ المُرسَلُ الخَفِيُّ۔

مدلّس اور مرسل کے درمیان بہت باریک فرق ہے۔ یہ فرق اس وضاحت سے سمجھ آجاتا ہے جو یہاں بیان کردی گئی ہے۔ وہ (وضاحت) یہ ہے کہ تدلیس اس راوی کے ساتھ خاص ہے جو ایسے (شیخ) سے روایت بیان کرے جس کے ساتھ اس راوی کی ملاقات معروف (ثابت) ہو۔ اور اگر وہ (شیخ) اس راوی کا ہمعصر تو ہولیکن یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ راوی اس (شیخ) سے ملا ہے۔ تو یہ مرسل خفی ہے۔

وَمَن أَدخَلَ فِي تَعرِيفِ التَّدلِيسِ الْمُعَاصَرَةَ وَلَو بِغَيرِ لُقِيٍّ لَزِمَهُ دَخُولُ المُرسَلِ الخَفِيِّ فِي تَعرِيفِهِ۔ وَالصَّوابُ التَّفرِقَةُ بَينَهُمَا۔

جس نے تدلیس کی تعریف میں معاصرت (ہم عصری) اگرچہ ملاقات کے بغیر ہو، کو داخل کیا ہے۔ اس سے مرسل خفی کا بھی مدلس کی تعریف میں داخل ہوجانا لازم آتا ہے۔ جبکہ درست یہ ہے کہ ان دونوں (مدلس اور مرسل خفی) کے درمیان ہے۔

---

❶ یعنی مرسل خفی بھی مدلس کی طرح مردود اور ناقابل حجت ہے۔

وَيَدُلُّ عَلَى أَنَّ اِعتِبَارَ اللُّقِيِّ فِي التَّدلِيسِ دُونَ المُعَاصَرَةِ وَحدَهَا لابُدَّ مِنهُ إِطبَاقُ أَهلِ الْعِلْمِ بِالحَدِيثِ عَلَى أَنَّ رِوَايَةَ المُخَضرَمِينَ كَأَبِي عُثمَانَ النَّهدِي وَقَيسِ بنِ أَبِي حَازِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مِن قَبِيلِ الإِرسَالِ لامِن قَبِيلِ التَّدلِيسِ وَلَوكَانَ مُجَرَّدُ المُعَاصَرَةِ يُكتَفَى بِهِ فِي التَّدلِيسِ لَكَانَ هٰؤُلاءِ مُدَلِّسِينَ؛ لأَنَّهُم عَاصَرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَطعًا وَلٰكِن لَم يُعرَفْ: هَل لَقُوهُ أَمْ لا۔

(محدثین کا اتفاق) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تدلیس میں محض معاصرت کے علاوہ ملاقات کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔علماء حدیث (محدثین) کا یہ اتفاق، اس بات کی دلیل ہے کہ مخضرمین، مثلاً: عثمان النہدی اور قیس بن ابی حازم کی نبی ﷺ سے روایت، مرسل کے قبیل (اقسام) میں سے ہے تدلیس کے قبیل سے نہیں۔ یہ (اتفاق) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تدلیس میں صرف معاصرت (ہم عصر ہونے) کا ہی نہیں بلکہ ملاقات کا بھی اعتبار کیا (لحاظ رکھا) جائے گا۔ کیونکہ اگر (تدلیس کی تعریف میں) محض معاصرت کو کافی سمجھا جائے بنیاد بنایا جائے تو یہ تمام لوگ (مخضرمین) مدلسین قرار پائیں گے۔ ❶ کیونکہ انہوں نے یقیناً نبی ﷺ کا زمانہ پایا ہے۔لیکن یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی ہے یا نہیں۔

---

❶ مراد یہ ہے کہ تدلیس کی تعریف میں یہ بات اہم ہے کہ تدلیس کرنے والا راوی، اپنے سے اوپر کسی راوی کا نام چھوڑ کر اس سے اوپر والے کسی شیخ سے روایت بیان کرنے کا اظہار کر رہا ہو، تو یہ صورت تب تدلیس کہلائے گی جب اس راوی اور اُس شیخ کا زمانہ بھی ایک ہو اور ان کی کسی موقع پر ملاقات بھی ہوئی ہو۔ اگر زمانہ تو ایک ہو لیکن ملاقات نہ ہوئی ہو تو یہ صورت تدلیس نہیں بلکہ ارسال کہلائے گی۔ کیونکہ اگر راوی اور شیخ کا زمانہ ایک ہونے کے باوجود ان کی ملاقات نہ ہونے کی صورت میں راوی کی شیخ سے بیان کردہ روایت کو مدلس قرار دیا جائے تو جن لوگوں نے نبی ﷺ کا زمانہ تو پایا لیکن آپ ﷺ سے ملاقات نہ ہوسکی ان کی تمام روایات مدلس اور وہ تمام لوگ تدلیس کرنے والے قرار پائیں گے۔ جبکہ علماء حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان لوگوں کی روایات ارسال کے حکم میں آتی ہیں۔ تدلیس کے حکم میں نہیں۔

✧...تدلیس میں ''ملاقات'' شرط ہونے کے قائل علماء:

وَمِمَّن قَالَ بِاشْتِرَاطِ اللِّقَاءِ فِي التَّدلِيسِ الإِمَامُ الشَّافِعيُّ وَأَبُوبكرٍ البَزَّارُ وَكَلامُ الْخَطِيبِ فِي الكِفَايَةِ يَقتَضِيهِ وَهُوَ الْمُعتَمَدُ۔ وَيُعرَفُ عَدمُ المُلاقَاةِ بِإِخبَارِهِ عَن نَفسِهِ بِذٰلِكَ أَوبِجَزمِ إِمَامٍ مُطَّلِعٍ۔ وَلا يَكفِي أَن يَقَعَ فِي بَعضِ الطُّرُقِ زِيَادَةُ رَاوٍ اَكثَر بَيْنَهُمَا؛ لإِحْتِمَال أَن يَكُونَ مِنَ الْمَزِيدِ وَلا يُحكَمُ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ بِحُكمٍ كُلِّيٍ لِتَعَارُضِ احتِمَالِ الاتِّصَالِ وَالانْقِطَاعِ۔

جنہوں نے تدلیس میں ملاقات کو شرط قرار دیا ہے ان میں شافعی اور ابوبکر بزار ہیں۔ اور خطیب (بغدادی) کا ''الکفایۃ'' میں کلام بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے۔اور یہی معتبر (درست موقف) ہے۔اور ملاقات نہ ہونا اس راوی کے خود اعتراف سے؛ یا کسی ماہر امام کے حتمی بیان سے معلوم ہوگا۔ اور کسی سند میں ان دونوں (مدلّس راوی اور شیخ) کے درمیان کچھ راویوں کا آجانا کافی نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ (ممکن ہے) اس سند میں ان دونوں کے درمیان بھی کوئی راوی ہو۔ [1] اور اس صورت میں سند کے اتصال اور انقطاع کے احتمال (امکان) کے پیش نظر حتمی طور پر (تدلیس ہونے یا نہ ہونے کا) فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

[1] مراد یہ ہے کہ اگر ایک راوی نے کسی شیخ سے کوئی حدیث روایت کی ہے، اور کسی دوسری حدیث کی سند میں بھی یہی راوی اور یہی شیخ موجود ہیں لیکن ان کے درمیان ایک یا دو راویوں کا فاصلہ ہے۔تو اس دوسری سند کے پیش نظر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پہلی سند میں اس راوی نے اپنے اور اس شیخ کے درمیان کسی راوی کو چھپا کر تدلیس کی ہے۔ممکن ہے کہ ایک حدیث اس راوی نے اس شیخ سے براہ راست سنی ہو اور دوسری حدیث بالواسطہ اسی شیخ سے ملی ہو۔ مثلاً: ایک حدیث کی سند، عن عمرو عن بکر. ہے جبکہ دوسری حدیث کی سند عن عمرو عن زید عن بکر، ہے۔تو یہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پہلی سند میں عمرو نے تدلیس کی ہے، کیونکہ دوسری سند بتا رہی ہے کہ عمرو اور بکر کے درمیان زید کا واسطہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ پہلی حدیث عمرو نے بکر سے بلا واسطہ سنی ہو اور دوسری حدیث عمرو نے زید سے سنی ہو اور زید نے بکر سے سن کر بیان کی ہو۔

مرسل اور مزید فی متصل الاسانید کے متعلق تالیفات:

وَقَد صَنَّفَ فِيهِ الخَطِيبُ كِتَابَ التَّفصِيلِ لِمُبهَمِ المَرَاسِيلِ وَكِتَابَ المَزِيدِ فِى مُتَّصِلِ الأَسَانِيد. وَانتَهَت هُنَا أَقسَامُ حُكمِ السَّاقِطِ مِنَ الإِسنَادِ.

اور اس بارے میں خطیب رحمہ اللہ نے کتاب ''التفصیل لمبهم المراسیل '' اور کتاب ''المزید فی متصل الاسانید '' تصنیف کی ہے۔ یہاں سند سے ساقط ہونے والے (راوی) کے حکم کی اقسام ختم ہوگئی ہیں۔

②...طعن (راوی میں عیب) کی وجہ سے مردود:

ثُمَّ الطَّعنُ، يكُونُ بِعَشَرَةِ أَشْيَاءَ بَعضُهَا أَشَدُّ فِى القَدْحِ مِن بَعضٍ. خَمْسَةٌ مِنهَا تَتَعَلَّقُ بِالعَدَالَةِ وَخَمسَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالضَّبطِ.

پھر (رد کی وجہ) طعن ہے۔ ❶ جو دس صورتوں میں ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض صورتیں بعض کی نسبت قدح (جرح) میں زیادہ شدید ہوتی ہیں۔ ان میں سے پانچ عدالت سے تعلق رکھتی ہیں اور پانچ ضبط (یاد رکھنے) سے تعلق رکھتی ہیں۔

وَلَم يَحصُلِ الإِعتِنَاءُ بِتَميِيزِ أَحَدِ القِسمَينِ مِنَ الآخَرِ؛ لِمَصلِحَةٍ اقْتَضَتْ ذٰلِكَ وَهِيَ تَرتِيبُهَا عَلَى الأَشَدِّ فَالأَشَدِّ فِى مُوجِبِ الرَّدِّ عَلى سَبِيلِ التَّدَلِّى؛

مصلحت کے تقاضا کے پیش نظر ان دونوں اقسام (عدالت اور ضبط کے طعن) کو الگ الگ بیان کرنے کی طرف توجہ نہیں کی گئی، وہ (مصلحت) ان اسباب کی ترتیب ہے، کہ (پہلے) اپنے مدلول کے اعتبار سے رد کا سبب بننے میں زیادہ سخت اور پھر (نسبتاً کم) سخت کا بیان ہو۔

---

❶ یہ ردّ (روایت کے مردود ہونے) کے اسباب میں سے دوسرا سبب ہے۔ پہلا سبب سقط تھا جس کی تفصیل گزشتہ سطور میں بیان ہوگئی ہے۔

اسباب طعن (ایک تا پانچ):

لأَنَّ الطَّعْنَ إِمَّا أَن يكُونَ: لِكَذِبِ الرَّاوِي فِي الْحَدِيثِ النَّبوِي: بِأَنْ يَرْوِيَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ عَلىٰ آلِهِ وَ صَحبِهِ وَسَلَّمَ مَا لَم يَقُلْهُ مُتَعَمِّدًا لِذٰلِكَ۔

کیونکہ طعن؛ یا تو حدیث نبوی بیان کرنے میں راوی کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہوتا ہے، کہ وہ راوی عمداً آپ ﷺ سے ایسی حدیث بیان کرے جو آپ نے نہ کہی ہو۔

أَو تُهْمَتِهِ بِذٰلِكَ: بِأَن لا يُروَى ذٰلِكَ الحَدِيثُ إِلَّا مِن جِهَتِهِ وَيَكُونَ مُخَالِفًا لِلْقَوَاعِدِ الْمَعلُومَةِ وَكَذَا مَن عُرِفَ بِالكَذِبِ فِي كَلامِهِ وَإِن لَم يَظهَر مِنهُ وُقُوعُ ذٰلِكَ فِي الحَدِيثِ النَّبوِيِّ وَهٰذَا دُونَ الأَوَّلِ۔ أَو فُحشِ غَلَطِهِ أي: كَثْرَتِهِ۔ أَو غَفلَتِهِ عَنِ الإِتقَانِ۔ أَو فِسقِهِ: بِالفِعلِ أَوِ الْقَولِ مِمَّا لَم يَبلُغِ الكُفْرَ۔ وَبَينَهُ وَبَيْنَ الأَوَّلِ عَمُومٌ وَإِنَّمَا أُفرِدَ الأَوَّلُ لِكونِ الْقَدحِ بِهِ أَشَدَّ فِي هٰذَا الفَنِّ وَأَمَّا الْفِسقُ بِالمُعتَقَدِ فَسَيَأْتِي بَيَانُهُ۔

یا اس (راوی) پر، جھوٹا ہونے کے الزام (تہمت) کے باعث (طعن) ہوتا ہے، کہ یہ حدیث صرف اسی راوی سے مروی ہو اور وہ حدیث معروف قواعد (اصول) کے مخالف ہو۔ اور وہ شخص بھی اسی زمرے میں ہے جو اپنی گفتگو میں جھوٹ بولنے پر مشہور ہو، اگرچہ حدیث نبوی میں اس کا جھوٹ ظاہر نہ ہوا ہو۔ یہ اول الذکر سے کم درجہ ہے۔ (1) یا راوی کی خطرناک حد تک غلطی، یعنی بہت زیادہ غلطیوں کی وجہ سے (طعن) ہوگا۔ یا حفظ

---

(1) مراد یہ ہے کہ وہ راوی متہم بالکذب ہو۔ یعنی گفتگو میں جھوٹ بولنے کا عادی ہو اور وہ حدیث نبوی میں بھی جھوٹ بول دیتا ہو اس پر شدید طعن ہوگی۔ اور اس کا حدیث نبوی میں جھوٹ بول دینا اس طرح معلوم ہوگا کہ وہ ایسی روایت بیان کرے جو اس کے علاوہ کسی اور نے بیان نہ کی ہو اور وہ روایت اصول حدیث کے منافی ہو۔ اور دوسرا وہ راوی جس کا حدیث نبوی میں جھوٹ بولنا تو ثابت نہ ہوا ہو لیکن وہ اکثر بات چیت میں جھوٹ بولتا ہو۔ البتہ یہ اول الذکر راوی کی نسبت کم درجہ مطعون (طعن زدہ) ہے۔

(حدیث یاد رکھنے) میں غفلت کی وجہ سے (طعن ہوتا) ہے۔ یا اس (راوی) کے ایسے عملی یا قولی (زبانی) فسق (گناہ) کی وجہ سے ہوتا ہے، جو (فسق) کفر تک نہ پہنچا ہو۔ ❶ اس (قولی گناہ) کے اور پہلے (طعن) کے درمیان عموم کی نسبت ہے۔ پہلے (طعن) کو اس فن میں زیادہ شدید قدح (جرح) ہونے کے باعث اس (قولی گناہ) سے الگ ذکر کیا ہے۔ اعتقادی فسق (عقیدے کی برائی) کا بیان آگے آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

أَو وَهْمِهِ: بِأَن يَروِىَ عَلَى سَبِيلِ التَّوَهُّمِ۔ أَو مُخَالَفَتِهِ أَى لِلثِّقَاتِ۔ أَو جَهَالَتِهِ: بِأَن لا يُعرَفَ فِيهِ تَعدِيْلٌ وَلَا تَجْرِيحٌ مُعَيَّنٌ۔ أَوْ بِدْعَتِهِ: وَهِىَ اِعْتِقَادُ مَا أُحدِثَ عَلَى خِلَافِ الْمَعْرُوفِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَعَلىٰ آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ لا بِمعَانَدَةٍ بَل بِنَوعِ شُبْهَةٍ۔ أَوْ سُوءِ حِفظِهِ: وَهِىَ عِبَارَةٌ عَن اَن لَّا يَكُونَ غَلَطُهُ أَقَلَّ مِن إِصَابَتِهِ۔

یا اس کے وہم کی وجہ سے ہے۔ یعنی وہ وہم (شک) کے انداز میں روایت بیان کرے۔ یا اس کی مخالفت کی وجہ سے (طعن) ہے۔ یعنی ثقات سے مخالفت۔ ❷ یا اس (راوی) کی جہالت (عدم واقفیت) کی وجہ سے (طعن) ہے۔ یعنی اس کے بارے میں تعدیل اور معیّن جرح معلوم نہ ہو۔ ❸ یا اس کی بدعت کی وجہ سے (طعن) ہے۔ یہ ایسا نیا بنایا گیا اعتقاد (نظریہ) ہے جو نبی ﷺ سے منقول معروف (حدیث) کے مخالف ہو۔ یہ (اعتقاد) حدیث کی مخالفت میں نہیں بلکہ اس (اعتقاد) کے موافق (کسی دلیل سے) شبہ ہونے سے ہوتا ہے۔ یا اس کے حافظہ (یادداشت) کی خرابی کی وجہ سے (طعن) ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی کی غلطیاں اس کی درستگیوں سے کم نہ ہوں۔

---

❶ عملی گناہ سے مراد شراب نوشی اور زنا وغیرہ ہے اور قولی گناہ سے مراد چغلی وغیبت وغیرہ ہے۔

❷ مراد یہ ہے کہ وہ ثقہ راوی کی روایت کے مخالف روایت بیان کرے۔

❸ معین جرح سے مراد یہ ہے کہ راوی کے بارے میں یہ مذکور ہو کہ یہ راوی مجروح ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس پر جرح کی وجوہات اور تفصیل بھی مذکور ہو۔

جھوٹے راوی کی روایات:

ا...موضوع:

فَالـقِسمُ الأوَّلُ: وَهُوَ الطَّعنُ بِكَذِبِ الرَّاوِي فِي الحَدِيثِ النَّبَوِيِّ هُوَ المَوضُوعُ۔

پہلی قسم، جو کہ حدیث نبوی میں راوی کا جھوٹ بولنے کا طعن (عیب) ہے، وہ ''موضوع'' ہے۔❶

وَالحُكمُ عَلَيهِ بِالوَضْعِ إِنَّمَا هُوَ بِطَرِيقِ الظَّنِّ الْغَالِبِ لا بِالْقَطْعِ؛ إِذْ قَد يَـصْدُقُ الكَذُوبُ لكِنَّ لأَهلِ الْعِلْمِ بِالحَدِيثِ مَلَكَةٌ قَوِيَّةٌ يُمَيِّزُونَ بِهَا ذٰلِكَ وَإِنَّـمَـا يَـقُـومُ بِـذٰلِكَ مِـنهُم مَن يَكُونُ اطِّلاعُهُ تَامًّا وَذِهنُهُ ثَاقِبًا وَفَهمُهُ قَوِيًّا وَمَعْرِفَتُهُ بِالقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلَى ذٰلِكَ مُتَمَكِّنَةٌ۔

اور اس روایت پر ''وضع'' (موضوع ہونے) کا حکم ظن غالب کے تحت ہوتا ہے، قطعی طور پر نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات جھوٹا ترین شخص بھی سچ بولتا ہے۔ لیکن علم حدیث کے علماء کو یہ ملکہ (صلاحیت) حاصل ہے کہ وہ اس علم کے ذریعے اس (موضوع روایت) کو نمایاں کر لیتے ہیں۔ ان علماء میں سے یہ (وضع کا حکم لگانے کا) کام وہی انجام دے سکتا ہے جس کی اطلاع (راویوں سے آگاہی) مکمل اور ذہن روشن اور فہم مضبوط اور اس (وضع حدیث) پر دلالت کرنے والے قرائن (امور) سے واقفیت خوب تر ہو۔

وَقَد يُعرَفُ الوَضعُ بِإِقرَارِ وَاضِعِهِ قَالَ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيد: لكِن لَّا يُقطَع بِذٰلِكَ لإِحْتِمَالِ أَن يكُونَ كَذَبَ فِي ذٰلِكَ الإِقْرَارِ۔ انْتَهٰى۔

---

❶ یہاں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طعن کی مذکورہ ترتیب کے اعتبار سے یہ بیان کیا ہے کہ طعن کے یہ اسباب جس روایت میں پائے جائیں گے اس روایت کا کیا حکم ہوگا؟ اور اس روایت کو فن حدیث میں کس نام سے موسوم کیا جاتا ہے؟ یہاں پر اوّل الذکر طعن ''لِكَـذِبِ الـرَّاوِي فـي الحديثِ النبوي . . '' (حدیث نبوی بیان کرنے میں راوی کے جھوٹ بولنا)

بعض اوقات وضع (روایت کا من گھڑت ہونا) واضع کے اقرار سے معلوم ہوتا ہے۔ ابن دقیق العید نے کہا ہے: لیکن یہ (واضع کا اقرار) بھی یقینی نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ ممکن ہے اس راوی نے اس (وضع) کا اقرار کرنے میں جھوٹ بولا ہو۔

وَفَهِمَ مِنهُ بَعضُهُم أَنَّهُ لا يُعمَلُ بِذٰلِكَ الإِقرَارِ أَصْلاً لِكَونِهِ كَاذِبًا وَلَيسَ ذٰلِكَ مُرادُهُ وَإِنَّمَا نَفيُ الْقَطعِ بِذٰلِكَ، وَلا يَلزَمُ مِن نَفيِ القَطعِ نَفيُ الْحُكمِ؛ لأَنَّ الحُكمَ يَقطَعُ ❶ بِالظَّنِّ الغَالِبِ وَهُوَ هُنَا كَذٰلِكَ، وَلَولا ذٰلِكَ لَمَا سَاغَ قَتلُ المُقِرِّ بِالقَتلِ وَلا رَجْمُ الْمُعْتَرِفِ بِالزِّنىٰ؛ لإِحتِمَالِ أَن يَكُونَا كَاذِبَينِ فِيمَا اعتَرَفَا بِهِ۔

بعض لوگوں نے (ابن دقیق کے) اس قول سے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس (واضع کے) جھوٹا ہونے کی وجہ سے اقرار پر بالکل عمل نہیں کرنا چاہیے۔ جبکہ اس (ابن دقیق) کی مراد (مطلب) یہ نہیں، بلکہ نفی تو اس (اقرار) کے یقینی ہونے کی ہے۔ اور یقینی ہونے کی نفی سے حکم کی نفی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ حکم تو ظن غالب کی بنیاد پر واقع ہوجاتا ہے۔ اور یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ ❷ اور اگر ایسا نہ ہو، تو قتل کا اعتراف کرنے والے کو (سزا کے طور پر) قتل کرنا، اور زنا کا اعتراف کرنے والے کو رجم کرنا جائز نہ ہوتا۔ اس احتمال کی وجہ سے کہ ممکن ہے وہ دونوں اعتراف کرنے میں جھوٹے ہوں۔

وَمِنَ القَرَائِنِ الَّتِي يُدرَكُ بِهَا الوَضعُ مَا يُوجَدُ مِن حَالِ الرَّاوِي۔ كَمَا وَقَعَ لِمَأمُونِ بنِ أَحمَدَ أَنَّه ذُكِرَ بِحَضرَتِهِ الخِلَافُ فِي كَونِ الحَسَنِ (البَصرِيِّ) سَمِعَ مِن أَبِي هُرَيرَةَ أَو لا؟ فَسَاقَ فِي الحَالِ إِسنَادًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعَ الحَسَنُ مِن أَبِي هُرَيرَةَ۔

❶ بعض نسخوں میں یہاں: "يقطع" کی جگہ "يقع" ہے۔ جو کہ مفہوم کو آسانی سے سمجھنے کے اعتبار سے يقطع کی نسبت زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم)

❷ مراد ہے کہ موضوع روایت کو "موضوع" قرار دینا، ظن غالب کی بنا پر ہی ہے۔

اور جن قرائن سے وضع (جھوٹی روایت گھڑنا) معلوم ہوسکتا ہے، ان میں (ایک) وہ قرینہ بھی ہے جو راوی کے حال (کیفیت) میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ مامون بن احمد کا واقعہ ہے، کہ اس کی موجودگی میں اس اختلاف کا ذکر ہوا کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کچھ سنا ہے یا نہیں؟ تو اس (مامون) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک سند بیان کردی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔

وَكَمَا وَقَعَ لِغِيَاثِ بنِ إبرَاهِيمَ حَيثُ دَخَلَ عَلَى المَهْدِيِّ فَوَجَدَهُ يَلعَبُ بِالحَمَام؛ فَسَاقَ فِي الحَالِ إِسنَادًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ عَلىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا سَبَقَ إِلَّا فِي نَصلٍ أَو خُفٍّ أَو حَافِرٍ أَو جَنَاحٍ۔ فَزَادَ فِي الحَدِيثِ: أَوْ جَنَاحٍ؛ ❶ فَعَرَفَ المَهدِيُّ أَنَّهُ كَذَبَ لأَجْلِهِ۔ فَأَمَرَ بِذَبحِ الحَمَامِ۔

اور جس طرح غیاث بن ابراہیم کا واقعہ ہے کہ جب وہ مہدی کے پاس آیا تو اس نے اسے (مہدی کو) کبوتر سے کھیلتے دیکھا۔ تو اس (غیاث) نے نبی رحمہ اللہ تک سند بیان کردی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقابلہ بازی صرف تیراندازی یا اونٹ یا گھوڑے یا پرندوں میں ہی جائز ہے۔ اس (غیاث) نے حدیث میں ''أو جناح'' (یا پرندے) کا اضافہ کرڈالا۔ مہدی سمجھ گیا کہ اس (غیاث) نے اس کی وجہ سے جھوٹ گھڑا ہے۔ لہذا اس نے کبوتر ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔ ❷

وَمِنهَا مَا يُوجَدُ مِن حَالِ المَروِي كَأن يَكُونَ مَنَاقِضًا لِنَصِّ الْقُرآن أَوِ السُّنَّةِ الـمُتَوَاتِرَةِ أَوِ الإجمَاعِ الْقَطعِيِّ أَو صَرِيحِ الْعَقلِ حَيثُ لا يَقبَلُ شَيءٌ مِن ذٰلِكَ التَّأوِيلَ۔

---

❶ یہ حدیث ''اوجناح'' کے الفاظ کے بغیر، اصل الفاظ میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ دیکھئے: سنن الترمذی،ابواب الجهاد، باب ماجاء فی الرهان والسبق، حدیث، ۱۷۰۰]

❷ مہدی سے مراد عباسی خلیفہ، ہارون الرشید کا والد محمد مہدی ہے۔

اور ان (قرائن) میں سے ایک قرینہ، روایت کی کیفیت میں موجود ہوتا ہے۔ وہ (روایت) قرآنی نص (آیت/واضح حکم) یا سنت متواترہ یا قطعی اجماع یا صریح عقل کے اس طرح خلاف ہو کہ اس میں کسی طرح کی کوئی تاویل نہ کی جاسکے۔

✧...وضع (حدیث گھڑنے) کے ذرائع:

ثُمَّ الْمَروِی: تَارَةً يَخْتَرِعُهُ الوَاضِعُ۔ وَتَارَةً يَأْخُذُ مِن كَلامِ غَيرِهِ: كَبَعْضِ السَّلَفِ الصَّالِحِ أَو قُدَمَاءِ الحُكَمَاءِ أَوِ الإِسْرَائِيلِيَّاتِ۔ أَو يَأْخُذُ حَدِيْثًا ضَعِيفَ الإِسنَادِ فَيُرَكِّبَ لَهُ إِسْنَادًا صَحِيحًا لِيَرُوجَ۔

پھر، (ایک قرینہ خود) روایت ہے، کہ کبھی تو اسے واضع (جھوٹ گھڑنے والا) خود گھڑتا ہے اور کبھی اپنے علاوہ کسی اور کے کلام، مثلاً: بعض سلف صالحین یا قدیم (پرانے) حکماء یا اسرائیلیات (اسرائیلی روایات) سے لیتا ہے۔ یا کسی ضعیف سند والی روایت کو لیتا ہے اور اس پر صحیح سند لگادیتا ہے تاکہ یہ (ضعیف روایت) عام ہوجائے۔ (رواج پا جائے)۔

✧...وضع (حدیث گھڑنے) کے اسباب:

وَالحَامِلُ لِلوَاضِعِ عَلَى الوَضْعِ: إِمَّا عَدمُ الدِّينِ كَالزَّنَادِقَةِ۔ أَو غَلَبَةُ الجَهْلِ كَبَعضِ الْمُتَعَبِّدِينَ۔ أَو فَرطَ الْعَصْبِيَّةِ كَبَعضِ المُقَلِّدِينَ۔ أَوِ اتِّبَاعِ هَوَى بَعضِ الرُّؤَسَاءِ۔ أَوِ الإِغْرَابُ لِقَصدِ الإِشْتِهَارِ۔

واضع (جھوٹی حدیث گھڑنے والے) کو وضع پر ابھارنے والے عوامل: ①۔ بے دینی، جیسا کہ زنادقہ ہیں۔ ②۔ یا جہالت کا غلبہ، جیسا کہ بعض پرتکلف عبادت کرنے والے ہیں۔ ③۔ یا تعصب کی شدت، جیسا کہ بعض مقلدین ہیں۔ ④۔ یا کسی رئیس (بڑے آدمی) کی خواہش کی پیروی۔ ⑤۔ یا شہرت کی غرض سے عجیب بات کرنا۔

✧...موضوع (من گھڑت) حدیث کا حکم:

وَكُلُّ ذٰلِكَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ مَن يُعتَدُّ بِهِ إِلَّا أَنَّ بَعضَ الكِرَّامِيَّةِ وَبَعضَ المُتَصَوِّفَةِ نُقِلَ عَنْهُمْ إِبَاحَةُ الْوَضْعِ فِي التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَهُوَ خَطَأٌ

مِـنْ فَاعِلِهِ نَشَأَ عَن جَهْلٍ لأنَّ التَّرغِيبَ وَالتَّرهِيبَ مِنْ جُملَةِ الأَحْكَامِ الشَّـرْعِيَّةِ وَاتَّفَقوا عَلَى أَنَّ تَعَمُّدَ الْكَذِبِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ عَـلـىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الكَبَائِرِ وَبَالَغَ أَبُومُحَمَّد الجُوَينِيُّ فَكَفَّرَ مَن تَعَمَّدَ الْكَذِبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔

یہ تمام (اقسام) معتمد علماء کے اجماع کے مطابق حرام ہیں۔ البتہ بعض کرامیہ اور بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ ترغیب وترہیب (یعنی: نیکی کی رغبت دلانے اور برائیوں سے باز رکھنے) کے لیے وضع کرنا (جھوٹی حدیث گھڑنا) جائز ہے۔جبکہ ایسا کرنے والے کے جاہل ہونے کے سبب یہ سراسر غلطی ہے۔ کیونکہ ترغیب وترہیب بھی شرعی احکام میں سے ہے۔ اور ان (معتمد علماء) نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ نبی ﷺ پر عمداً جھوٹ باندھنا، کبیر گناہ ہے۔ ابومحمد الجوینی نے اس (فتوی) میں مزید شدت کا اظہار کیا ہے؛ انہوں نے تو اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو نبی ﷺ پر جھوٹ باندھے۔

✧...موضوع حدیث کو بیان کرنا:

وَاتَّـفَـقَوا عَلىٰ تَحْرِيمِ رِوَايَةِ الْمَوضُوعِ إِلاَّ مَقْرُوْنًا بِبيَانِهِ؛ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ عَلىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ:مَن حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِين۔أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

اور ان (معتمد علماء) نے موضوع (من گھڑت) حدیث کو روایت کرنے کے حرام ہونے پر اتفاق کیا ہے؛ الا یہ کہ اس (وضع) کی وضاحت کے ساتھ ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: جو مجھ سے کوئی حدیث بیان کرے اور وہ (حدیث) جھوٹ ہو، تو وہ شخص جھوٹوں میں سے ہے۔ اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

۲...متروک:

وَالـقِسـمُ الثَّـانِـي مِـنْ أَقْسَامِ الْمَرْدُودِ: ......وَهُوَ مَا يكُونُ بِسَبَبِ تُهْمَةِ الرَّاوِي بِالكَذِبِ...... هُوَ الْمَتْرُوْكُ۔

مردود کی اقسام میں سے دوسری قسم...... جو راوی پر جھوٹا ہونے کی تہمت کے سبب ردّ ہوتی ہے......''متروک'' ہے۔ ❶

۳...منکر:

وَالثَّالِثُ: الْمُنْكَرُ ......عَلىٰ رَأْيِ مَنْ لا يَشْتَرِطُ فِي الْمُنكَرِ قَيدَ الْمُخَالَفَةِ...... وَ كَذَا الرَّابِعُ وَالخَامِسُ، فَمَن فَحُشَ غَلَطُهُ أَو كَثُرَتْ غَفلَتُهُ أَو ظَهَرَ فِسقُهُ فَحَدِيثُه مُنكَرٌ۔

اور تیسری قسم، منکر ہے۔ ......اس (اہل علم) کی رائے کے مطابق؛ جو منکر روایت میں مخالفت کی قید (یعنی شرط) نہیں لگاتا...... اور چوتھی اور پانچویں قسم بھی اسی طرح (منکر) ہی ہے۔ تو جس کی غلطیاں فحش (خطرناک حد تک) ہوں یا اس کی غفلت بہت زیادہ ہو، یا اس کا فسق (بری عادات) ظاہر ہوں اس کی حدیث منکر ہے۔ ❷

---

❶ یہ طعن کے سبب مردود قرار پانے والی روایات کی اقسام میں سے دوسری قسم اور راوی کے جھوٹا ہونے کی وجہ سے بھی مردود قرار پانے والی روایات کی دوسری نوعیت ہے۔ پہلی نوعیت کی وہ روایات ہیں جن کا راوی رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہو، اس روایت کو ''موضوع'' کہا جاتا ہے جس کا کا بیان گزر چکا ہے۔

❷ فن حدیث میں منکر روایت کی مشہور اور قدیم تعریف یہ ہے کہ جو روایت معروف روایت کے مقابل ہو، یعنی ضعیف راوی کی بیان کردہ ایسی روایت جو ثقہ راوی کی بیان کردہ روایت کے مخالف و مقابل ہو، وہ منکر کہلاتی ہے۔ لیکن یہاں منکر روایت کی تین مزید تعریفات بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں تعریفات ان علماء کے بقول ہیں جن کا کہنا ہے کہ منکر روایت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی معروف روایت کے مخالف ہو۔ بلکہ ان تین انواع میں سے کسی بھی نوعیت کی روایت منکر ہی کہا جائے گی۔ ①۔فحش غلطیاں یعنی حدیث بیان کرنے میں خطرناک حد تک اور کثرت سے غلطیاں کرنے والے راوی کی روایت منکر ہے۔ اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مردود کی تیسری قسم قرار دیا ہے۔ ②۔جو راوی روایت حدیث میں کثرت سے غفلت کا مظاہرہ کرتا ہو اس کی روایت بھی منکر ہے۔ اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مردود روایت کی چوتھی قسم قرار دیا ہے۔ ③۔جس راوی کی بری عادات مشہور ہوں، یا اس کی اخلاقی برائیاں منظر عام پر آ جائیں تو اس کی روایت بھی منکر کہلائے گی۔ اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مردود روایت کی پانچویں قسم قرار دیا ہے۔

طعن کا چھٹا سبب (وہم):

ثُمَّ الْوَهَمُ: وَهُوَ القِسمُ السَّادِسُ وَإِنَّمَا أُفصِحَ بِهِ لِطُولِ الفَصلِ۔ إِنِ اطُّلِعَ عَلَيهِ ......أَيِ الْوَهَمِ...... بِالقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلٰى وَهَمِ رَاوِيهِ مِن وَصلِ مُرسَلٍ أَو مُنْقَطِعٍ أَو إِدخَالِ حَدِيثٍ فِي حَدِيثٍ أَو نَحوِ ذٰلِكَ مِنَ الأَشْيَاءِ الْقَادِحَةِ۔ وَيَحصُلُ مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ بِكَثْرَةِ التَّتَبُّعِ وَجَمْعِ الطُّرُقِ فَهٰذَا هُوَ الْمُعَلَّل۔

پھر (طعن کا ایک سبب) وہم بھی ہے۔ اور یہ (مردود روایت کی) چھٹی قسم ہے۔ اسے طویل وضاحت کے متقاضی ہونے کی وجہ سے مفصل بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس کی؛ یعنی وہم کی اطلاع ایسے قرائن (امور) کے ذریعے سے ہوجائے جو؛ مرسل یا منقطع کو موصول کرنے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کرنے یا (روایت کو) عیب دار کرنے والے یا اسی طرح کے دیگر امور کی صورت میں راوی کے وہم کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور یہ (وہم کی اطلاع) بہت زیادہ تتبع (جستجو تحقیق) کرنے اور طرق (روایت کی مختلف اسناد) کو جمع کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہی روایت ''معلل'' ہے۔ ❶

✧ ...معلّل (وہم والے راوی کی روایت پر حکم):

وَهُوَ مِن أَغْمَضِ أَنْوَاعِ عُلُومِ الْحَدِيثِ وَ أَدَقِّهَا وَلَا يَقُومُ بِهِ إِلَّا مَن رَزَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهْمًا ثَاقِبًا وَحِفْظًا وَاسِعًا وَ مَعْرِفَةً تَامَّةً بِمَرَاتِبِ الرُّوَاةِ وَمَلَكَةً قَوِيَّةً بِالأَسَانِيدِ وَالمُتُونِ؛

اور یہ (معلل کا علم) علوم حدیث کی نہایت گہری اور مشکل نوعیت (قسم) کا علم ہے۔ اور اس کی تلاش وہی کرسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے روشن فہم اور وسیع حافظہ اور راویوں کے مراتب سے مکمل آگاہی اور اسناد و متون سے متعلق مہارت سے نوازا ہو۔

---

❶معلل کا مطلب، علت زدہ ہے۔ مراد وہ روایت ہے جس میں کوئی؛ معیوب کردینے والی صفت پائی جائے اسے معلّل، علت زدہ اور معیوب روایت کہا جاتا ہے۔

وَلِهٰذَا لَم يَتَكَلَّمْ فِيهِ إِلَّا الْقَلِيلُ مِن أَهلِ هٰذَا الشَّأن: كَعَلِيِّ بنِ المَدِينِيِّ وَ أَحْمَدَ بنِ حَنْبَلٍ وَالبُخَارِيِّ وَيَعقوبَ بنِ شَيبةَ وَأَبِي حَاتِمٍ وَأَبِي زُرعَةَ وَ الدَّارَقُطنِيُّ۔ وَقَد يَقصُرُ عِبَارَةُ الْمَعَلِّلِ عَن إِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَى دَعوَاهُ كَالصَّيرَفِيِّ فِي نَقدِ الدِّيْنَارِ وَالدِّرهَمِ۔

اسی لیے اس کے متعلق اس رتبہ کے چند علماء نے ہی کلام کیا ہے۔ مثلاً: علی بن المدینی اور احمد بن حنبل اور البخاری اور یعقوب بن شیبہ اور ابوحاتم اور ابوزرعہ اور دارقطنی رحمہم اللہ۔ اور بعض اوقات معلّل (روایت کو علت زدہ کہنے والے) کا بیان اس کے دعوی کو سچا ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ جیسا کہ صرّاف (سونار) دینار و درہم پرکھنے پر (کھرا یا کھوٹا ہونے کی دلیل پیش کرنے سے) قاصر ہوتا ہے۔ ❶

---

❶ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی عالم کسی روایت کو معلول (علت والی) قرار دیتا ہے تو اس کے پاس اس کی علت کو ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوتی جس طرح سونار اگر کسی دینار یا درہم (چاندی یا سونے) کو کھوٹا قرار دیتا ہے تو اس سے کہا جائے کہ تمھارے پاس اس کے کھوٹا ہونے کی کیا دلیل ہے تو اس کے پاس اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ مراد یہ ہے کہ روایت کی علت کو پہچاننا اور اس سے واقف ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ ایسا ملکہ ہے کہ کوئی عالم (محدث) کسی روایت کے معلول ہونے کا دعویٰ تو کر دیتا ہے لیکن اس دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ البتہ اس کے دعوے پر دیگر علماء و ائمہ کی گواہی کا مل جانا ہی اس کی صداقت کا ثبوت ہے۔ ابوزرعہ رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ کسی روایت کو معلول قرار دینے میں آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس میں دلیل بس یہی ہے کہ جس روایت کو میں نے معلول قرار دیا ہے تم اس کے بارے میں محمد بن مسلم سے پوچھو، اس کے بعد ابوحاتم سے پوچھو پھر غور کرو تو تم خود ہی کسی نتیجے پر پہنچ جاؤ گے۔ اس شخص نے اسی طرح کیا، اور اسے دونوں ائمہ نے اس روایت کا معلول ہونا ہی بیان کیا۔ تو پھر اس شخص نے کہا کہ واقعی یہ الہامی علم ہے۔ ملا علی القاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ابن مہدی کہتے ہیں کہ کسی روایت کو معلول قرار دینا الہامی علم ہے۔ اگر کسی روایت کو معلول قرار دینے والے امام سے تم دلیل مانگو گے تو اس کے پاس دلیل نہیں ہوگی۔ [شرح نزهة النظر، لملا علی القاری: ٤٦١]

طعن کا ساتواں سبب (مخالفت):

ثُمَّ الْمُخَالَفَةُ وَهِيَ الْقِسْمُ السَّابِعُ:

پھر (طعن کا ایک سبب) مخالفت بھی ہے۔ اور یہ ساتویں قسم ہے۔

①۔ مُدرَج (مخالفت کرنے والے راوی کی روایت کی پہلی نوعیت)

إِنْ كَانَتْ وَاقِعَةً بِسَبَبِ: تَغَيُّرِ السِّيَاقِ أَي: سِيَاقِ الإِسْنَادِ فَالوَاقِعُ فِيهِ ذٰلِكَ التَّغْيِيْرِ هُوَ مُدرَجُ الإِسْنَادِ۔

اگر یہ (مخالفت) کسی سبب یعنی سند کے سیاق میں تبدیلی کے باعث ہو۔ تو یہ تبدیلی جس (روایت) میں رونما ہوگی وہ ''مدرج الاسناد'' ہوگی۔

✧...سند کے اعتبار سے مدرج کی اقسام:

وَهُوَ أَقْسَامٌ:

اس (مدرج الاسناد روایت) کی کئی اقسام ہیں۔

① . الأَوَّلُ: أَن يَرْوِيَ جَمَاعَةٌ الْحَدِيثَ بِأَسَانِيدَ مُخْتَلِفَةٍ فَيَرْوِيهِ عَنهُم رَاوٍ فَيَجْمَع الكُلَّ عَلَى إِسْنَادٍ وَاحِدٍ مِن تِلْكَ الأَسَانِيدِ وَلا يُبَيِّنُ الإِخْتِلافَ۔

پہلی (قسم یہ ہے کہ): کسی حدیث کو ایک جماعت (محدثین کی کثیر تعداد) مختلف اسناد سے روایت کرتی ہو۔ اور ان سب سے ایک ہی راوی (اس حدیث کو) روایت کر رہا ہو، تو وہ سب (کے الفاظ) کو ایک ہی سند میں جمع کردے۔ اور اختلاف کو واضح نہ کرے۔ (یعنی اسناد کا اختلاف واضح نہ کرے۔)

② . الثَّانِي: أَن يَكُونَ الْمَتَنُ عِندَ رَاوٍ إِلَّا طَرفًا مِنْهُ فَإِنَّهُ عِندَهُ بِإِسْنَادٍ آخَرَ فَيَرْوِيهِ رَاوٍ عَنهُ تَامًّا بِالإِسْنَادِ الأَوَّلِ۔ وَمِنْهُ أَن يَسْمَعَ الْحَدِيثَ مِن شَيْخِهِ إِلَّا طَرَفًا مِنْهُ فَيَسْمَعَهُ عَنْ شَيْخِهِ بِوَاسِطَةٍ فَيَرْوِيهِ رَاوٍ عَنْهُ تَمَامًا بِحَذفِ الْوَاسِطَةِ۔

دوسری(قسم یہ ہے کہ): کسی راوی کے پاس (حدیث کا) متن کچھ حصے (ابتدائی یا آخری) کے علاوہ موجود ہو اور وہ حصہ اسی راوی کے پاس کسی دوسری سند کے ساتھ موجود ہو۔تو اس (راوی) سے روایت بیان کرنے والا (کوئی دوسرا) راوی مکمل متن کو پہلی ہی سند کے ساتھ روایت کردے۔اسی کی ایک نوعیت یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ سے کوئی حدیث اس کے ایک حصے کے علاوہ سنے، اور اس حصے کو اپنے ہی شیخ سے کسی واسطے سے سنے۔تو اس راوی سے روایت کرنے والا دوسرا راوی اس واسطہ کو حذف کر کے اس (اوّل الذکر) راوی سے مکمل متن بیان کردے۔ ❶

③. . الثَّالِثُ: أَن يَكُونَ عِنْدَ الرَّاوِي مَتَنَان مُخْتَلِفَان بِإِسْنَادَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ فَيَرْوِيهِمَا رَاوٍ عَنْهُ مُقتَصِرًا عَلٰى أَحَدِ الإِسْنَادَيْنِ أَوْ يَرْوِي أَحَدَ الْحَدِيثَينِ بِإِسْنَادِهِ الخَاصِّ بِهِ لكِن يَزِيدُ فِيهِ مِنَ الْمَتنِ الآخَرِ مَا لَيْسَ فِي الأَوَّلِ۔

تیسری(قسم یہ ہے کہ): کسی راوی کے پاس دومختلف متن دومختلف سندوں کے ساتھ ہیں۔لیکن اس راوی سے بیان کرنے والا دوسرا راوی ان دونوں (متنوں) کو ان دونوں سندوں میں سے ایک ہی سند پر اکتفا کرتے ہوئے اس ایک سند کے ساتھ بیان کردیتا ہے۔یا ان دونوں حدیثوں میں سے کسی ایک کو کسی (الگ) خاص سند کے ساتھ روایت کرتا ہے اور اس میں دوسرے متن سے کچھ اضافہ کردیتا ہے جو کہ درحقیقت پہلے متن میں نہیں تھا۔

---

❶ مثلاً: زید نے ایک حدیث کا کچھ متن اپنے شیخ، عمرو سے سنا۔اور زید نے اسے عن عمرو، کی سند سے بیان کیا۔اور اس حدیث کا باقی متن بیان تو عمرو نے ہی کیا لیکن یہ حصہ عمرو سے زید نے نہیں بلکہ بکر نے سنا اور بکر سے زید نے سن کر عن بکر عن عمرو، کی سند کے ساتھ روایت کیا۔لہٰذا اس روایت کا کچھ متن زید نے اپنے استاذ عمرو سے بلا واسطہ اور باقی حصہ بالواسطہ بیان کیا۔تو جس راوی کے سامنے زید نے اس متن کے دونوں حصے الگ الگ؛ عن عمرو، اور عن بکر عن عمرو، کی سند کے ساتھ بیان کیے۔اس راوی نے زید اور عمرو کے درمیان بکر کا واسطہ ختم کر کے دونوں حصے زید سے عن عمرو، کی سند کے ساتھ ہی بیان کردیے۔

④ . اَلـرَّابِـعُ: أَن يَسُوقَ الإِسْنَادُ فَيَعرِضُ عَلَيهِ عَارِضٌ فَيَقُولَ كَلامًا مِـن قِبَـلِ نَـفْسِهِ فَيَظُنَّ بَعضُ مَن سَمِعَهُ أَنَّ ذٰلِكَ الْكَلامَ هُوَ مَتنُ ذٰلِكَ الإِسْنَادِ؛ فَيَرْوِيهِ عَنهُ كَذٰلِكَ۔ هٰذِهِ أَقسَامُ مُدرَجِ الإِسْنَادِ۔

چوتھی (قسم یہ ہے کہ): راوی سند بیان کر چکے اور اسے (متن بیان کرنے کے دوران) کوئی ضرورت پیش آجائے، اور وہ اپنی طرف سے کوئی گفتگو کرے۔ تو کوئی سننے والا یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ گفتگو اسی متن کا حصہ ہے۔ اور وہ اسے اس (گفتگو کرنے والے) راوی سے اسی طرح (بطور متن) بیان کردے۔ یہ تمام اقسام مدرج الاسناد کی ہیں۔

✧ ...متن کے اعتبار سے مدرج کی اقسام:

أَمَّـا مُـدْرَجِ الْـمَتنِ: فَهُوَ أَن يَقَعَ فِي الْمَتنِ كَلامٌ لَيسَ مِنهُ۔ فَتَارَةً يَكُونُ فِـي أَوَّلِهِ وَتَارَةً فِي أَثْنَائِهِ وَتَارَةً فِي آخِرِهِ وَهُوَ الأَكثَرُ؛ لأَنَّهُ يَقَعُ بِعَطفِ جُـملةٍ عَلٰى جُمْلَةٍ أَوْ بِدَمْجِ مَوقُوفٍ مِن كَلامِ الصَّحَابَةِ أَو مَن بَعدَهُم بِمَرْفُوعٍ مِنْ كَلامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ عَلٰى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ مِن غَيرِ فَصلٍ۔ فَهٰذَا هُوَ مُدرَجُ المَتنِ۔

اور مدرج المتن یہ ہے کہ متن میں کوئی ایسا کلام شامل ہوجائے جو اس کا حصہ نہیں ہے۔ یہ کبھی (متن کے) آغاز میں ہوتا ہے اور کبھی درمیان میں اور کبھی آخر میں، اور یہ (تیسری صورت) زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ (متن کے) جملہ پر عطف (لفظی تعلق) کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یا صحابہ کے کلام یا ان کے بعد والوں (تابعین) کے کلام کو نبی ﷺ کے مرفوع کلام میں بلاتفریق (بلاامتیاز) ملا دینے سے ہوتا ہے۔

✧ ...مدرج کا علم کیسے ہوتا ہے؟

وَيُدرَكُ الإِدْرَاجُ بِوُرُودِ رِوَايَةٍ مُفَصِّلَةٍ لِلقَدرِ المُدرَجِ مِمَّا ادْرِجَ فِيهِ۔ أَو بِـالتَّـنْصِيصِ عَلىٰ ذٰلِكَ مِنَ الرَّاوِي أَو مِنْ بَعضِ الأَئِمَّةِ المُطَّلِعِينَ أَو بِاسْتِحَالَةِ كَونِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذٰلِكَ۔

اور ادراج کا علم ایسی روایت کے مل جانے پر ہوتا ہے جو اس ادراج کی مقدار (الفاظ) کو ادراج شدہ متن سے الگ کردے۔ یا اس (ادراج) کی یقینی وضاحت راوی کی طرف سے ہونے پر، یا بعض مطلع (واقفیت رکھنے والے) ائمہ سے، یا اس بات کے محال (ناممکن) ہونے سے (علم ہوجاتا ہے) کہ نبی ﷺ نے ایسی بات فرمائی ہو۔❶

✧...مدرج کے متعلق تالیفات:

وَقَدْ صَنَّفَ الخَطِيبُ فِي الْمُدرَج كِتَابًا وَلَخَّصْتُهُ وَزِدْتُ عَلَيهِ قَدْرَ مَا ذَكَرَ مَرَّتَينِ أَو أَكْثَرَ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

اور خطیب (بغدادی) رحمہ اللہ نے مدرَج کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ میں (ابن حجر) نے اس کی تلخیص کی ہے اور اس میں جتنا انہوں نے بیان کیا ہے اس سے دوگنا یا زیادہ، اضافہ بھی کیا ہے۔ الحمدللہ۔❷

②۔ مقلوب (مخالفت کرنے والے راوی کی روایت کی دوسری نوعیت)

أَو إِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَقْدِيمٍ وَ تَأخِيرٍ أَي فِي الأَسْمَاءِ۔ كَمُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ وَكَعبِ بنِ مُرَّةَ؛ لأنَّ اِسْمَ أَحَدِهِمَا اسْمُ أَبِي الآخَرِ۔ فَهٰذَا هُوَ الْمَقْلُوبُ۔ وَلِلْخَطِيبِ فِيهِ كِتَابُ: رَافِعِ الإِرْتِيَابِ۔

اگر مخالفت ناموں میں تقدیم و تاخیر کی صورت میں ہو۔ جیسے: مرہ بن کعب اور کعب بن مرہ۔ کیونکہ ان میں سے ایک کا نام دوسرے کے باپ کا نام ہے۔ تو یہ (صورت) مقلوب ہے۔ خطیب رحمہ اللہ کی اس کے بارے میں کتاب ''رافع الارتیاب'' ہے۔

---

❶ یعنی ادراج کا علم ہوجانے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ وہ ایسے الفاظ ہوں جو رسول اللہ ﷺ کا قول ہونا، ناممکن ہوں۔

❷ خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب کا نام ''الفصل للوصل المدرج فی النقل'' ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کتاب کی ابواب بندی کرکے اس کے فوائد میں قدرے اختصار کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں ضروری اضافہ جات کیے اور اس کا نام ''تقریب المنهج بترتیب المدرج'' رکھا۔

وَقَـد يَـقَـعُ الْقَلْبُ فِي الْمَتنِ أَيْضًا كَحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ عِنْدَ مُسْلِمٍ فِي السَّبْعَةِ الَّـذِيْـنَ يُـظِـلُّـهُـمُ اللّٰهُ فِي عَرَشِهِ فَفِيهِ: وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ أَخْـفَـاهَا حَتّٰى لَا تَعلَمَ يَمِينُهُ مَاتُنفِقَ شِمَالُهُ۔فَهٰذَامِمَّاانقَلَبَ عَلٰى أَحَدِ الرُّوَاةِ وَ إِنَّـمَـاهُـوَ:حتّٰـى لَاتَـعْـلَـمَ شِـمَـالُـهُ مَاتُنْفِقَ يَمِيْنُهُ، كَمَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ۔

بعض اوقات ''قلب'' (الٹ پلٹ ہونا) متن میں بھی ہوتا ہے۔ جیسے: صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ان سات افراد کے بارے میں حدیث ہے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ دیں گے۔اس (حدیث) میں ہے: ''ایسا شخص جو صدقہ کرتا ہے اور اسے پوشیدہ رکھتا ہے، حتیٰ کہ اس کا دائیاں ہاتھ بھی نہیں جانتا کہ اس کا بائیاں ہاتھ کیا خرچ کر رہا ہے۔'' تو یہ (الفاظ) کسی راوی پر منقلب (الٹ پلٹ) ہوگئے۔ جبکہ یہ اس طرح ہیں: ''...حتیٰ کہ اس کا بائیاں ہاتھ بھی نہیں جانتا کہ اس کا دائیاں ہاتھ کیا خرچ کر رہا ہے۔'' جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے۔

③۔مزید فی الاسانید (مخالفت کرنے والے کی روایت کی تیسری نوعیت)

أَو إِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِزِيَادَةِ رَاوٍ فِي أَثْنَاءِ الإِسْنَادِ وَمَن لَم يَزِدْهَا أَتقَنُ مِمَّنْ زَادَهَا فَهٰذَا هُوَ "المَزِيدُ فِي مُتَّصِلِ الأَسَانِيدِ"۔

وشـرطه أَن يقعَ التَّصريحُ بالسَّماعِ فى موضعِ الزِّيادةِ وإِلَّا فمتى كانَ مُعَنعَناً مثلاً تَرجَّحتِ الزيادة۔

یا اگر مخالفت؛ سند کے درمیان میں اضافہ کی صورت میں ہو۔تو جس نے یہ اضافہ نہیں کیا وہ اس (اضافہ والی سند) کی نسبت زیادہ ثقہ (معتبر) ہوگا جس نے یہ اضافہ کیا ہے۔ یہ (صورت) ''مزید فی متصل الاسانید'' (یعنی متصل سند میں اضافہ کرنا) ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ (اضافہ شدہ سند کے) اضافے کے مقام پر (دیگر اسناد میں راوی کے) سماع کی صراحت واقع (مذکور) ہو۔ ورنہ اگر (دیگر اسناد میں بھی) عنعنہ ہی ہوگا تو

اضافے کو ترجیح حاصل ہوگی۔ ❶

④۔ مضطرب (مخالفت کرنے والے راوی کی روایت کی چوتھی نوعیت)

أَو اِن كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِإِبْدَالِهِ أَي:الرَّاوِيِّ وَلا مُرَجِّح لِإِحدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَلَى الأُخرٰى فَهٰذَا هُوَ المُضْطَرِبُ۔ وَهُوَ يَقَعُ فِى الإِسنَادِ غَالِبًا۔ وَقَد يَقَعُ فِي الْمَتنِ۔لكِن قَلَّ أن يَحكُمَ المُحَدِّثُ عَلَى الحَدِيثِ بِالإِضْطِرَابِ بِالنِّسْبَةِ إِلى الإختِلَافِ فِى المَتنِ دُونَ الإِسنَادِ۔

یا اگر مخالفت راوی کو بدلنے کی صورت میں ہو، اور دونوں روایتوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دینے والا کوئی امر بھی موجود نہ ہوتو یہ (صورت) ''مضطرب'' ہے۔ یہ اسناد میں بکثرت ہے جبکہ بعض اوقات متن میں بھی ہوتی ہے۔لیکن محدث، سند کے علاوہ متن میں اختلاف (ابدال) کی صورت میں کسی حدیث پر اضطراب کا حکم بہت کم لگاتا ہے۔

وَقَد يَقَعُ الإِبدَالُ عَمَدًا لِمَن يُرَادُ اختِبَارُ حِفظِهِ اِمْتِحَانًا مِن فَاعِلِهِ كَمَا وَقَع لِلبُخَارِيِّ وَالعُقَيلِيِّ وَغَيرِهِمَا۔

اور بعض اوقات ابدال (سند میں ردّوبدل) عمدًا بھی کیا جاتا ہے۔ جب ابدال کرنے والے کی طرف سے کسی شخص کے حافظے کا امتحان لینا مقصود ہو۔ جیسا کہ امام بخاری اور امام عقیلی رحمہما اللہ وغیرہ کے لیے ہوا تھا۔

---

❶ یعنی اگر کسی روایت کی سند ایک سے زائد اسناد ہوں اور ان میں سے ایک سند میں دیگر اسناد کی نسبت راوی زیادہ ہو۔تو ایسی صورت میں جس مقام پر راوی دیگر اسناد کی نسبت اس سند میں زیادہ ہے اس مقام پر دیگر اسناد میں موجود راویوں کے درمیان سماعت کی تصریح کرنے والے الفاظ مثلاً حدثنی، اخبرنی یاسمعت وغیرہ ہونے چاہئیں۔تب اس ایک سند کو ''المزید فی متصل الاسانید'' کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔ لیکن اگر اس مقام پر باقی اسناد میں راویوں کے درمیان عن کا لفظ ہے تو پھر اس اضافہ شدہ سند کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اور اس روایت کی باقی اسناد کو منقطع تصور کیا جائے گا۔ کیونکہ ایسی صورت میں یہ تسلیم کیا جائے گا کہ یہ ایک سند مکمل اور متصل ہے باقی تمام اسناد میں اس واسطے کو حذف کیا گیا ہے۔

وَشَرطُهُ أَن لَّا يَستَمِرَّ عَلَيهِ بَل يَنْتَهِى بِانتِهَاءِ الحَاجَةِ فَلَو وَقَعَ الإِبدَالُ عَمَدًا لَا لِمَصْلِحَةٍ بَل لِلإِغرَابِ مَثلاً فَهُوَ مِن أَقسَامِ الْمَوضُوعِ وَلَو وَقَعَ غَلَطًا فَهُوَ مِنَ الْمَقْلُوبِ أَوِ الْمُعَلَّلِ۔

ایسی صورت میں شرط یہ ہے کہ اس (ابدال) کو قائم نہ رکھا جائے بلکہ ضرورت (مقصد) ختم ہونے پر اسے بھی ختم کر دیا جائے۔ اگر ابدال عمدا کیا جائے لیکن کسی مصلحت (خاص مقصد) کی غرض سے نہ ہو بلکہ ندرت (انوکھا پن) ظاہر کرنے کے لیے ہو تو یہ موضوع (من گھڑت روایت) کی اقسام میں شمار ہوگا۔ اور اگر غلطی سے واقع ہو تو وہ مقلوب یا معلّل ہے۔

⑤۔ مصحَّف (مخالفت کرنے والے راوی کی روایت کی پانچویں نوعیت)

أَو إِن كَانَتِ المُخَالَفَةُ بِتَغيِيرِ حَرفٍ أَو حُرُوفٍ مَعَ بَقَاءِ صُورَةِ الخَطِّ فِي السِّيَاقِ: فَإِن كَانَ ذٰلِكَ بِالنِّسبَةِ إِلَى النُّقَطِ فَالمُصَحَّفُ۔

اور اگر مخالفت، کسی ایک حرف یا زیادہ حروف کو تبدیل کرنے کی صورت میں ہو۔ بشرطیکہ خط کی شکل (عبارت کے) سیاق میں باقی ہو۔ اگر یہ (تبدیلی) نقطوں میں ہو تو یہ (صورت) ''مصحَّف'' ہے۔

⑥۔ محرَّف (مخالفت کرنے والے راوی کی روایت کی چھٹی نوعیت)

وَإِنْ كَانَ بِالنِّسبَةِ إِلَى الشَّكلِ فَالمُحَرَّفُ۔ وَمَعرِفَةُ هٰذَا النَّوعِ مُهِمَّةٌ۔ وَقَد صَنَّفَ فِيهِ العَسكَرِيُّ وَالدَّارقُطنِيُّ وَغَيرُهُمَا۔

اور اگر لفظ کی شکل (یعنی لفظ لکھنے) میں ہے تو یہ (صورت) محرَّف ہے۔ اس صورت حال کی پہچان بہت مشکل ہے۔ البتہ اس کے بارے میں عسکری اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔

وَأَكثَرُ مَا يَقَعُ فِي المُتُونِ وَقَد يَقَعُ فِي الأَسْمَاءِ الَّتِي فِي الأَسَانِيدِ۔ وَلَا يَجُوزُ تَعَمُّدُ تَغْيِيرِ صُورَةِ الْمَتنِ مُطلَقًا وَلَا الإِخْتِصَارُ مِنهُ بِالنَّقْصِ وَلَا

إِبْـدَالُ الـلَّـفْـظِ الْـمُـرَادِفِ بِاللَّفْظِ الْمُرادِفِ لَهُ إِلاَّ لِعَالِمٍ بِمَدلُولاتِ الأَلْفَاظِ وَبِمَا يَحِيل الْمَعَانِي عَلَى الصَّحِيح فِي الْمَسْأَلَتينِ۔

اور ایسا اکثر متون میں واقع ہوتا ہے۔کبھی کبھار ان ناموں میں بھی ہوتا ہے جو (نام) سند میں ہوتے ہیں۔متن کی شکل کو عمداً تبدیل کرنا اور (الفاظ میں) کمی کر کے اختصار کرنا اور مترادف (ہم معنی) لفظ کے ساتھ کسی ہم معنی لفظ کو بدلنا (یعنی روایت بالمعنی) کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔صرف اس کے لیے جائز ہے جو الفاظ کے مدلولات (استعمال و محل) اور جس سے معانی بدل جاتے ہیں؛ اسے جاننے والا (عالم) ہو۔ دونوں صورتوں (اختصار اور روایت بالمعنی) میں صحیح قول کے مطابق یہی موقف ہے۔

✧ ...اختصار الحدیث:

أَمَّـا اختِصَارُ الحَدِيثِ: فَالأَكثَرُونَ عَلَى جَوَازِهِ بِشَرطِ أَن يَكُونَ الَّذِي يَـختَـصِرُهُ عَالِمًا؛ لأَنَّ الْعَالِمَ لا يَنقُصُ مِنَ الحَدِيثِ إِلاَّ مَا لا تَعَلُّقَ لَهُ بِـمَـا يُبقِيهِ مِنهُ بِحَيثُ لا تَخْتَلِفُ الدَّلالَةُ وَلا يَختَلُّ البَيَانُ حَتَّى يَكُونَ الْـمَـذْكُورُ وَالمَحْذُوفُ بِمَنْزِلَةِ خَبَرَينِ أَو يَدُلُّ مَا ذَكَرَهُ عَلَى مَا حَذَفَهُ بِخِلافِ الْجَاهِلِ فَإِنَّهُ قَد يُنقِصُ مَا لَهُ تَعَلُّقٌ كَتَركِ الإِسْتِثْنَاءِ۔

اور اختصار الحدیث (حدیث کو مختصر کرنے) کو اکثر علماء اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں کہ اختصار کرنے والا، عالم ہو۔کیونکہ عالم؛ حدیث میں سے صرف وہی حصہ کم کرے گا جو باقی رہنے والے کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا، جس سے اس (باقی حصے) کی دلالت نہیں بدلے گی۔اور بیان (حکم) میں بھی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ مذکور اور محذوف حصے، دونوں الگ الگ خبر کی حیثیت اختیار کرلیں گے یا جو حصہ ذکر کیا گیا ہے وہ اس حصے پر دلالت (اس کا مفہوم پیش) کرتا ہوگا جسے حذف کر دیا گیا۔بخلاف جاہل کے (جو حدیث کا عالم نہیں ہے) وہ ایسا حصہ کم کردے گا جس کا باقی رہنے والے حصے کے ساتھ تعلق ہوگا۔مثلاً استثنا کو ترک کرنا وغیرہ۔

✧...روایت بالمعنی:

وَأَمَّا الرِّوَايَةُ بِالْمَعْنٰى: فَالخِلَافُ فِيهِ شَهِيرٌ: وَالأَكْثَرُ عَلَى الْجَوَازِ أَيْضًا وَمِن أَقْوَى حُجَجِهِم الإِجمَاعُ عَلَى جَوَازِ شَرْحِ الشَّرِيعَةِ لِلْعَجَمِ بِلِسَانِهِم لِلْعَارِفِ بِهِ فَإِذَا جَازَ الإِبدَالُ بِلُغَةٍ أُخْرٰى فَجَوَازُهُ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ أَولٰى۔

اور روایت بالمعنی کے بارے میں اختلاف مشہور ہے۔ اکثر جواز کے قائل ہیں۔ اور ان کے دلائل میں مضبوط دلیل؛ اس بات پر اجماع ہے کہ عجم (غیر عرب) کے لیے ان کی زبان میں شریعت کی تشریح کرنا ایسے شخص کے لیے جائز ہے جو اس (زبان) کو جانتا ہو۔ جب کسی دوسری زبان میں ابدال (الفاظ کو بدلنا) جائز ہے تو عربی زبان میں بالاولیٰ جائز ہے۔❶

وَقِيلَ: إِنَّمَا يَجُوزُ فِي الْمُفْرَدَاتِ دُونَ الْمُرَكَّبَاتِ۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مرکبات کے علاوہ مفردات میں (ابدال) جائز ہے۔

وَقِيلَ: إِنَّمَا يَجُوزُ لِمَن يَستَحْضِرُ اللَّفظَ؛ لِيَتَمَكَّنَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسے شخص کے لیے جائز ہے جسے حدیث کے الفاظ مستحضر (ذہن نشین) ہوں، تاکہ تصرف (تبدیلی) کرنا ممکن ہو۔

وَقِيْلَ: إِنَّمَا يَجُوزُ لِمَن كَانَ يَحْفَظُ الْحَدِيْثَ فَنَسِيَ لَفْظَهُ وَبَقِيَ مَعْنَاهُ مُرتَسِمًا فِي ذِهْنِهِ فَلَهُ أَن يَروِيَهُ بِالْمَعْنٰى لِمَصْلِحَةِ تَحْصِيلِ الْحُكمِ مِنْهُ بِخِلافِ مَن كَانَ مُستَحْضِرًا لِلَفْظِهِ۔

اور یہ بھی قول ہے کہ یہ (ابدال) صرف اسی کے لیے جائز ہے جس نے حدیث کو حفظ (زبانی یاد) کیا لیکن اس کا کوئی لفظ بھول گیا اور اس (لفظ) کا معنی اس کے ذہن میں

---

❶ اگر کسی دوسری زبان بولنے اور سمجھنے والوں کے لیے حدیث کے الفاظ عربی زبان سے اس زبان میں ڈھالے جاسکتے ہیں تو پھر وضاحت وتفہیم کے لیے عربی زبان میں بالاولیٰ ڈھالے جاسکتے ہیں۔

باقی رہ گیا۔ اس کے لیے جائز ہے کہ اس (حدیث) سے حکم حاصل (مسئلہ اخذ) کرنے کی غرض سے بالمعنی روایت بیان کرلے۔ بخلاف اس شخص کے جسے لفظ مستحضر ہو۔ ❶

وَجَمِيعُ مَا تَقَدَّمَ يَتَعَلَّقُ بِالجَوَازِ وَعَدَمِهِ وَلَا شَكَّ أَنَّ الأُولٰى إِيرَادُ الْحَدِيثِ بِأَلْفَاظِهِ دُونَ التَّصَرُّفِ فِيْهِ۔ قَالَ القَاضِي عَيَّاض: يَنْبَغِي سَدُّ بَابِ الرِّوَايَةِ بِالمَعنَى؛ لِئَلَّا يَتَسَلَّطَ مَن لَا يُحسِنُ مِمَّن يَظُنُّ أَنَّهُ يُحْسِنُ كَمَا وَقَعَ لِكَثِيرٍ مِنَ الرُّوَاةِ قَدِيْمًا وَحَدِيْثًا۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

جتنی بحث گزری ہے اس کا تعلق جواز اور عدم جواز کے ساتھ ہے۔ البتہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کو اس کے الفاظ کے ساتھ، بغیر کسی تبدیلی کے بیان کرنا ہی بہتر ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے: روایت بالمعنی کا دروازہ بند ہی کردینا چاہیے۔ تاکہ وہ شخص ایسا کرنے کی جرأت نہ کرے جو بخوبی (روایت بالمعنی) نہیں کرسکتا پھر بھی وہ سمجھتا ہے کہ وہ اچھی طرح یہ کام کرسکتا ہے۔ جیسا کہ قدیم اور جدید زمانہ کے اکثر راویوں سے ایسا ہوا ہے۔

✧... غریب الحدیث:

فَإِن خَفِيَ المَعنَى بِأَن كَانَ اللَّفظُ مُسْتَعْمَلًا بِقِلَّةٍ احْتِيجَ إِلَى الكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِي شَرْحِ الْغَرِيبِ۔ كَكِتَابِ أَبِي عُبَيْدِ الْقَاسِمِ بنِ سَلامٍ وَهُوَ غَيرُ مُرَتَّبٍ وَقَدْ رَتَّبَهُ الشَّيْخُ مُوَفقُ الدِّين بنُ قُدَامَة عَلَى الْحُرُوفِ۔ وَأَجْمَعُ مِنْهُ كِتَابُ أَبِي عُبيدٍالهَرَوِيِّ ......وَقَدِ اعتَنَى بِهِ الْحَافِظُ أَبُومُوسَى الْمَدِينِيُّ فَنَقَّبَ عَلَيهِ وَاستَدرَكَ...... وَلِلزَّمَخشَرِيِّ كِتَابٌ اسْمُهُ "الفَائِقُ" حَسَنُ التَّرتِيبِ۔ ثُمَّ جَمَعَ الجَمِيعَ ابنُ الأَثِيرِ فِي النِّهَايَةِ وَكِتَابُهُ أَسْهَلُ الكُتُبِ تَنَاوُلًا مَع إِعوَازٍ قَلِيلٍ فِيهِ۔

❶ یعنی روایت بالمعنی اس شخص کے لیے جائز ہے جسے حدیث کے الفاظ تو یاد نہ ہوں لیکن ترجمہ ومفہوم یاد ہو۔ البتہ جس شخص کو الفاظ یاد ہوں اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔

اگر کوئی لفظ قلیل الاستعمال ہونے کے باعث اس کا معنی واضح نہ ہو رہا ہو تو ایسی کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے جو غریب (نادر) الفاظ کی وضاحت میں تصنیف کی گئی ہیں۔ جیسے: ابوعبید القاسم بن سلام کی کتاب، جو غیر مرتب تھی، اسے الشیخ موفق الدین بن قدامہ نے حروف کے لحاظ سے مرتب کیا ہے۔ اور اس سے زیادہ جامع کتاب، ابوعبید الہروی کی ہے۔...... اس پر حافظ ابوموسیٰ المدینی نے محنت کی اس میں اضافہ کیا اور استدراک کیا۔ ❶ ......اور زمخشری کی کتاب بھی (اسی عنوان پر) ہے، جس کا نام ''الفائق'' ہے۔ اس کی ترتیب بہترین ہے۔ پھر ان سب کو علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے ''النهاية'' میں جمع کر دیا۔ اور ان کی کتاب استفادہ کے لحاظ سے سب کتابوں میں سے آسان ہے۔ باوجود اس کے کہ اس میں کچھ غیر ضروری مقامات بھی ہیں۔

وَإِن كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا بِكَثْرَةٍ لكِنَّ فِي مَدلُولِهِ دِقَّةٌ احتِيجَ إِلَى الكُتُبِ المُصَنَّفَةِ فِي شَرحِ مَعَانِي الأَخبَارِ وَبَيَانِ المُشكِلِ مِنْهَا۔ وَقَد أَكثَرَ الأَئِمَّةُ مِنَ التَّصَانِيفِ فِي ذٰلِكَ كَالطَّحَاوِيِّ وَالخَطَّابِيِّ وَابنِ عَبدِالبَرِّ وَغَيرِهِم۔

اور اگر کوئی لفظ کثیر استعمال ہو لیکن اپنے مدلول (مقام استدلال) پر دقیق (مشکل الفہم) ہو تو ایسی کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے جو اخبار (احادیث) کے معانی اور مشکل الفاظ کی شرح کے بیان میں تصنیف کی گئی ہیں۔ اور اس موضوع پر بہت سے ائمہ نے کتابیں لکھی ہیں۔ جیسے: طحاوی اور خطابی اور ابن عبدالبر رحمہم اللہ وغیرہ۔

طعن کا آٹھواں سبب (جہالت):

ثُمَّ الْجَهَالَةُ بِالرَّاوِي: وَهِيَ السَّبَبُ الثَّامِنُ فِي الطَّعنِ وَسَبَبُهَا أَمْرَان:

پھر (ایک طعن) راوی کے بارے میں جہالت (عدم واقفیت) ہے، جو طعن کا آٹھواں سبب ہے۔ اور اس (طعن) کا باعث دو امور (یعنی دو صورتیں) ہیں۔

❶ یعنی مزید ایسی ابحاث شامل کیں جو اس کتاب میں مصنف نے شامل نہیں کی تھیں۔

✧ ... جہالت کی پہلی صورت:

أَحَـدُهُما: أَنَّ الرَّاوِيَ قَد تَكثُرُ نُعُوتُه: مِن اسْمٍ أَو كُنيَّةٍ أَو لَقَبٍ أَو صِفَةٍ أَو حِـرفَةٍ أَو نَسَبٍ فَيُشتَهَرُ بِشَيءٍ مِنهَا فَيُذكَرُ بِغَيرِ مَا اشتُهِر بِهِ لِغَرضٍ مِنَ الأَغرَاضِ فَيُظَنُّ أَنَّه آخَرُ، فَيَحصُل الْجَهلُ بِحَالِهِ۔ وَصَنَّفُوا فِيهِ أي فِي هٰذَا النَّوعِ "الموضح لأَوهَامِ الْجَمعِ وَالتَّفرِيقِ" أَجادَ فيهِ الخَطِيبُ وَسَبَقَهُ إِلَيه عَبْدُالغَنِي ثُمَّ الصُّورِيُّ۔

پہلا: نام یا کنیت یا لقب یا کسی وصف یا پیشہ یا نسب کے اعتبار سے راوی کی متعدد صفات (شناختیں) ہوں۔ وہ ان میں سے کسی ایک کی بنا پر مشہور ہو لیکن اسے کسی غرض (خاص مقصد) کے لیے کسی غیر معروف صفت کے ساتھ ذکر کیا جائے؛ کہ یوں محسوس ہو کہ یہ کوئی دوسرا (راوی) ہے۔ تو (ایسی صورت میں) اس کے حال سے جہالت (عدم واقفیت) ہوجاتی ہے۔ ❶ اس نوعیت سے متعلق انہوں (ائمہ علم حدیث) نے ''الموضح لأوهام الجمع و التفريق'' تصنیف کی ہے۔ اس کے متعلق خطیب (بغدادی) رحمہ اللہ نے بہترین کام کیا ہے۔ اور عبدالغنی (ابن سعید المصری الازدی) اور صوری رحمہما اللہ تو آپ (خطیب رحمہ اللہ) پر بھی سبقت لے گئے ہیں۔ ❷

✧ ... پہلی صورت کی مثال:

وَمِن أَمثِلَتِهِ: مُحَمَّدُ بنُ السَّائِبِ بنِ بِشرٍ الكَلبِي، نَسَبَهُ بَعضُهُم إِلىٰ جَدِّهِ فَقَالَ: مُحَمَّدُ بنُ بِشرٍ، وَسَمَّاهُ بَعضُهُم حَمَّادَ بنَ السَّائبِ وَكَنَّاهُ بَعْضُهُم: أَبَـا النَّضرِ وَبَعْضُهُم: أَبَاسَعِيدٍ وَبَعضُهُم: أَبَا هِشَامٍ؛ فَصَارَ يُظَنُّ أَنَّهُ جَمَاعَةٌ وَهُوَ وَاحِدٌ وَمَن لَا يَعرِفُ حَقِيقَةَ الأَمرِ فِيهِ لَا يَعرِفُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ۔

---

❶ مراد یہ ہے کہ ایسی صورت میں اس راوی کا حال اور اس کا تعارف مجہول ہوجاتا ہے۔ معلوم نہیں ہو پاتا کہ یہ کون شخص ہے۔ ❷ ''الموضح لأوهام الجمع و التفريق'' خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب ہے۔ صوری رحمہ اللہ، عبدالغنی رحمہ اللہ کے شاگرد اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔

اس کی مثال: محمد بن السائب بن بشر الکلبی ہے، کہ بعض نے اسے اس کے دادا کی طرف منسوب کیا ہے، اور کہا ہے: محمد بن بشر۔ اور بعض نے اس کا نام حماد بن السائب ذکر کیا ہے۔ اور بعض نے اس کی کنیت ابونضر اور بعض نے ابوسعید جبکہ بعض نے ابوہشام بیان کی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایک جماعت ہے جبکہ یہ صرف ایک ہی آدمی ہے۔ تو جو شخص اس معاملے کی حقیقت کو نہیں جانتا وہ اس (الجھن) سے واقف نہیں ہو سکے گا۔

✧... جہالت کی دوسری صورت:

وَالأَمرُ الثَّانِي:أَنَّ الرَّاوِيَ قَد يَكُونُ مُقِلًّا مِنَ الْحَدِيثِ؛ فَلا يَكثُرُ الأَخذُ عَنْهُ۔ وَقَد صَنَّفُوا فِيهِ الوُحْدَان۔

وَهُوَ مَن لَم يَروِ عَنهُ إِلَّا وَاحِدٌ وَلَوْ سُمِّيَ۔وَ مِمَّنْ جَمَعَهُ: مُسْلِمٌ وَالحَسَنُ بنُ سُفْيَانَ وَغَيْرُهُمَا۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ بعض اوقات راوی بہت کم احادیث بیان کرنے والا ہوتا ہے۔ ❶ اس سے زیادہ روایات نہ لی گئی ہوں۔ ایسے (راوی) کے متعلق (ائمہ نے) وُحدان تصنیف کی ہیں۔

یہ ایسا راوی ہے جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔ اگرچہ اس راوی کا نام بھی ذکر کیا گیا ہو۔ ❷ جن علماء نے اس (نوعیت کے راویوں) کو جمع کیا ہے ان میں امام مسلم اور حسن بن سفیان رحمہما اللہ وغیرہ بھی ہیں۔

---

❶ جہالت کی دوسری قسم کی پہلی نوعیت یہ ہے، اور دوسری کا ذکر ''مبہم'' کے نام سے آئے گا۔ ان شاء اللہ

❷ وحدان، واحد کی جمع ہے۔ یہ لفظ علم حدیث میں ایک اصطلاح کے طور پر مستعمل ہے۔ اس سے مراد وہ محدث ہے جس سے روایت لینے کا سلسلہ نہایت کم ہو۔ بلکہ صرف ایک ہی راوی نے اس سے روایت اخذ کی ہو۔ ایسی صورت میں اس (قلیل الروایت) محدث کا نام بعض اوقات مذکور ہوتا ہے اور بعض اوقات مذکور نہیں ہوتا۔ اگر اس کا نام مذکور ہو تو اس راوی کو ''وحدان'' کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو کتب اس نوعیت کے راویوں کے متعلق تصنیف کی گئی ہیں ان کتب کو بھی وحدان ہی کہا جاتا ہے۔

✧... مُبهَم:

أَوْ لا يُسَمَّى الرَّاوِي اختِصَارًا مِنَ الرَّاوِي عَنهُ۔ كَقَولِهِ: أَخْبَرَنِي فُلانٌ أَو شَيْخٌ أَو رَجُلٌ أَو بَعْضُهُم أَو ابنُ فُلان۔ وَ يَسْتَدل عَلىٰ مَعرِفَةِ اسْمِ المُبهَمِ بِوُرُودِهِ مِن طَرِيقٍ أُخْرىٰ مُسَمًّى۔ وَصَنَّفُوا فِيه: المُبهَمَاتُ۔

(جہالت کی دوسری قسم کی دوسری نوعیت یہ ہے کہ) یا جس سے روایت لی گئی ہے، اختصار کرتے ہوئے اس راوی کا نام ذکر نہ کیا جائے۔ جیسا کہ وہ کہہ دے: أَخْبَرَنِي فُلانٌ، یا(أَخْبَرَنِي) شَيْخٌ، یا (أَخْبَرَنِي) رَجُلٌ، یا(أَخْبَرَنِي) بَعْضُهُم، یا (أَخْبَرَنِي) ابْنُ فُلان وغیرہ۔ اس پوشیدہ نام کو اسی روایت کے کسی دوسرے طریق کے مل جانے پر (اس سے) حاصل کیا جاسکتا ہے جس میں نام ذکر ہو۔ انہوں (ائمہ) اس کے بارے میں ''مبہمات'' تصنیف کی ہیں۔ ❶

✧... مبہم راوی کی روایت کا حکم:

وَلا يُقبَلُ حَدِيثُ المُبهَمِ مَا لَم يُسَمَّ۔ لأَنَّ شَرطَ قَبُولِ الْخَبَر عَدَالَةُ رَاوِيهِ وَمَن أُبهِمَ اسْمُهُ لا تُعرفُ عَينهُ؛ فكَيْفَ عَدَالَتُهُ۔

اور مبہم (پوشیدہ) راوی کی حدیث تب تک قبول نہیں کی جاتی، جب تک اس کا نام نہ ذکر کردیا جائے۔ کیونکہ خبر (حدیث) کے مقبول ہونے کے لیے اسے روایت کرنے والے کا عادل ہونا شرط ہے۔ جس کا نام ہی پوشیدہ رہ گیا اس کا تعارف نہیں مل سکے گا۔ تو اس کی عدالت (ثقاہت) کیسے معلوم ہوسکے گی؟

✧... تعدیل مبہم (مبہم راوی کی تعدیل کا معاملہ):

وَكَذَا لا يُقبَل خَبَرُهُ وَلَو أُبْهِمَ بِلَفظِ التَّعدِيلِ كَأَن يَقُولَ الرَّاوِيُّ عَنْهُ: أَخبَرَنِي الثِّقَةُ؛ لأَنَّهُ قَد يَكُونُ ثِقَةً عِندَهُ مَجْرُوحًا عِنْدَ غَيرِهِ۔ وَهٰذَا عَلَى

❶ مبہمات سے وہ کتب ہیں جو ایسے راویوں کے بارے میں ہیں، جو قلیل الروایت بھی ہیں اور ان کا نام بھی سند میں مذکور نہ ہو۔ بلکہ انہیں، شیخ، فلان، ابن فلان، رجل وغیرہ کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہو۔

الأَصَحِّ فِی الْمَسأَلَۃِ۔وَلِهٰذِہِ النُّکْتَۃِ لَمْ یُقبَلِ المُرسَلُ وَلَو أَرسَلَہُ العَدلُ جَازِمًا بِہٖ؛ لِهٰذَا الإِحْتِمَالِ بِعَینِہٖ۔وَ قِیلَ:یُقبَلُ تَمَسُّکًا بِالظَّاهِرِ؛ إِذِ الجَرحُ عَلَی خِلَافِ الأَصلِ۔وَقِیْلَ:إِنْ کَانَ القَائِلُ عَالِمًا أَجْزَأَ ذٰلِکَ فِی حَقِّ مَن یُوَافِقُہُ فِی مَذهَبِہٖ۔ وَهٰذَا لَیسَ مِن مَبَاحِثِ عُلومِ الْحَدیثِ۔

اسی طرح اس (مبہم راوی) کی خبر بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ جسے اگر چہ تعدیل کے کسی لفظ کے ساتھ مبہم رکھا گیا ہو، مثلاً اس سے روایت کرنے والا:اخبرنی ثقة (مجھے ثقہ نے خبر دی) کہے۔(پھر بھی قبول نہیں ہوگی) کیونکہ بعض اوقات وہ (مبہم راوی) اس (روایت کرنے والے) کے ہاں ثقہ اور دوسروں کے ہاں مجروح ہوتا ہے۔ اس مسئلہ سے متعلق یہ صحیح ترین موقف ہے۔اسی قاعدہ کے مطابق مرسل روایت بھی بالکل اسی احتمال کے خدشہ کے پیش نظر قبول نہیں کی جائے گی اگر چہ عادل راوی نے بالجزم (اسے ثقہ قرار دے کر) ارسال کیا گیا ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ظاہر (راوی کے مسلمان ہونے اور تعدیل کے الفاظ) پر اعتبار کر کے (اس کی مرسل روایت) قبول کر لی جائے گی۔ایسی صورت میں جرح کرنا اس اصل کے خلاف ہوگا۔ ❶ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر (مرسل منہ راوی کو عادل) کہنے والا کوئی (رجال کے علم کا ماہر) عالم ہو تو اس (عالم) کے پیروکاروں کے لیے اس کا یہ قول ہی کافی ہے۔ ❷ اور یہ بات علوم حدیث کے مباحث میں سے نہیں ہے۔وَاللّٰہ تَعَالٰی المُوَفِّقُ۔

---

❶ مراد ہے کہ جب کوئی ثقہ اور معتبر راوی مرسل روایت بیان کرے اور جس راوی سے ارسال کر رہا ہو اس کو ثقہ قرار دے۔ تو ایسی صورت میں اس راوی کے مرسل منہ راوی کو ثقہ قرار دینے پر اکتفا کرتے ہوئے اسی کو معتبر اور اس کی ثقاہت تسلیم کر کے اس روایت کو قبول کر لیا جائے گا۔ کیونکہ اصل تو مسلمان کا صاحب عدالت ہونا ہی ہے۔ اگر مرسل منہ راوی پر جرح کی جائے گی تو یہ جرح اصل، یعنی اس راوی کے اسلام کے مخالف ہوگی۔ ❷ اگر مرسل روایت بیان کرنے اور جس سے ارسال کیا گیا ہے، اسے عادل کہنے والا کوئی جید عالم ہو تو اس کے پیروکار اس مرسل منہ راوی کے عادل ہونے پر یقین کرنے کے لیے اس عالم کی بات کو کافی تصور کریں گے۔ اس طرح سے یہ بات تقلید کی طرف نکل جاتی ہے۔

مجہول العین:

فَإن سُمِّيَ الرَّاوِيُّ وَانفَرَدَ رَاوٍ وَاحِدٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ فَهُوَ مَجْهُولُ الْعَينِ كَالْمُبْهَمِ إِلَّا أَن يُوَثِّقَهُ غَير مَن يَنفَرِدُ عَنهُ عَلَى الأَصَحِّ، وَكَذَا مَن يَنفَرِد عَنه إِذَا كَانَ مُتَأَهلاً لِذٰلِكَ۔

اگر راوی کا نام بیان کر دیا گیا ہو لیکن اس سے روایت کرنے والا راوی صرف ایک ہی ہو۔ تو وہ بھی مبہم کی طرح مجہول العین ہوگا۔ البتہ اگر اس اکیلے راوی کی بجائے کوئی اور اس (مرسل منہ) راوی کی توثیق بیان کر دے (تو مجہول العین نہیں ہوگا)۔ اور اسی طرح (یہ راوی تب بھی مجہول العین نہیں ہوگا) جب اس سے روایت کرنے والا تنہا (راوی) خود اس (توثیق و عدالت) کا اہل ہے۔ [1]

مجہول الحال (مستور):

أَو إِن رَوَى عَنهُ اثْنَان فَصَاعِدًا وَلَم يُوَثَّق فَهُوَ مَجهُولُ الْحَالِ وَهُوَ المَسْتُورُ۔ وَقَد قَبِلَ رِوَايَتَهُ جَمَاعَةٌ بِغَير قَيدٍ وَرَدَّهَا الْجُمْهُورُ۔

اور اگر اس (مجہول العین راوی) سے (نام لے کر) روایت کرنے والے دو یا زیادہ ہوں لیکن اس کو ثقہ قرار نہ دیتے ہوں، تب یہ راوی مجہول الحال ہوگا۔ مستور بھی یہی ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات اس کی روایت (علماء کی) ایک جماعت نے بغیر کسی قید (شرط) کے، قبول کی ہے۔ لیکن جمہور نے اسے ردّ کر دیا ہے۔

وَالتَّحْقِيقُ أَنَّ رِوَايَةَ الْمَستُورِ وَنَحْوِهِ مِمَّا فِيهِ الإحتِمَالُ؛ لَا يُطلَقُ الْقَولُ بِرَدِّهَا وَلَا بِقبُولِهَا بَل يُقَالُ: هِيَ مَوقُوفَةٌ إِلَى استِبَانَةِ حَالِهِ كَمَا جَزَمَ بِهِ إِمَامُ الحَرمَينِ وَنَحوُهُ قَولُ ابنِ الصَّلاحِ فِيمَن جُرِحَ بِجَرحٍ غَيرِ مُفَسَّرٍ۔

---

[1] ایسی صورت میں بھی اس کی روایت قبول کر لی جائے گی۔

اور حقیقت یہی ہے کہ مستور (مجہول الحال) اور اس جیسے راویوں کی ایسی روایت جس میں یہ (مجہول راوی کے ثقہ ہونے کا) احتمال ہو، ان کی روایت کو مطلق طور پر (بغیر کسی قید و شرط کے) نہ ردّ کیا جائے گا اور نہ ہی قبول کیا جائے گا۔ بلکہ کہا جائے گا کہ یہ روایت اس کے اصل حال (حقیقی کیفیت) کے واضح ہوجانے تک موقوف رہے گی۔❶ جس طرح امام الحرمین (ابوالمعالی رحمہ اللہ) نے واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اور حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ کا قول بھی اس شخص کے بارے میں اسی طرح کا ہے، جس پر غیر مفسر (غیر واضح) جرح کی گئی ہو۔

طعن کا نواں سبب (بدعت):

ثُمَّ الْبِدعَةُ: وَهِيَ السَّبَبُ التَّاسِعُ مِن أَسْبَابِ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِي: وَهِيَ إِمَّا أَن تَكونَ بِمُكَفِّرٍ: كَأَن يَعتَقِدَ مَا يَستَلْزِمُ الكُفرَ۔ أَو بِمُفَسِّقٍ۔

پھر (ایک طعن) بدعت بھی ہے، جو کہ راوی میں طعن کے اسباب میں سے نواں سبب ہے۔ اور یہ (بدعت) کفریہ بھی ہوتی ہے: یعنی وہ (راوی) ایسا عقیدہ رکھتا ہو، جو کفر کو مستلزم (لازم کرنے والا) ہو۔ یا یہ (بدعت) مفسق (فاسق و گنہگار کرنے والی) ہوتی ہے۔

فَالأَوَّلُ: لَا يَقْبَلُ صَاحِبَهَا الْجَمهُورُ۔ وَقِيلَ: يُقبَلُ مُطلَقًا۔ وَقِيلَ: إِن كَانَ لَا يَعتَقِدُ حِلَّ الكَذِبِ لِنُصْرَةِ مَقَالَتِهِ قُبِلَ۔

جو اوّل الذکر (کفریہ بدعت) ہے، اس کے مرتکب (راوی) کو جمہور قبول نہیں کرتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلق طور پر (بغیر کسی شرط و قید کے) قبول کرلیا جائے گا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر اپنی بات (مذہب ونظریہ) کی تائید کے لیے جھوٹ بولنے کو جائز نہ سمجھتا ہو تو (اس کی روایت) قبول کر لی جائے گی۔

❶ یعنی اس کو قبول کرنے یا رد کرنے سے توقف اختیار کیا جائے گا۔

وَالتَّحقِيقُ أَنَّهُ لا يُرَدُّ كُلُّ مُكَفَّرٍ بِبِدعَةٍ؛ لأنَّ كُلَّ طَائِفَةٍ تَدَّعِي أَنَّ مُخَالِفِيهَا مُبْتَدِعَةٌ وَقَدْ تبَالغ فَتُكفِّر مُخَالِفَهَا فَلَو أُخِذَ ذٰلِكَ عَلَى الإِطلاقِ لَاستَلزَمَ تكفِيرَ جَمِيعِ الطَّوَائِفِ۔

حقیقت یہ ہے کہ بدعتی ہونے کے باعث کافر قرار دیے گئے ہر راوی کی روایت ردّ نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ہر جماعت دعوی کرتی ہے کہ اس کا مخالف بدعتی ہے۔ اور کبھی کبھی مبالغہ کرتے ہوئے اپنے مخالف کو کافر بھی قرار دے دیتی ہے۔ اگر اس بات کو مطلق طور پر (بغیر کسی شرط و قید کے) قبول کر لیا جائے تو تمام جماعتوں کو کافر قرار دینا لازم آجائے گا۔

فَالْمُعْتَمِدُ أَنَّ الَّذِى تُرَدُّ رِوَايَتُهُ مَن أَنكَرَ أَمرًا مُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرعِ مَعْلُومًا مِنَ الدِّينِ بِالضَّرُورَةِ وَكَذَا مَنِ اعْتَقَدَ عَكسَهُ فَأَمَّا مَن لَم يَكُن بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَانضَمَّ إِلىٰ ذٰلِكَ ضَبطُهُ لِمَا يَروِيهِ مَعَ وَرَعِهِ وَتَقْوَاهُ فَلا مَانِعَ مِن قَبُولِهِ۔

لہذا معتبر بات یہی ہے کہ اس (بدعتی) کی روایت کو ردّ کیا جائے گا جو شریعت کے کسی متواتر امر، ضروریات دین کے معاملے کا انکار کرے۔ اور اسی طرح جو اس کے برعکس عقیدہ رکھتا ہو۔ اور جس میں یہ صفت نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ نیکی و تقوی کے ساتھ اس کا ضبط (روایت کو یاد رکھنا) بھی موجود ہو تو اس کی روایت قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

وَالثَّانِي: وَهُوَ مَن لا يَقتَضِي بِدْعَتُهُ التكفِيْرَ أَصْلاً وَقَدِ اختُلِف أَيْضًا فِي قَبُولِهِ وَرَدِّهِ: فَقِيلَ: يُرَدُّ مُطلَقًا۔ وَهُوَ بَعِيدٌ وَأَكثَرُ مَا عُلِّلَ بِهِ أَنَّ فِي الرِّوَايَةِ عَنْهُ تَروِيجًا لأَمرِهِ وَتَنوِيهًا بِذِكرِهِ وَعَلىٰ هٰذَا فَينبَغِي أَن لا يُروَى عَن مُبتَدِعٍ شَيءٌ يُشَارِكُهُ فِيهِ غَير مُبْتَدِعٍ۔

اور ثانی الذکر (مفسقہ بدعت کا مرتکب)، ایسا راوی ہے جس کی بدعت کفر کا تقاضا (کفر

کو لازم) بالکل نہ کرتی ہو۔ اس (کی روایت) کو قبول اور ردّ کرنے کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مطلق طور پر رد کردی جائے گی۔ لیکن یہ بعید (مشکل معاملہ) ہے۔ اس کی اکثر وجہ، یہ بیان کی جاتی ہے ایسی روایت سے اس (بدعتی) کے نظریہ کی ترویج اور اس (بدعتی) کی تعظیم ہوگی۔ اس اعتبار سے بدعتی سے کوئی ایسی بات بھی روایت نہ کی جائے جس میں اس کے ساتھ کوئی غیر بدعتی شریک ہو۔ (حالانکہ ایسی روایت بیان کی جاتی ہے۔)

وَقِيلَ: يُقبَلُ مُطلَقًا إِلاَّ إن اعْتَقَدَ حِلَّ الْكَذِبِ كَمَا تَقَدَّمَ۔ وَقِيلَ: يُقبَلُ مَن لَم يَكُن دَاعِيَةً إِلىٰ بِدعَتِهِ؛ لأَنَّ تَزيِينَ بِدعَتِهِ قَد يَحمِلُهُ عَلىٰ تَحرِيفِ الرِّوَايَاتِ وَتَسوِيَتِهَا عَلىٰ مَا يَقتَضِيهِ مَذهَبُهُ وَهٰذَا فِي الأَصَحِّ۔

یہ بھی قول ہے کہ مطلق طور پر قبول کر لی جائے گی، الا یہ کہ وہ، گزشتہ بات کی طرح (یعنی اپنے مذہب و نظریہ کی تائید کے لیے) جھوٹ کو جائز سمجھتا ہو (تب قبول نہیں کی جائے گی)۔ یہ بھی قول ہے کہ جو اپنی بدعت کی طرف دعوت نہیں دیتا اس کی (روایت) قبول کر لی جائے گی۔ کیونکہ بعض اوقات بدعت کی خوشنمائی، اسے روایات میں تحریف کرنے اور انہیں اپنے مذہب (نظریہ) کے مطابق ڈھالنے پر اکساتی ہے۔ اور یہی (موقف) صحیح ترین ہے۔

وَأَغْرَبَ ابنُ حِبَّانَ؛ فَادَّعَى الإتِّفَاقَ عَلىٰ قَبُولِ غَيرِ الدَّاعِيَةِ مِن غَيرِ تَفْصِيلٍ۔ نَعَم الأَكثَرُ عَلى قَبُولِ غَيرِ الدَّاعِيَةِ إِلَّا أَن رَوَى مَا يُقَوِّي بِدعَتَهُ فَيُرَدُّ عَلَى الْمَذْهَبِ المُخْتَارِ۔ وَبِهِ صَرَّحَ الْحَافِظُ أَبو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بنُ يَعقُوبَ الجُوزَجَانِي شَيخُ أَبِي دَاوُدَ وِالنَّسائِيِّ فِي كِتَابِهِ "مَعْرِفَةُ الرِّجَالِ" فَقَالَ فِي وَصفِ الرُّوَاةِ: وَمِنهُم زَائِغٌ عَنِ الْحَقِّ أَي عَنِ السُّنَّةِ صَادِقُ اللَّهجَةِ؛ فَلَيسَ فِيهِ حِيْلَةٌ إِلاَّ أَن يُؤْخَذَ مِن حَدِيثِهِ مَا لَا يَكُونُ مُنكَرًا إِذَا لَم يُقَوِّ بِهِ بِدْعَتَهُ۔ انْتَهىٰ۔

اور ابن حبان رحمہ اللہ نے عجیب بات کہی ہے، انہوں نے بغیر کسی تفصیل (شرائط و قیود) کے غیر داعی (بدعت کی دعوت نہ دینے والے) کی روایت کو قبول کر لینے پر اتفاق کا دعوی کیا ہے۔ ہاں! اکثر (علماء) غیر داعیہ (بدعت کی طرف دعوت نہ دینے والے کی روایت) کو قبول کرنے پر متفق ہیں، مگر جب وہ ایسی روایت بیان کرے جو اس کی بدعت کو تقویت دیتی ہو، صحیح موقف کے مطابق، اس (روایت) کو ردّ کر دیا جائے گا۔

امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمہما اللہ کے استاذ حافظ ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی رحمہ اللہ، نے اپنی کتاب ''معرفة الرجال'' میں اسی بات کی صراحت بیان کی ہے۔ انہوں نے ایسی روایت کے بارے میں فرمایا: ان (بدعتی راویوں) میں سے بعض حق، یعنی سنت سے دور، مگر زبان کے سچے ہوتے ہیں۔ لہذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے (کہ اس کی روایت قبول کر لی جائے) ہاں مگر اس کی وہی روایت قبول کی جائے گی جو منکر نہ ہو اور اس کی بدعت کو تقویت نہ دیتی ہو۔

وَمَاقَالَهُ مُتَّجِهٌ؛لأنَّ العِلَّةَ الَّتِى بِهَايُرَدّحَدِيثُ الدَّاعِيَةِ وَارِدَةٌ فِيمَاإِذَا كَانَ ظَاهِرُالْمَروِىِّ يُوَافِقُ مَذْهَبَ المُبتَدِع وَلَولَم يَكُنْ دَاعِيَةً۔وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

اور انہوں (امام جوزجانی) نے جو فرمایا ہے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہ اصل سبب جس کی بنا پر بدعت کے داعی کی روایت ردّ کی جا سکتی ہے ❶ وہ سبب اس صورت میں آتا ہے کہ جب روایت کا ظاہر (ظاہری مطلب) بدعتی کے مذہب (نظریہ) کی موافقت کرتا ہو۔ اگرچہ وہ (بدعتی) اس کی دعوت نہ بھی دیتا ہو۔......واللہ اعلم......

طعن کا دسواں سبب (حافظہ کی خرابی):

ثُمَّ سُوءُ الحِفْظِ: وَهُوَ السَّبَبُ العَاشِرُ مِن أَسبَابِ الطَّعنِ وَالمُرَادُ بِهِ: مَن لَم يَرجَح جَانِبُ إِصَابَتِهِ عَلَى جَانِبِ خَطَئِهِ وَهُوَ عَلَى قِسمَين:

❶ روایت کو ردّ کرنے کے سبب سے مراد، بدعتی راوی کا اپنے نظریے کے مطابق روایت میں تحریف کرنے کا خدشہ و احتمال ہے۔

پھر سوء الحفظ (حافظہ کی خرابی) ہے، اور یہ اسباب طعن میں سے دسواں سبب ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا راوی جس کی درست گوئی کا رجحان اس کی غلط بیان کے رجحان پر ترجیح حاصل نہ کرسکے۔ ❶ اس کی دو قسمیں ہیں:

①۔إن كَانَ لَازِمًا لِلرَّاوِي فِي جَمِيعِ حَالَاتِهِ فَهُوَ الشَّاذُّ عَلَى رَأْيِ بَعْضِ أَهْلِ الْحَدِيثِ۔

اگر یہ کیفیت راوی پر ہر حال میں (ہمیشہ) موجود رہے تو بعض محدثین کی رائے کے مطابق (اس کی روایت) شاذ ہوگی۔

②۔ أَوْ إِنْ كَانَ سُوءُ الْحِفْظِ طَارِئًا عَلَى الرَّاوِي؛ إِمَّا لِكِبَرِهِ أَوْ لِذَهَابِ بَصَرِهِ أَوْ لِاحْتِرَاقِ كُتُبِهِ أَوْ عَدَمِهَا بِأَنْ كَانَ يَعْتَمِدُهَا فَرَجَعَ إِلٰى حِفْظِهِ فَسَاءَ فَهٰذَا هُوَ الْمُخْتَلِطُ۔

یا اگر سوء حفظ (حافظے ریادداشت کی خرابی) اس پر (کسی وجہ سے) طاری ہوئی ہو، مثلاً: بڑھاپے کی وجہ سے یا اس کی بینائی ختم ہوجانے کی وجہ سے یا اس کی کتب جل جانے کی وجہ سے یا ان (کتب) کے گم ہوجانے کی وجہ سے جن کتب پر وہ اعتماد (کرکے روایت بیان) کرتا تھا، (ایسی صورت میں) اس نے اپنے حافظے پر اعتماد (کر کے روایت کو بیان) کیا لیکن وہ غلطی کر گیا، تو یہ ''مختلط'' ہے۔

وَالْحُكْمُ فِيهِ أَنَّ مَا حَدَّثَ بِهِ قَبْلَ الْإِخْتِلَاطِ ......إِذَا تَمَيَّزَ...... قُبِلَ وَإِذَا لَمْ يَتَمَيَّزْ تُوُقِّفَ فِيهِ وَكَذَا مَنِ اشْتَبَهَ الْأَمْرُ فِيهِ وَإِنَّمَا يُعْرَفُ ذٰلِكَ بِاعْتِبَارِ الْآخِذِينَ عَنْهُ۔

اور اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس نے جو کچھ اختلاط (حافظے کی خرابی) سے پہلے بیان کیا تھا...... جب اس کی تمیز (علم) ہوجائے...... تو اسے قبول کرلیا جائے گا۔ اور جب اس کی تمیز نہ ہوسکے تو اس سے توقف اختیار کیا جائے گا۔ جس راوی کے بارے

---

❶ یعنی اس کا درست بات کہنا اور صحیح الفاظ کے ساتھ روایت بیان کرنا غلط بیان کرنے کی نسبت کم ہو۔

میں (اختلاط کا) شبہ ہو (واضح نہ ہو) تو اس کے بارے میں اس سے (براہ راست) روایت لینے والوں (شاگردوں) سے معلوم کیا جائے گا۔

حسن لغیرہ:❶

وَمَتَى تُوبِعَ السَيِّءُ الحِفظِ بِمُعتَبَرٍ: كَأَن يَكُونَ فَوقَهُ أَو مِثلَهُ لَا دُونَهُ وَكَذَا الْمُخْتَلِطُ الَّذِي لَا يتَمَيَّز، وَالمَستُورُ، والإِسنَادُ المُرسَلُ، وَكَذَا الْمُدَلَّسُ إِذَا لَم يُعرَفِ الْمَحْذُوفُ مِنهُ صَارَحَدِيثُهُم حَسَنًا؛ لَا لِذَاتِهِ بَل وَصْفُهُ بِذٰلِكَ بِاعتِبَارِ المَجمُوعِ مِنَ المُتَابِعِ وَالمَتَابَعِ؛ لأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنهُمْ بِاحتِمَالِ كَونِ رِوَايَتِهِ صَوَابًا أَو غَيرَ صَوَابٍ عَلٰى حَدٍّ سَوَاءٍ فَإِذَا جَاءَ تْ مِنَ المُعتَبَرِينَ رِوَايَةٌ مُوَافِقَةٌ لأَحَدِهِم رَجَحَ أَحَدُ الْجَانِبَينِ مِنَ الإِحْتِمَالَينِ الْمَذْكُورَينِ وَدَلَّ ذٰلِكَ عَلَى أَنَّ الْحَدِيثَ مَحْفُوظٌ؛ فَارتَقَى مِن دَرَجَةِ التَّوَقُّفِ إِلٰى دَرَجَةِ القَبُولِ۔وَاللّٰهُ أَعلَمُ۔ وَمَعَ ارتِقَائِهِ إِلٰى دَرَجَةِ القَبُولِ فَهُوَ مُنحَطٌّ عَن رُتبَةِ الحَسَنِ لِذَاتِهِ وَرُبَّمَا تَوَقَّفَ بَعضُهُم عَن إِطلَاقِ اسمِ الحَسَنِ عَلَيهِ۔

جب برے حافظے والے راوی کی اس سے بہتر کسی ایسے راوی سے متابعت کی گئی ہو، جو اس سے برتر یا اس کے درجہ کا ہو لیکن اس سے کم درجہ نہ ہو۔ اور اسی طرح وہ اس راوی کی بھی (متابعت کی گئی ہو)، جو مختلط ہو لیکن اس کی احادیث کا امتیاز نہ ہوسکا ہو، اور مستور راوی، اور مرسل الاسناد (مرسل سند بیان کرنے والے راوی)، اور مدلِّس (تدلیس کرنے والے راوی) جس کے محذوف (راوی) کا علم نہ ہو ان کی بھی متابعت کی گئی ہو، تو ان تمام صورتوں میں ان کی حدیث حسن ہوگی، لیکن حسن لذاتہ نہیں (بلکہ حسن لغیرہ ہوگی)۔ اور یہ وصف (حدیث پر حسن کا حکم) متابعت کرنے والے اور

❶ حسن لغیرہ کو مردود روایات میں بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حسن لغیرہ بنیادی طور پر مردود یا متوقف عنہ، روایت ہوتی ہے۔ لیکن یہ بعض خارجی امور کی بنا پر معمول بہ بن جاتی ہے۔

متابعت شدہ کے اجتماع (مل جانے) سے ہوگا۔ ❶ کیونکہ اگرچہ اس (حدیث کے) روایت کرنے میں غلطی اور درستی، دونوں کا احتمال تھا، لیکن جب معتبر راویوں میں سے کسی کی روایت اس (روایت) کے موافق (متابعت کرنے والی) آگئی تو مذکورہ دونوں احتمالات (غلط یا صحیح ہونے) میں سے کسی ایک جانب اس (روایت) کو ترجیح دے دی گئی۔ اوراسی بات نے یہ ثابت کردیا کہ یہ حدیث محفوظ ہے۔ لہذا یہ روایت توقف کے درجہ سے قبول کے درجہ میں آگئی۔ لیکن یہ حسن لذاتہ سے کم درجہ رہے گی۔ اور بعض (علماء) نے اس روایت کو حسن کہنے سے توقف بھی کیا ہے۔

وَقَد انقَضَى مَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَتنِ مِن حَيثُ القَبُولُ وَالردُّ۔ ثُمَّ الإِسنَادُ: وَهُوَ الطَّرِيقُ الْمُوصِلَةُ إِلَى الْمَتنِ۔ وَالْمَتْنُ: هُوَ غَايَةُ مَا يَنْتَهِي إِلَيهِ الإِسْنَادُ مِنَ الكَلامِ۔

متن سے متعلق قبول و ردّ کے اعتبار سے بحث یہاں ختم ہوگئی ہے۔ اب اسناد کا بیان ہے۔ اور وہ (یعنی سند) متن تک پہنچانے والا راستہ ہے۔ اور متن وہ مقام ہے جہاں سند ختم ہوجاتی ہے۔



❶ ان مذکورہ روایات پر عمل سے توقف کیا گیا تھا، جب ان کے لیے خارجی قرینہ، یعنی متابعت کرنے والی کوئی دوسری روایت مل گئی تو یہ متوقف عنہ روایات، توقف سے باہر آجائیں گی اور حسن روایت کا درجہ پاجائیں گی۔ اور چونکہ انہیں حسن روایت کا درجہ کسی دوسری روایت کے باعث ملا ہے اس لیے یہ روایات حسن لغیرہ کہلائیں گی۔

باب 8

سند کے اعتبار سے مقبول و مردود روایات

[①مرفوع......②موقوف......③مقطوع]

①۔مرفوع روایت (تصریحًا أو حکمًا)

وَهُوَ: إِمَّا أَن يَنتَهِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ وَيَقْتَضِي تَلَفُّظُهُ: ......إِمَّا تَصْرِيْحًا أَوْ حُكمًا...... أَنَّ الْمَنقولَ بِذٰلِكَ الإسنادِ مِنْ قَولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَو مِن فِعلِهِ أَو مِن تَقرِيرِهِ۔

اور وہ (سند) یا تو نبی ﷺ تک ختم ہوتی ہے۔ اور اس کے الفاظ کا تقاضا ہوتا ہے ......چاہے وہ (روایت) صریح ہو یا حکماً ...... کہ اس سند کے ساتھ جو بات بیان کی گئی ہے وہ آپ ﷺ کا فرمان، آپ ﷺ کا عمل یا آپ ﷺ کی تقریر ہوگی۔ ❶

✧...مرفوع قولی تصریحی کی مثال:

مِثَالُ الْمَرفُوعِ مِنَ الْقَولِ تَصرِيْحًا: أَن يَقُولَ الصَّحَابِيُّ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ كَذَا، أَو: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِكَذَا، أَو يَقُولَ هُوَ أَوْ غَيرُهُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَذَا، أَو: عَن رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَنَّه قَالَ كَذَا، وَنَحوَ ذٰلِكَ۔

مرفوع قول صریح (واضح فرمانِ نبوی) کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ ﷺ یوں فرما رہے تھے۔ یا (صحابی کہے:) رسول اللہ ﷺ نے

❶ تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں کوئی بات یا کام کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس بات یا کام کو مقرر و موجود رہنے دیا ہو۔ اس صورت میں بھی روایت ''مرفوع'' کہلائے گی۔

ہمیں یوں بیان کیا۔ یا وہ (صحابی) یا اس کے علاوہ کوئی اور کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا۔ یا (اس طرح کہے کہ) رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا تھا۔

✦ ...مرفوع فعلی صریحی کی مثال:

وِمثَالُ المَرفُوعِ مِنَ الفِعْلِ تَصْرِيحا: أَن يَقُولَ الصَّحَابِيُّ: رَأَيتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَذَا، أَو يَقُولَ هُوَ أَو غَيرُهُ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ كَذَا۔

اور مرفوع فعل صریح (واضح طور پر نبی ﷺ کے عمل) کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے فلاں کام کیا۔ یا وہ (صحابی) یا اس کے علاوہ کوئی، یوں کہے: رسول اللہ ﷺ اس طرح کیا کرتے تھے۔

✦ ...مرفوع تقریری صریحی کی مثال:

وَمِثَالُ المَرفُوعِ مِنَ التَّقْرِيرِ تَصْرِيحًا: أَن يَقُولَ الصَّحَابِيُّ: فَعَلتُ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَذَا۔ أَو يَقُولَ هُوَ أَو غَيرُهُ: فَعَلَ فُلانٌ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا وَلا يَذكُر إِنكَارَهُ لِذٰلِكَ۔

صریح مرفوع تقریری کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے: میں نے نبی ﷺ کی موجودگی میں یہ کام کیا۔ یا وہ (صحابی) یا اس کے علاوہ کوئی یوں کہے کہ فلاں شخص نے نبی ﷺ کی موجودگی میں یہ کام کیا۔ اور وہ (بیان کرنے والا) آپ ﷺ کا انکار (یعنی اس کام سے منع کرنا) بیان نہ کرے۔[1]

✦ ...مرفوع قولی حکمی کی مثال:

وَمِثَالُ المَرْفُوعِ مِنَ القَولِ حُكمًا لَا تَصْرِيحًا: مَا يَقُولُ الصَّحَابِيُّ الَّذِي لَم يَأخُذ عَنِ الإِسْرَائِيلِيَّاتِ مَا لَا مَجَالَ لِلاِجتِهَادِ فِيهِ وَلَا لَهُ

[1] یعنی بیان کرنے والا کہے کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں یہ کام کیا گیا تو آپ نے اس سے منع نہیں کیا۔

تَعَلُّقٌ بِبَيَانِ لُغَةٍ أَوشَرحِ غَرِيبٍ كَالإِخبَارِ عَنِ الأُمُورِالْمَاضِيَةِ: مِن بَدءِ الْـخَلقِ وَأَخبَارِ الأَنبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ- أَوِ الآتِيَةِ: كَالمَلاحِمِ وَالفِتَنِ وَ أَحوَالِ يَومِ القِيَامَةِ وَكَذَا الإِخبَارِ عَمَّا يَحصُلِ بِفِعلِهِ ثَوَابٌ مَخصُوصٌ أَو عِقَابٌ مَخْصُوصٌ-

مرفوع قول، جو کہ حکماً ہو، صریح نہ ہو؛ کی مثال وہ ہے کہ صحابی ایسی بات بیان کرے جو اس (صحابی) نے اسرائیلیات سے نہ لی ہو، اس بات میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہ ہو، اس کا بیان لغت سے بھی کوئی تعلق ہو نہ ہی کسی غریب (قلیل الاستعمال) لفظ کی وضاحت سے، جیسا کہ ماضی کے احوال یعنی ابتدائے خلق اور انبیاء علیہم السلام کی خبریں بتانے جیسے امور سے کوئی تعلق نہ ہو، یا آئندہ کی خبریں، یعنی لڑائیوں، فتنوں، احوال قیامت، اوراسی طرح ایسے اعمال کی خبر دینا جن پر ثواب یا عذاب مقرر ہے۔ ❶

وَإِنَّـمَا كَانَ لَهُ حُكمُ المَرفُوعِ؛ لأَنَّ إِخبَارَهُ بِذٰلِكَ يَقتَضِي مُخبِرًا لَهُ وَمَا لَا مَـجَالَ لِلاِجتِهَادِ فِيهِ يَقتَضِي مَوقِّفًا لِلقَائِلِ بِهِ وَلا مُوَقِّفَ لِلصَّحَابَةِ إِلَّاالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَوبَعضُ مَن يُخبِرُ عَنِ الكُتُبِ القَدِيمَةِ؛ فَـلِهٰذَا وَقَعَ الإِحتِرَازُ عَنِ الْقِسمِ الثَّانِي- فَـإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَلَهُ حُكمُ مَا لَـو قَـالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ مَرْفُوعٌ سَوَاءٌ كَانَ مِمَّا سَمِعَهُ مِنهُ أَو عَنْهُ بِوَاسِطَةٍ-

اس (روایت) پر مرفوع کا حکم لگے گا۔ کیونکہ اس کا بیان ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی خبر بتانے والا بھی ہے۔اوراس میں اجتہاد کی بھی کوئی گنجائش نہیں، یہ صورت حال، کسی خبر دینے والے کا پتہ دیتی ہے اور صحابہ کوخبر دینے والے صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

❶ جس روایت میں مذکورہ باتیں تو نہ ہوں لیکن بیان کرنے والا صحابی ہوتو وہ روایت مرفوع کہلائے گی لیکن یہ صریح طور پر مرفوع نہیں ہوگی بلکہ اس پر مرفوع ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ اس لیے اسے مرفوع حکمی کہا جاتا ہے۔

یا بعض وہ لوگ کو قدیم کتب سے خبریں بیان کرتے ہیں۔ اسی لیے ثانی الذکر (اسرائیلیات) سے احتراز کرنے کا ذکر ہے۔❶ جب یہ صورت حال ہو تو اس (روایت) پر حکم ایسا ہی لگایا جائے گا جیسا کہ اس پر (روایت) پر لگایا جائے گا جب وہ (صحابی) کہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہ روایت مرفوع ہوگی چاہے یہ روایت اس (صحابی) نے آپ ﷺ سے (بلاواسطہ) سنی ہو یا بالواسطہ۔❷

✧...مرفوع فعلی حکمی کی مثال:

وَمِثَالُ الْمَرْفُوعِ مِنَ الْفِعلِ حُكْمًا: أَن يَفعَلَ الصَّحَابِيُّ مَا لَا مَجَالَ لِلاِجْتِهَادِ فِيهِ فَيُنَزَّلُ عَلىٰ أَنَّ ذٰلِكَ عِندَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَعَلى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ ۔ كَمَا قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي صَلاةِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ فِي الكُسوفِ فِي كُلِّ رَكعَةٍ أَكثرَ مِن رُكوعَينِ۔

اور مرفوع فعلی حکمی کی مثال یہ ہے کہ صحابی کوئی کام کرے جس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ تو اس کام کو اس درجہ میں رکھا جائے گا کہ وہ کام صحابی نے نبی ﷺ سے اخذ کیا ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نماز کسوف (سورج گرہن کی نماز) کے بارے میں کہا ہے، جس میں ہر رکعت میں دو سے زائد رکوع ہیں۔

✧...مرفوع تقریری حکمی کی مثال:

وَمِثَالُ الْمَرفُوعِ مِنَ التَّقرِيرِ حُكمًا: أَن يُخْبِرَ الصَّحَابِيُّ أَنَّهُم كَانُوا يَفْعَلُونَ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كذا۔ فَإِنَّهُ يَكُونُ لَهُ

❶ یعنی: جو خبریں صحابی بیان کرے وہ دو میں سے کسی ایک ذریعے سے اس صحابی تک پہنچی ہوں گی، پہلا ذریعہ یہ ہے کہ وہ خبر نبی ﷺ نے دی ہو۔ دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ صحابی نے وہ خبر قدیم کتب میں سے پڑھ کر بیان کی ہو، جسے اسرائیلیات کہا جاتا ہے۔ ان میں سے جو خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے وہ مرفوع حکمی قرار پائے گی اور اسرائیلیات مرفوع حکمی میں شمار نہیں ہوں گی۔ اسی لیے ابتدائے بحث میں یہ ذکر کر دیا گیا ہے کہ خبر دینے والے صحابی نے وہ بات اسرائیلیات سے نہ لی ہو۔

❷ بالواسطہ سے مراد یہ ہے کہ صحابی نے بیان کیا ہو کہ مجھے فلاں صحابی نے بیان کیا۔

حُكمُ الْمَرْفُوعِ مِن جِهةٍ أَنَّ الظَّاهِرَ اطّلاعُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ عَلى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ عَلىٰ ذٰلِكَ ۔ لِتَوفُّرِ دَوَاعِيهِم عَلىٰ سُؤالِهِ عَن أُمُورِ دِينِهِم وَلأَنَّ ذٰلِكَ الزَّمَانَ زَمَانُ نزُولِ الوَحيِ؛ فَلا يَقَعُ مِنَ الصَّحابَةِ فِعلُ شَيءٍ وَيَستَمِرُّونَ عَلَيهِ إِلَّا وَهُوَ غَيرُ مَمْنُوعِ الفِعْلِ۔ وَقَدِ استَدلَّ جَابِرُ بْنُ عَبدِاللّٰهِ وَأَبُو سَعِيد رَضِيَ اللّٰهُ تَعالىٰ عَنْهُمَا عَلىٰ جَوَازِ العَزلِ، بِأَنَّهُم كَانُوا يَفعَلُونَه وَالقُرآنُ يَنزِلُ وَلَو كَانَ مِمَّا يُنهى عَنهُ لَنَهى عَنهُ القُرْآنُ۔

مرفوع تقریری حکمی کی مثال یہ ہے کہ صحابی اس بات کی خبر دے کہ وہ نبی ﷺ کے زمانہ میں فلاں کام کیا کرتے تھے، اس پر بھی مرفوع کا حکم لگے گا، کیونکہ ظاہر ہے کہ اس بات کی آپ ﷺ کو خبر ہوگئی تھی۔ کیونکہ وہ اکثر دینی امور سے متعلق آپ ﷺ سے پوچھتے رہتے تھے۔ اور اس لیے بھی کہ وہ نزول وحی کا زمانہ تھا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے غیر ممنوع (جائز) عمل کے سوا کوئی فعل سرزد نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ اس عمل پر مستقل قائم رہیں۔ سیدنا جابر بن عبداللہ اور سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہما نے عزل کے جائز ہونے پر اسی بات سے استدلال کیا ہے کہ وہ ایسا کرتے تھے اور قرآن نازل ہورہا تھا۔ اگر وہ (عزل) ممنوع ہوتا تو قرآن اس سے منع کرتا۔ [1]

✧...الألفاظ الدالة على الرفع حكماً:

وَيَلتَحِقُ بِقَولِه حُكْمًا مَا وَرَدَ بِصِيغَةِ الكِنَايَةِ فِي مَوضِعِ الصِّيَغِ الصَّرِيحَةِ بِالنِّسبةِ إِلَيه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَقَولِ التَّابِعِيِّ عَنِ الصَّحَابيِّ: يَرفَعُ الحَدِيثَ أَو يَروِيهِ أَو يَنمِيه أَو رِوَايةً أَو يَبلُغُ بِهِ أَو رَوَاهُ۔

---

[1] حدیث (بروایۃ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ) کے الفاظ اس طرح ہیں: "كُنَّا نَعزِلُ وَالقُرآنُ يَنزِلُ" [صحیح البخاری، كتاب النكاح، باب العزل، حديث،٥٢٠٨۔ صحیح مسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل، حديث،١٤٤٠]

اور مرفوع روایت ہی کے حکم میں وہ روایت بھی شامل ہوجائے گی جو آپ ﷺ کی طرف صریح (واضح) الفاظ کی بجائے کنایہ کے صیغے کے ساتھ منسوب کر کے روایت کی گئی ہو۔ جیسے تابعی کا صحابی کے بارے میں یہ کہنا کہ ''یرفع الحدیث'' (انہوں نے مرفوع حدیث بیان کی ہے) یا ''یرویہ'' (صحابی نے یہ حدیث بیان کی ہے) یا ''ینمیہ'' (صحابی نے اس حدیث کی نسبت کی ہے) یا ''روایۃ'' (نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے) یا ''یبلغ بہ'' (اسے آپ ﷺ تک پہنچایا) یا ''رواہ'' (صحابی نے یہ روایت کی ہے) وغیرہ۔

وَقَد یَقتَصِرونَ عَلَى الْقَولِ مَعَ حَذفِ القَائِلِ۔ وَیُرِیدُونَ بِهِ النبیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیهِ وَ عَلى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ كَقَولِ ابنِ سِیرِینَ عَن أَبِی هُرَیرَةَ قَالَ: قالَ: تُقَاتِلُونَ قَومًا . . . (الحدیث) وَفِی كَلامِ الْخَطِیبِ أَنَّهُ اِصْطِلاحٌ خاصٌّ بِأَهلِ الْبَصرَةِ۔

اور بعض اوقات قائل (بات کرنے والے) کو حذف کر کے محض قول پر اکتفا کرتے ہیں۔ جیسے ابن سیرین رحمہ اللہ کا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی قول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تقاتلون قوما . . . (الحدیث)[1] اور خطیب (بغدادی رحمہ اللہ) کے کلام میں یہ ہے کہ یہ اصطلاح اہل بصرہ کے لیے خاص ہے۔

وَمِن الصِّیَغِ المحتَملَةِ قولُ الصَّحابیِّ: مِن السُّنَّة كَذَا۔ فالأكثرعَلىٰ أَنَّ ذٰلِكَ مَرفُوعٌ وَنَقَلَ ابنُ عَبدِ البَرِّ فِیهِ الاتِّفاقَ۔ قَالَ: وَإِذَا قَالَهَا غَیرُ الصَّحَابیِّ فَكَذٰلِكَ مَا لَم یُضِفْهَا إِلىٰ صَاحِبِهَا كَسُنَّةِ العُمَرین۔ وَفِی نَقلِ الاتِّفَاقِ نَظرٌ؛ فَعَنِ الشَّافعیِّ فِی أَصلِ المَسأَلَةِ قَولَان۔

اور احتمال والے صیغوں (الفاظ) میں سے یہ بھی ہے کہ صحابی کہے: ''مِنَ السُّنَّةِ كَذَا'' (سنت اس طرح ہے)۔ اکثر علماء کا یہی موقف ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث ۳۵۹۱

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ جب غیر صحابی کہے تو وہ بھی اسی طرح (مرفوع) ہے جب تک اس (سنت) کی نسبت (نبی ﷺ کے علاوہ) کسی غیر کی طرف نہ کر دی جائے۔ جیسے ''سنت عمرین'' کہنا ہے۔ ❶ اور اس اتفاق کی نقل میں اشکال ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ سے اصل مسئلہ میں دو قول منقول ہیں۔

وَذَهَبَ إِلىٰ أَنَّهُ غَيرُ مَرفُوعٍ: أَبُوبكرٍ الصَّيرَفِيُّ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَأَبُوبكرٍ الرَّازِيُّ مِنَ الحَنَفِيَّةِ وَابْنُ حَزَمٍ مِن أَهلِ الظَّاهِرِ وَاحتَجُّوا بِأَنَّ السُّنَّةَ تَتَرَدَّدُ بَينَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَبَينَ غَيرِهِ۔

شافعی علماء میں سے ابوبکر صیرفی، احناف میں سے ابوبکر رازی اور ظاہریہ میں سے ابن حزم کا یہ موقف ہے کہ (مذکورہ صورت میں) یہ روایت غیر مرفوع ہو گی۔ اور انہوں نے دلیل پیش کرتے ہوئے کہا کہ سنت (کا لفظ) نبی ﷺ اور آپ کے غیر کے درمیان پھرتا رہتا ہے۔ ❷

---

❶ عمرین سے مراد سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جب یہ بیان کیا جائے کہ صحابی نے کہا ہے کہ یہ عمل سنت ہے، تب اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہو گی۔ اور اس روایت کو مرفوع کا درجہ دیا جائے گا۔ اور اگر صحابی یا کوئی دوسرا راوی سنت کو کسی کی طرف منسوب کر دے یعنی صرف ''سنت'' کا لفظ نہ بولے بلکہ اسے کسی کی طرف منسوب کرے اور یوں کہے کہ فلاں کی سنت ہے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سنت وغیرہ کہے تو ایسی صورت میں یہ روایت مرفوع کے حکم سے خارج ہو جائے گی۔

❷ مراد یہ ہے کہ جنہوں نے صحابی یا غیر صحابی کے اس بیان "مِن السنة كذا" والی روایت کو مرفوع کا درجہ دینے پر اعتراض کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ سنت کا لفظ صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے یہ آپ ﷺ کے علاوہ کے لیے بھی مستعمل ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے کو دفرمایا تھا: "عَلَيكُم بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِين" تو جب سنت کا لفظ نبی اور غیر نبی، دونوں کے لیے بولا جا سکتا ہے تو پھر ہم کیسے مذکورہ روایت کو مرفوع قرار دے سکتے ہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ بیان کرنے والا خلفاء راشدین کی بات کر رہا ہو۔ [واللہ اعلم]

وَأُجِيبُوا: بِأَنَّ احتِمَالَ إِرَادَةِ غَيرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ بعيدٌ۔ وَقَد رَوَى البُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ فِي حَدِيثِ ابنِ شِهَابٍ عَن سَالِمِ بنِ عَبدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ عَن أَبِيهِ فِي قِصَّتِهِ مَعَ الحَجَّاجِ حِينَ قَالَ لَهُ: إِن كُنتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَهَجِّر بِالصَّلَاةِ۔ قَالَ ابنُ شِهَابٍ: فَقُلتُ لِسَالِمٍ: أَفَعَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَهَل يَعنُونَ بِذٰلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ۔ فَنَقَلَ سَالِمٌ وَهُوَ أَحَدُ الفُقَهَاءِ السَّبعَةِ مِن أَهلِ المَدِينَةِ وَأَحَدُ الحُفَّاظِ مِنَ التَّابِعِينَ عَنِ الصَّحَابَةِ: أَنَّهم إِذَا أَطلَقُوا السُّنَّةَ لَا يُرِيدُونَ بِذٰلِكَ إِلَّا سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَعَلى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔

اور ان کو یہ جواب دیا گیا کہ سنت سے نبی ﷺ کی سنت کے علاوہ کسی دوسرے کی سنت مراد لینا بعید سی بات ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ کی سند سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا حجاج بن یوسف کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر تم سنت چاہتے ہو تو نماز اول وقت میں ادا کرو۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے سالم سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا وہ لوگ (صحابہ کرام) سنت سے مراد آپ ﷺ کی سنت ہی لیا کرتے تھے۔ اور سالم جو اہل مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک، اور تابعین حفاظ میں سے ہیں، انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے کہ وہ جب سنت کا لفظ بولتے تو اس سے صرف نبی ﷺ کی سنت ہی مراد لیتے تھے۔ ❶

وَأَمَّا قَولُ بَعْضِهِم: إِنْ كَانَ مَرْفُوعًا فَلِمَ لَا يَقُولُونَ فِيهِ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ۔ فَجَوَابُهُ: إِنَّهُم تَرَكُوا الجَزمَ بِذٰلِكَ تَوَرُّعًا وَاحتِيَاطًا وَمِن هٰذَا قَولُ أَبِي قِلَابَةَ عَن أَنَسٍ: مِنَ السُّنَّةِ إِذَا تَزَوَّجَ البِكرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِندَهَا سَبْعًا۔ أَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيحَينِ۔

❶ صحيح البخاری، کتاب الحج، باب الجمع بين الصلاتين بعرفة، حديث: ١٦٦٢

اور بعض کا جو یہ کہنا ہے کہ اگر یہ روایت مرفوع کا درجہ رکھتی ہے تو پھر وہ (محدثین) اس میں ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ'' (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) کیوں نہیں کہتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں (مرفوع ہونے کے قائلین) نے ایسی روایت پر (مرفوع کا حکم) بالجزم ورع اور احتیاط کے پیش نظر نہیں لگایا۔ اسی کے دلائل میں سے ایک سیدنا انس سے ابوقلابہ کی روایت ہے کہ سنت یہ ہے کہ (کوئی مرد) جب ثیبہ (شوہر دیدہ) کے بجائے کنواری لڑکی سے شادی کرے تو اس کے ہاں سات دن قیام کرے۔ اسے دونوں (بخاری ومسلم) نے 'صحیحین' ذکر کیا ہے۔ ❶

قَالَ أَبُو قِلابَةَ: لَو شِئْتُ لَقُلتُ: إِنَّ أَنَسًا رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔ أَي: لَو قُلتُ لَم أَكذِب؛ لأَنَّ قولَه: مِنَ السُّنَّةِ هٰذَا مَعْنَاه لكِن إِيرَادُهُ بِالصِّيْغَةِ الَّتِي ذَكَرَهَا الصَّحَابَةُ أَولىَ۔

ابوقلابہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اس بات کو نبی ﷺ تک مرفوع بیان کیا ہے۔ یعنی اگر میں یہ کہہ دوں تو میں جھوٹا نہیں ہوں گا۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے اس قول کہ'' سنت یہ ہے'' سے یہی مراد ہے۔ لیکن روایت کو اسی صیغے سے بیان کرنا بہتر ہے جس صیغے سے صحابی نے بیان کیا ہو۔

وَمِن ذٰلِكَ قَولُ الصَّحَابِيِّ: أُمِرنَا بِكَذَا أَو نُهِينَا عَن كَذَا۔ فَالخِلافُ فِيهِ كَالخِلافِ فِي الَّذِي قَبلَهُ؛ لأَنَّ مُطلَق ذٰلِكَ يَنصَرِفُ بِظَاهِرِهِ إِلىٰ مَن لَهُ الأَمرُ وَالنَّهيُ وَهُوَ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ۔

صحابی کا ''أُمرنا بکذا '' (ہمیں یہ حکم دیا گیا)، یا ''نہینا عن کذا '' (ہمیں اس کام سے منع کیا گیا) کہنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ (یعنی یہ بیان بھی حدیث کو مرفوع کے حکم میں لے آتا ہے) اس کے بارے میں بھی وہی اختلاف پایا جاتا ہے جو اس سے

❶ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب اذا تزوج البکر علی الثیب، حدیث، ۵۲۱۳۔ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب قدر ما تستحقه البکر، حدیث، ۱٤٦١

قبل (من السنة كذا) کے بارے میں تھا۔ چونکہ ظاہراً اس حکم کا تعلق اس ہستی کے ساتھ ہے جس کو حکم کرنے اور منع کرنے کا اختیار تھا۔ اور وہ ہستی رسول اللہ ﷺ ہیں۔

وَخَالَفَ فِي ذٰلِكَ طَائِفَةٌ وَ تَمَسَّكُوا بِاحْتِمَالِ أَن يَكُونَ الْمُرَادُ غَيرُهُ۔ كَأَمرِ الْقُرآنِ أَوِ الإِجمَاعِ أَو بَعضِ الْخُلَفَاءِ أَوِ الاستِنْبَاطِ۔ وَأُجِيبُوا: بِأَنَّ الأَصْلَ هُوَ الأَوَّلُ وَمَا عَدَاهُ مُحتَمِلٌ لٰكِنَّهُ بِالنِّسبَةِ إِلَيهِ مَرجُوحٌ وَأَيضًا فَمَن كَانَ فِي طَاعَةِ رَئِيسٍ، إِذَا قَالَ:أُمِرتُ، لَا يُفهَمُ عَنهُ أَنَّ آمِرَه إِلَّا رَئِيسُهُ۔

اس کے بارے میں (علماء کی) ایک جماعت نے اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے اس احتمال کو دلیل بنایا ہے کہ (ممکن ہے) اس (حکم یا منع) سے مراد آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اور ہو، مثلاً: قرآن کا حکم ہو، اجماع ہو، کسی خلیفہ کی طرف سے ہو، یا کسی (حدیث سے) مستنبط (اخذ شدہ حکم) مراد ہو۔ انہیں یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس معاملہ (حکم و منع) میں اصل (بنیاد) تو اول الذکر (رسول اللہ ﷺ) ہیں۔ آپ ﷺ کے علاوہ بھی اگرچہ احتمالات ہیں، لیکن آپ ﷺ کی نسبت وہ مرجوح (بعد کی حیثیت پر) ہوں گے۔ جو شخص کسی حاکم کے تحت ہوتا ہے، وہ جب کہے کہ مجھے حکم دیا گیا، تو اس سے یقیناً یہی سمجھا جائے گا کہ اسے حکم دینے والا اس کا حاکم ہی ہے۔ ❶

وَأَمَّا قَولُ مَن قَالَ: يُحتَمَلُ أَن يُظَنَّ مَا لَيسَ بِأَمرٍ أَمرًا فَلَا اِختِصَاصَ لَهُ بِهٰذِهِ الْمَسأَلَةِ بَل هُوَ مَذْكُورٌ فِيمَا لَو صَرَّحَ؛ فَقَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَهُوَ احتِمَالٌ ضَعِيفٌ؛ لأَنَّ الصَّحَابِيَّ عَدلٌ عَارِفٌ بِاللِّسَانِ؛ فَلَا يُطلِقُ ذٰلِكَ إِلَّا بَعدَ التَّحْقِيقِ۔

---

❶ لہذا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہیں، کہ ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا یا اس بات سے منع کیا گیا، تو اس سے مراد یہی لیا جائے گا کہ صحابہ کو حکم دینے والے تو رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔ اس لیے صحابہ کے یہ الفاظ بھی روایت کو مرفوع حدیث کے درجہ پر فائز کر دیں گے۔

جس نے یہ کہا ہے کہ یہ بھی احتمال (ممکن) ہے کہ جو حکم نہیں تھا اسے حکم تصور (گمان) کر لیا گیا ہو۔ تو یہ احتمال اسی مسئلہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ (احتمال) تو ایسی نوعیت میں بھی ممکن ہے کہ جب وہ (صحابی) واضح طور پر کہہ رہا ہو کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یوں حکم دیا تھا۔ درحقیقت یہ کمزور احتمال ہے۔ کیونکہ صحابہ صاحب عدالت اور زبان کو جاننے والے تھے اس لیے ان کے بارے میں ایسا احتمال تحقیق کے بغیر ممکن نہیں.

وَمِن ذٰلِكَ قَولُه:كُنَّا نَفْعَلُ كَذَا، فَلَهُ حُكمُ الرَّفْعِ أَيْضًا كَمَا تَقَدَّمَ۔وَمِن ذٰلِكَ أن يَحكُمَ الصَّحَابِيُّ علىٰ فِعلٍ مِنَ الأَفْعَالِ بِأَنَّه طَاعَةٌ لِلّٰهِ وَ لِرَسُولِهِ أَو مَعصِيَةٌ، كَقَولِ عَمَّارٍ:مَن صَامَ الْيَومَ الَّذِى يُشَكُّ فِيهِ فَقَد عَصَى أَبَا القَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ۔فَلَهُ حُكمُ الرَّفْعِ أَيْضًا؛ لأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ ذٰلِكَ مِمَّا تَلقَاهُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ۔

صحابی کا یہ کہنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے کہ ''کنا نفعل کذا'' (ہم اس طرح کیا کرتے تھے)، اس (بیان) پر بھی مرفوع ہونے کا حک ہوگا، جیسا کہ (مفصل تذکرہ) گزر چکا ہے۔ اور صحابی کا کسی کام پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت یا نافرمانی کا حکم لگانا بھی مرفوع کے زمرے میں آئے گا۔ جیسا کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ہے کہ ''جس نے مشکوک دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔'' [1] اس بات پر بھی مرفوع کا ہی حکم آئے گا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ انہوں (سیدنا عمار رضی اللہ عنہ) نے یہ بات آپ ﷺ سے ہی اخذ کی ہے۔

②۔موقوف روایت:

أو يَنتَهِى غَايَةُ الإِسنَادِ إِلَى الصَّحَابِيِّ كَذٰلِكَ أَى: مِثلُ مَا تَقَدَّمَ فِى كَونِ اللَّفْظِ يَقتَضِى التَّصرِيحَ بِأَنَّ الْمَنْقُولَ هُو مِن قَولِ الصَّحَابِىِّ أَو مِن

[1] الترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء فی کراهية الصوم يوم الشك، ح:٦٨٦، قال الالبانی رحمہ اللہ: صحيح

فِعلِهِ أَو مِن تَقرِيرِهِ وَلَا يَجِيءُ فِيهِ جَمِيعُ مَا تَقَدَّمَ بَل مَعظَمُهُ۔ وَالتَّشْبِيهُ لَا يُشتَرَطُ فِيهِ المُسَاوَاةُ مِن كُلِّ جِهَةٍ۔

یا (روایت کی) سند صحابی تک ختم ہوتی ہے۔ جیسے (مرفوع روایت کا جو تفصیلی بیان گزرا ہے اس) کی صورتیں ہیں۔ ایسے الفاظ کی صورت میں کہ جو اس صراحت سے بیان کر دیں کہ منقول (روایت) کسی صحابی کا قول، یا فعل یا اس کی تقریر ہے۔ اس میں ماقبل (مرفوع) کی تمام صورتیں نہیں آتیں، بلکہ کچھ اہم صورتیں ہی آتی ہیں۔ اور تشبیہ دینے میں یہ شرط نہیں ہوتی کہ ان (مشبہ اور مشبہ بہ) میں مکمل طور پر مساوات (برابری) ہو۔

وَلَمَّا كَانَ هٰذَا الْمُخْتَصَرُ شَامِلاً لِجَمِيعِ أَنوَاعِ عُلُومِ الْحَدِيثِ اسْتَطردتُه إِلىٰ تَعريفِ الصَّحابيِّ مَنْ هُوَ؟ فقلت:

جب یہ مختصر (کتاب) علوم حدیث کی تمام اقسام پر مشتمل ہے تو میں نے "صحابی" کی تعریف کرنا بھی ضروری سمجھی ہے کہ وہ (یعنی صحابی) کون ہوتا ہے؟ میں کہتا ہوں:

"صحابی" کی تعریف:

وَهُوَ مَن لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ عَلى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مُؤمِنًا بِهِ وَمَاتَ عَلَى الإِسْلامِ وَلَو تَخَلَّلَت رِدَّةٌ فِي الأَصَحِّ۔

جس نے نبی ﷺ سے آپ ﷺ پر ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو، اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو۔ صحیح موقف یہی ہے کہ اگرچہ درمیان میں ارتداد بھی ہوا ہو۔ ❶

وَالمُرَادُ بِاللِّقَاءِ: مَا هُوَ أَعَمُّ: مِنَ المَجَالَسَةِ وَالمَمَاشَاةِ وَوُصُولِ أَحَدِهِمَا إِلَى الآخَرِ وَإِن لَم يُكَالِمْهُ وَيَدخُل فِيهِ رُؤيَةُ أَحَدِهِمَا الآخَرَ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ بِنَفسِهِ أَو بِغَيرِهِ۔

---

❶ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی انسان رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد کسی وقت کسی وجہ سے مرتد بھی ہوا، لیکن مرتد ہونے کے بعد پھر توبہ کر کے مسلمان ہوا، اور پھر ایمان کی حالت میں ہی اس کی وفات ہوئی، تو یہ انسان صحابی ہی ہے۔

اور ملاقات سے مراد یہ وہی ہے جو عمومی طور پر موجود ہے کہ کسی موقع پر ساتھ بیٹھنا اور ساتھ چلنا، اور ایک دوسرے کو (راستے وغیرہ میں) ملنا ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ سے بات نہ ہوسکی ہو۔ اور ایک دوسرے کو دیکھ لینا بھی اسی زمرے (یعنی شرف صحابیت) میں ہی آتا ہے، چاہے خود ملا ہو یا کسی واسطہ کے ساتھ۔

وَالتَّعبِيرُ بِاللُّقِيِّ أَولى مِن قَولِ بَعضِهِم: الصَّحَابِيُّ مَن رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ؛ لأَنَّه يُخرِجُ ابنَ أُمِّ مَكتُومٍ وَنَحوَه مِنَ العُميَان وَهُم صَحَابَةٌ بِلا تَرَدُّدٍ۔

اور (صحابی کی تعریف میں) ملاقات، کو بنیاد بنایا ان کی بات کی نسبت بہتر ہے، (جنہوں نے کہا ہے) کہ صحابی وہ ہے جس نے نبی ﷺ کو دیکھا ہو۔ کیونکہ (اس تعریف نے) سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر نابینا افراد کو (صحابی کی تعریف سے) باہر نکال دیا ہے۔ جبکہ وہ یقیناً صحابی ہیں۔

''صحابی'' کی تعریف کی وضاحت:

وَاللُّقِيُّ فِى هٰذَا التَّعرِيفِ كَالجِنسِ۔ وَقَولِى: "مُؤمِنًابِهِ" كَالفَصْلِ۔ يُخْرِجُ مَنْ حَصَلَ لَهُ اللِّقَاءُ الْمَذكُورُ لكِن فِى حَالِ كَونِه كَافِرًا۔ وَقَولِى: "بِهِ" فَصلٌ ثَان يُخْرِجُ مَن لَقِيَهُ مُؤمِنًا لكِن بِغَيرِهِ مِنَ الأنبِيَاءِ۔ لٰكِن هَل يُخرِجُ مَنْ لَقِيَهُ مُؤمِناً بِأَنَّهُ سَيُبْعَثُ وَلَم يُدرِكِ البِعثَةَ۔ فِيهِ نَظَرٌ۔ وَقَولِى: وَمَاتَ عَلَى الإِسلامِ فَصلٌ ثَالِثٌ يُخرِجُ مَنِ ارتَدَّ بَعدَ أن لَقِيَهُ مُؤمِنًا وَمَاتَ عَلَى الرِّدَّةِ كَعُبَيدِاللّٰهِ بنِ جَحشٍ وَابنِ خَطَلٍ۔

اور اس تعریف میں ملاقات، جنس کی طرح ہے، اور ''مومنا'' ایک فصل کی طرح ہے۔ اس سے وہ شخص (صحابی کی تعریف سے) نکل جاتا ہے جسے (آپ ﷺ سے) ملاقات تو نصیب ہوئی لیکن کفر کی حالت میں۔ اور میرا ''بہ'' کہنا (یعنی ''مومنا بہ'') دوسری فصل (شق) ہے، اس (لفظ) سے وہ شخص (صحابی کی تعریف سے) نکل جاتا ہے جو آپ ﷺ

سے ملا تو ہو لیکن وہ (آپ پر نہیں بلکہ) کسی اور نبی پر ایمان رکھتا ہو۔ کیا وہ شخص بھی اس (تعریف) سے نکل جاتا ہے جو آپ ﷺ سے ملا بھی ہو اور اس کا آپ کو مبعوث کیے جانے (نبی بننے) پر ایمان بھی ہو لیکن اس نے آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہ پایا ہو؟ یہ معاملہ قابل غور ہے۔ اور میرا یہ کہنا کہ ''مات علی الاسلام'' (وہ اسلام پر ہی فوت ہوا ہو)، تیسری فصل ہے کہ اس سے وہ شخص خارج ہو جاتا ہے جو آپ ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملنے کے بعد مرتد ہو گیا ہو، اور اس کی موت ارتداد پر ہوئی ہو۔ جیسا کہ عبیداللہ بن جحش اور ابن خطل۔ ❶

وَقَولِی: "وَلَو تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ" أی: بَینَ لُقِیِّهِ لَهُ مُؤمِنًا بِهِ وَبَینَ مَوتِهِ عَلَی الإِسْلامِ فَإِنَّ اِسْمَ الصُحبَةِ بَاقٍ لَهُ سَوَاءٌ رَجَعَ إِلَی الإسلامِ فِی حَیَاتِهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ أَم بَعدَهُ سَوَاءٌ لَقِیَهُ ثَانِیًا أَمْ لَا۔

اور میرا یہ کہنا کہ ''ولو تخلّلت رِدّةٌ'' (اگرچہ درمیان میں ارتداد بھی ہوا ہو) اس سے مراد ہے کہ اس شخص کی آپ ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات اور اس کی اسلام پر وفات کے درمیان ارتداد ہوا ہو، تو پھر بھی اس پر صحابی کا لفظ برقرار رہے گا، چاہے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں یہ (توبہ کر کے) اسلام کی طرف لوٹ آیا ہو، یا آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے بعد۔ اور چاہے آپ ﷺ سے دوبارہ (ارتداد کے بعد) ملاقات ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

---

❶ عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے اور برادر نسبتی بھی تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور بعض دیگر مؤرخین کا کہنا ہے کہ عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مرتد ہو گئے تھے۔ جبکہ یہ بات محل نظر ہے۔ اس سے متعلق تفصیلی بحث کا مطالعہ کرنے کے لیے راقم الحروف کی تالیف ''رسول اللہ ﷺ کی اولاد'' (ناشر: دارالبیان شیخوپورہ) اور ''رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں'' (ناشر: دارالابلاغ، ۲۷ ہادیہ حلیمہ سنٹر اردو بازار لاہور) کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

وَ قَولِی: فِی الأَصَحِّ إِشَارَةٌ إِلَی الخِلافِ فِی الْمَسأَلَةِ وَ يَدُلُّ عَلَی رُجحَانِ الأَوَّلِ قِصَّةُ الأَشْعَثِ بنِ قَيسٍ؛ فَإِنَّهُ كَانَ مِمَّنِ ارتَدَّ وَأُتِیَ بِهِ إِلیٰ أَبِی بَكرٍ الصِّدِّيقِ أَسِيْرًا؛ فَعَادَ إِلَی الإِسلامِ فَقَبِلَ مِنهُ وَزَوَّجَهُ أُختَهُ وَلَم يَتَخَلَّفْ أَحَدٌ عَن ذِكرِهِ فِی الصَّحَابَةِ وَلا عَن تَخرِيجِ أَحَادِيثِهِ فِی الْمَسَانِيدِ وَغَيرِهَا۔

اور میرا کہنا ''فِی الأَصَحِّ''، اس مسئلہ میں اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔ ❶ اور اشعث بن قیس کا واقعہ پہلے موقف کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو مرتد ہوگئے تھے۔ اور انہیں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گرفتار کر کے لایا گیا۔ وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کا اسلام میں واپس آنا قبول کرلیا۔ اور ان سے اپنی بہن کی شادی کردی۔ اور کوئی بھی (محدث ومؤرخ) انہیں صحابہ میں شامل کرنے اور ان کی (بیان کردہ) احادیث کو اپنی کتب میں ذکر کرنے سے پیچھے نہیں ہٹا۔

دوضروری وضاحتیں:

تَنبِيهَانِ: أَحَدُهُمَا: لَا خَفَاءَ بِرُجْحَانِ رُتبَةِ مَن لازَمَهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَقَاتَلَ مَعَهُ أَو قُتِلَ تَحتَ رَأْيَتِهِ عَلَی مَن لَم يَلازِمْهُ أَو لَم يَحضُر مَعَهُ مَشهَدًا وَعَلَی مَن كَلَّمَهُ يَسِيرًا أَو مَاشَاهُ قَلِيلاً أَو رَآهُ عَلَی بُعدٍ أَو فِی حَالِ الطَّفُولِيَّةِ وَإِن كَانَ شَرْفُ الصُّحْبَةِ حَاصِلاً لِلْجَمِيعِ۔ وَمَن لَيسَ لَهُ مِنهُمْ سِمَاعٌ مِنهُ فَحَدِيثُهُ مُرسَلٌ مِن حَيثُ الرِّوَايَةُ وَهُم مَعَ ذٰلِكَ مَعْدُودُونَ فِی الصَّحَابَةِ؛ لِمَا نَالُوهُ مِنْ شَرفِ الرُّؤيَةِ۔

یہاں دوتنبیہات ہیں: ایک یہ کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو صحابی اکثر اوقات

❶ یعنی اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کوئی شخص صحابہ میں شامل ہونے کے بعد اگر مرتد ہوگیا، تو پھر دوبارہ اس نے توبہ کر کے اسلام کی طرف رجوع کرلیا تو کیا صحابی کا رتبہ پانے کے لیے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ ملاقات ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

آپ ﷺ کے ساتھ رہا، آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، یا آپ ﷺ کے جھنڈے تلے شہید ہوا، وہ مقام ومرتبہ میں اس سے افضل ہے، جو ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ نہیں رہا، یا آپ ﷺ کی معیت میں کسی میدان جہاد میں حاضر نہیں ہوا، اور جس نے آپ ﷺ سے بہت کم بات چیت کی ہے، یا آپ ﷺ کے ساتھ بہت کم چلا ہے، یا آپ ﷺ کو دور سے یا بچپن میں دیکھا ہے، اگرچہ ان تمام کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ اور ان میں سے جن کو آپ ﷺ سے روایت حدیث میں سماع حاصل نہیں ان کی حدیث، روایت کے اعتبار سے مرسل ہوگی۔ ❶ اس کے باوجود وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ انہیں زیارت کا تو شرف حاصل ہے۔

ثَـانِيهِمَا :يُعرَفُ كَونُهُ صَحَابِيًا۔ بِالتَّوَاتَرِ۔ أَوِ الْإِسْتِفَاضَةِ أَوِ الشُّهرَةِ۔ أَو بِـإِخبَـارِ بَـعـضِ الـصَّحَابَةِ۔ أَو بَعضِ ثِقَاتِ التَّابِعِينَ۔ أَو بِإِخْبَارِهِ عَن نَـفْسِهِ بِأَنَّهُ صَحَابِيٌّ إِذَا كَانَت دَعْوَاهُ ذٰلِكَ تَدْخُلُ تَحتَ الإِمكَانِ۔ وَقَدِ اسْتَشـكَـلَ هٰـذَا الأَخِيرَ جَمَاعَةٌ مِن حَيثُ إِنَّ دَعوَاهُ ذٰلِكَ نَظِيرُ دَعوَى مَن قَالَ: أَنَا عَدْلٌ۔ وَيَحتَاجُ إِلیٰ تَأَمُّلٍ۔

دوسری تنبیہ یہ ہے کہ صحابی کی پہچان کبھی تواتر (متواتر روایت) سے ہوگی، کبھی استفاضہ (مستفیض روایت) سے ہوگی، یا شہرت (مشہور روایت) سے ہوگی، یا کسی صحابی کے بتانے سے ہوگی، یا کسی ثقہ تابعی کے بتانے سے ہوگی، یا اس (صحابی) کے اپنے بارے میں بتانے سے ہوگی کہ وہ صحابی ہے۔ جبکہ اس کا یہ دعویٰ امکان میں داخل ہوگا، اور (علماء ومحدثین کی) ایک جماعت نے اس آخری صورت (یعنی اپنے بارے میں صحابی ہونے کا دعویٰ کرنے) کے متعلق اشکال کا اظہار کیا ہے، کیونکہ اس دعوے کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی کہے میں عادل ہوں، اور اس میں غور وفکر کی ضرورت ہے۔

---

❶ جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے کوئی حدیث نہیں سنی، ان کی بیان کردہ حدیث، روایت (یعنی حدیث بیان کرنے کے اصول وضوابط) کے تحت مرسل کہلائے گی لیکن حکماً وہ حدیث مرفوع ہی شمار ہوگی۔

③۔مقطوع (تابعی کی روایت)

أَو يَنتَهِي غَايَةُ الإِسنَادِ إِلَى التَّابِعِيِّ- وَهُوَ مَن لَقِيَ الصَّحَابِيَّ كَذٰلِكَ- وَهٰذَا مُتَعَلِّقٌ بِاللُّقِيِّ وَمَا ذُكِرَ مَعَهُ، إِلَّا قَيْدُ الإِيمَانِ بِهِ- فَذٰلِكَ خَاصٌّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا هُوَ المُخْتَارُ خِلافًا لِمَنِ اشْتَرَطَ فِي التَّابِعِيِّ طُولَ المَلازَمَةِ أَو صِحَّةَ السِّمَاعِ أَوِ التَّمْيِيزَ-

یا (روایت کی) سند تابعی تک ختم ہوتی ہے۔ یہ وہ (شخصیت) ہے جس کی اسی طرح (یعنی صحابی والی شرائط کے ساتھ) صحابی سے ملاقات ہوئی ہو۔ اور اس (کی تعریف) میں صرف ملاقات اور باقی جو (صحابیت کی شرائط) مذکور ہیں ان کا تعلق ہے، اس (صحابی) پر ایمان لانے کی شرط (کا تعلق) نہیں ہے۔[1] کیونکہ ایمان تو صرف نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہی قول مختار (مقبول) ہے، اس کے برخلاف کہ جس نے جنھوں نے تابعی ہونے کے لیے طویل صحبت اور صحت سماع (احادیث اور دیگر امور اسلامی بہتر طریقے سے سننے) اور سن تمیز (بالغ ہونے) کی شرط لگائی ہے۔

مخضرم (نبی ﷺ کا زمانہ پانے، لیکن ملاقات نہ کر سکنے والے مسلمان)

وَبَقِيَ بَينَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ طَبقَةٌ أُخرٰى اِخْتُلِفَ فِي إِلحَاقِهِم بِأَيِّ القِسمَينِ، وَهُمُ: المُخَضْرَمُونَ الَّذِينَ أَدْرَكُوا الْجَاهِلِيَّةَ وَالإِسلَامَ وَلَم يَرَوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ- فَعَدَّهُم ابنُ عَبدِ الْبَرِّ فِي الصَّحَابَةِ وَادَّعَى عَيَاضٌ وَغَيرُهُ أَنَّ ابنَ عَبدِالبَرِّ يَقُولُ: إِنَّهُم صَحَابَةٌ وَفِيهِ نَظَرٌ؛

[1] حافظ ابن حجر ؒ کی اس بات سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ تابعی ہونے کے لیے وہ تمام شرائط پائی جانی چاہئیں جو صحابی ہونے کے لیے ضروری ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک شرط یہاں نہیں ہوگی، وہ شرط ہے: ایمان لانا۔ کیونکہ ایمان تو صرف نبی ﷺ پر لانا ضروری ہے، آپ ﷺ کے کسی صحابی یا کسی بھی دیگر امتی پر ایمان لانا لایعنی سی بات ہے۔ لہٰذا اگر کوئی انسان کسی صحابی سے ملا ہو، لیکن ملاقات کے وقت وہ انسان مسلمان نہیں تھا، البتہ اس صحابی سے ملاقات کے بعد کسی وقت اس نے اسلام قبول کیا، لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد اسے صحابی سے ملاقات نصیب نہ ہو سکی، تب بھی یہ انسان تابعین میں شمار ہوگا۔

لأَنَّـهُ أَفْـصَـحَ فِـی خُـطبَةِ كِتَابِهِ بِأَنَّهُ إِنَّمَا أَورَدَهُم لِيَكونَ كِتَابُهُ جَامِعًا مُسْتَوعِبًا لأَهلِ القَرنِ الاَوَّلِ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان ایک ایسا اور طبقہ بھی ہے جس کے الحاق (نسبتی تعلق) میں اختلاف ہے کہ وہ دونوں اقسام میں سے کس میں داخل ہیں؟ یہ مخضر مین ہیں، کہ جنہوں نے جاہلیت اور اسلام کے دونوں زمانے پائے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکے۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کیا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ صحابہ ہیں جبکہ یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں واضح بیان کیا ہے کہ وہ انہیں (مخضر مین کو) بھی ذکر کریں گے۔تاکہ ان کی کتاب زمانہ اولیٰ کے لوگوں (کے تعارف) کے اعتبار سے جامع اور ہمہ گیر بن جائے۔

وَالـصَّـحِيحُ أَنَّهُم مَعْدُودُونَ فِی كِبَارِ التَّابِعِينَ سَوَاءٌ عُرِف أَنَّ الوَاحِدَ مِنهُمْ كَانَ مُسلِمًا فِی زَمَنِ النَّبِیِّ عليه الصلاة والسلام كَالنَّجَاشِی أَم لَا۔ لٰكِن إِن ثَبَتَ أَنَّ الـنَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لَيلَةَ الإِسْراءِ كُشِفَ لَهُ عَن جَمِيعِ مَن فِـی الأَرضِ فَرَآهُم؛ فَيَنبَغِی أَنْ يُعَدَّ مَن كَانَ مُؤمِنًا بِهِ فِی حَيَاتِهِ إِذْ ذَاكَ وَإِن لَم يُلاقِهِ فِی الصَّحَابَةِ لِحُصُولِ الرُّؤيَةِ فِی حَيَاتِهِ صلى الله عليه وسلم۔

صحیح موقف یہی ہے کہ وہ (مخضر مین) کبار تابعین میں شمار ہوں گے۔ چاہے یہ ثابت ہو بھی جائے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی مسلمان ہو گیا تھا، جیسا کہ نجاشی ہے۔ یا یہ بات ثابت نہ ہو سکے۔لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے معراج کی رات تمام لوگ جو زمین میں تھے سامنے کر دیئے گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا، پھر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ پر ایمان لے آیا اگرچہ اس کی طرف سے ملاقات ثابت نہ بھی ہو پھر بھی اسے صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کرنا چاہیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے (اس نے) رویت پالی۔

مرفوع،،موقوف اور مقطوع کی مختصر تعریف:

فَالقِسمُ الأَوَّلُ مِمَّا تَقَدَّمَ ذِكرُهُ مِنَ الأَقسَامِ الثَّلاثَةِ وَهُوَ مَا يَنتَهِى إِلَيهِ غَايَةُ الإِسْنَادِ هُوَ المَرفُوعُ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الإِنْتِهَاءُ بِإِسنَادٍ مُتَّصِلٍ أَم لَا۔ وَالثَّانِى المَوقُوفُ وَهُوَ: مَا يَنتَهِى إِلَى الصَّحَابِىِّ۔ وَالثَّالِثُ: المَقْطُوعُ وَهُوَ مَا يَنْتَهِى إِلَى التَّابِعِىِّ۔

جن تین اقسام کا بیان گزرا ہے ان میں سے پہلی قسم؛ جس کی سند آپ ﷺ تک پہنچتی ہے، وہ مرفوع ہے۔ چاہے اس کا پہنچنا متصل سند کے ساتھ ہو یا (متصل سے) نہ ہو۔ اور دوسری (قسم) موقوف ہے، یہ وہ (روایت) ہے جس کی سند صحابی تک پہنچتی ہے۔ اور تیسری (قسم) مقطوع ہے، یہ وہ (روایت) ہے جس کی سند تابعی تک پہنچتی ہے۔

وَمَن دُونَ التَّابِعِىِّ مِن أَتبَاعِ التَّابِعِينَ فَمَن بَعدَهُم فِيهِ أَى: فِى التَّسْمِيَةِ مَثَلُهُ أَى: مَثَلُ مَا يَنْتَهِى إِلَى التَّابِعِىِّ فِى تَسْمِيَّةِ جَمِيعُ ذٰلِكَ مَقْطُوعًا وَإِنْ شِئتَ قُلتَ: مَوقُوفٌ عَلَى فُلان۔

اور جو تابعی کے نیچے؛ اتباع تابعین ہیں، تو جو ان کے بعد اس زمرے میں،آتے ہیں، وہ بھی اسی کی مثل ہیں۔ یعنی اسی (روایت) کی طرح ہیں جس کی سند تابعی تک پہنچتی ہے، یہ سب اسی نام کے تحت مقطوع کہلاتی ہیں۔ اور اگر تم چاہو تو یوں بھی کہہ سکتے ہو: فلاں (یعنی تابعی یا ان کے بعد والے کسی امام) تک موقوف ہے۔

مقطوع اور منقطع کے درمیان فرق:

فَحَصَلَتِ التَّفرِقَةُ فِى الإِصْطِلاحِ بَينَ المَقطُوعِ وَالمُنقَطِعِ؛ فَالمُنقَطِعُ مِن مَبَاحِثِ الإِسنَادِ كَمَا تَقَدَّمَ وَالمَقْطُوعُ مِن مَبَاحِثِ المَتنِ كَمَا تَرى وَقَد أَطْلَقَ بَعضُهُم هٰذَا فِى مَوضِعِ هٰذَا وَبِالعَكسِ تَجَوُّزًا عَنِ الإِصطِلَاحِ۔ وَيُقَالُ لِلأَخِيرَينِ أَى المَوقُوفِ وَالْمَقْطُوعِ: الأَثَرُ۔

تو اس سے مقطوع اور منقطع کی اصطلاح میں فرق ہوگیا کہ منقطع کا تعلق سند کی بحث

سے ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اور مقطوع کا تعلق متن کے مباحث سے ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ اور بعض (علماء) نے یہ (مقطوع کا لفظ) اس موقع پر اور اس کے برعکس بھی استعمال کیا ہے۔ اور آخری دونوں قسموں یعنی موقوف اور مقطوع کو ''اثر'' کو کہا جاتا ہے۔

مسند (حدیث) کی تعریف:

وَالْمُسْنَدُ؛ فِی قَولِ أَهْلِ الحَدِیثِ: "هٰذَا حَدِیثٌ مُسْنَدٌ" هُوَ: مَرفُوعُ صَحَابِیٍّ بِسَنَدٍ ظَاهِرُهُ الاتِّصَالُ۔ فَقَولِی: "مَرفُوعٌ" کَالجِنس۔ وَقَولِی: "صَحَابِی" کَالفَصلِ یُخْرِجُ مَا رَفَعَهُ التَّابِعِیُّ؛ فَإِنَّهُ مُرسَلٌ، أَو مَنْ دُونَهُ؛ فَإِنَّهُ مُعضَلٌ أَو مُعَلَّقٌ۔

محدثین کے ''هٰذَا حَدِیْثٌ مُسْنَدٌ'' کہنے میں ''مسند'' وہ (روایت) ہے جو ظاہری طور پر متصل سند کے ساتھ صحابی کی (روایت کردہ) مرفوع حدیث ہے۔ (اس تعریف میں) میرا ''مرفوع'' کہنا ایک جنس کی طرح ہے۔ اور میرا ''صحابی'' کہنا، ایک فصل کی طرح ہے۔ یہ اس روایت کو (اس تعریف) سے خارج کردیتا ہے جسے تابعی نے مرفوع بیان کیا ہو۔ ❶ وہ ''مرسل'' ہے۔ یا جو اس سے نیچے (یعنی تابعی کے نیچے کوئی تبع تابعی وغیرہ) مرفوع بیان کرے، وہ معضل یا معلق ہے۔

وَقَولِی: "ظَاهِرُهُ الإتِّصَالُ" یُخْرِجُ مَا ظَاهِرُهُ الإنقِطَاعُ وَیَدخُلُ مَا فِیهِ الإحْتِمَالُ وَمَا یُوجَدُ فِیهِ حَقِیقَةُ الإتِّصَالِ مِن بَابِ الأَولٰی۔ وَیُفهَم مِن التَّقْیِیدِ بِالظُّهُورِ أَنَّ الإنْقِطَاعَ الخَفِیَّ کَعَنْعَنَةِ الْمُدَلِّسِ وَالمُعَاصِرِ الَّذِی لَمْ یَثبُت لُقِیُّهُ لا یُخرِجُ الْحَدِیثَ عَن کَونِهِ مُسنَدًا؛ لِإطبَاقِ الأَئِمَّةِ الَّذِینَ خَرَّجُوا الْمَسَانِیدَ عَلیٰ ذٰلِكَ۔

---

❶ یعنی جس حدیث کو صحابی نے مرفوع بیان کیا ہے اسے مسند کہا جائے گا، جسے تابعی نے مرفوع بیان کیا ہو اسے مسند نہیں کہا جائے گا۔

اور میرا ''ظاہرہ الاتصال'' کہنا، اس (روایت) کو (اس تعریف سے) خارج کر دیتا ہے جس کا ظاہر، انقطاع ہو۔ اور (اس تعریف میں وہ روایت) داخل ہے جس میں (اتصال کا) احتمال ہو اور وہ (روایت) تو بالاولیٰ داخل ہے جس میں حقیقتاً اتصال پایا جائے۔ اور ''بالظہور'' (ظاہری طور پر) کی قید کا مفہوم یہ ہے کہ مدلس اور ایسے ہمعصر ......جس کی ملاقات ثابت نہ ہو...... کے عنعنہ کی طرح مخفی انقطاع حدیث کو مسند کے درجہ سے باہر نہیں نکال سکتا۔ ❶ کیونکہ محدثین نے بالاتفاق مسانید کو اس طریق پر روایت کیا ہے۔

✧ ...امام حاکم رحمہ اللہ کے ہاں مسند:

وَهٰـذَا التَّـعْـرِيفُ مُوَافِقٌ لِقَولِ الْحَاكِمِ: المُسنَدُ مَا رَوَاهُ الْمُحَدِّثُ عَن شَيـخٍ يَـظهَـر سِمَاعُهُ مِنهُ وَكذَا شَيخُهُ عَن شَيْخِهِ مُتَّصِلاً إِلىٰ صَحَابِيٍّ إِلىٰ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ۔

اور یہ تعریف حاکم کی تعریف کے موافق ہے کہ مسند وہ (روایت) ہے جس کو محدث ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے اس کا سماع ظاہر ہو، اسی طرح وہ شیخ اپنے شیخ سے متصل صحابی تک (صحابی کے بعد) رسول اللہ ﷺ تک (روایت) کرے۔

✧ ...خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے ہاں مسند:

وَأَمَّـا الْخَطِيبُ فَقَالَ: الْمُسنَدُ: الْمُتَّصِلُ۔ فَعَلَى هٰذَا: الْمَوقُوفُ إِذَا جَاءَ بِسَـنَـدٍ مُتَّـصِـلٍ يُسَـمَّى عِندَهُ مُسنَدًا لكِن قَالَ: إِنَّ ذٰلِكَ قَد يَأتِي بِقِلَّةٍ۔ وَأَبعَدَ ابنُ عَبدِالبَرِّ حَيْثُ قَالَ: الْمُسنَدُ: الْمَرفُوعُ وَلَم يَتَعَرَّض لِلإِسنَادِ فَإِنَّهُ يَصْدق عَلَى الْمُرسَلِ وَالمُعضَلِ وَالمُنْقَطِعِ إِذَا كَانَ المَتنُ مَرفُوعًا وَلا قَائِلَ بِهِ۔

اور خطیب (بغدادی) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسند: متصل ہے۔ اس (تعریف) کی بنا پر

❶ ظاہری انقطاع ہو تو وہ روایت مسند نہیں ہوگی، البتہ اگر مخفی انقطاع ہو تو وہ روایت مسند ہی کہلائے گی۔

موقوف (روایت) جب متصل سند کے ساتھ آئے گی تو ان (خطیب رحمہ اللہ) کے ہاں وہ بھی مسند کہلائے گی۔ لیکن انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ (موقوف متصل) بہت کم ہوتی ہے۔ اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بہت بعید سی بات کی ہے، انہوں نے فرمایا ہے کہ مسند: مرفوع ہے۔ اور انہوں نے سند کا ذکر ہی نہیں کیا۔ درحقیقت یہ تعریف مرسل، معضل اور منقطع پر بھی صادق آجاتی ہے جب متن مرفوع ہو، لیکن اس کا کوئی قائل نہیں۔



باب 9

راویوں کی تعداد،اشتراک اور ذاتی حیثیت کے اعتبار سے سند کی اقسام

عالی سند (علوّ) کی تعریف اور اقسام:

فَإن قَلَّ عَدَدُهُ أَى:عَدَدُ رِجَالِ السَندِفَإمَّا: أَن يَنتَهِىَ إِلَى النَّبِىِّ صلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ الْعَدَدِ الْقَلِيل بِالنِّسْبَةِ إِلىٰ سَندٍ آخر...... يرِدُ بِهِ ذٰلِكَ الْحَدِيثُ بِعَينِهِ بِعَدَدٍ كَثِيرٍ......أَو يَنتَهِىَ إِلىٰ إِمَامٍ مِن أَئِمَّةِ الحَدِيثِ ذِى صِفَةٍ عَلِيَّةٍ: كَالحِفْظِ وَالفِقْهِ وَالضَّبْطِ وَالتَّصْنِيفِ وَغَيرِ ذٰلِكَ مِنَ الصِّفَاتِ المُقتَضِيَةِ للتَّرجِيحِ كَشُعْبَةَ وَمَالِكٍ وَالثَّورِيِّ وَالشَّافِعِىِّ و البُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَنَحْوِهِم۔

اگر اس کی تعداد کم ہو، یعنی سند کے رجال کی تعداد کم ہو، تو پھر، یا تو کم تعداد کے باوجود (یہ سند)......دوسری ایسی سند کی نسبت کہ جس میں تعداد زیادہ ہے، اور اس سے بعینہ یہی حدیث روایت ہوئی ہے...... نبی ﷺ تک (سند) پہنچے گی۔ یا (یہی کم راویوں والی سند) حفظ، فقہ، ضبط اور تصنیف اور اس کے علاوہ دیگر ترجیح کا سبب بننے والی بلند ترین صفات کے حامل محدثین، مثلاً: شعبہ، مالک، ثوری، شافعی، بخاری اور مسلم وغیرہ جیسے ائمہ میں سے کسی ایک تک پہنچے گی۔

✧...علو مطلق:

فَالأَوَّلُ: وَهُوَ مَا يَنتَهِى إِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: العُلُوُّ

الْـمُـطْـلَـقُ۔ فَـإِن اتَّـفَقَ أَن يكُونَ سَندُهُ صَحِيْحًا كَانَ الْغَايَةَ القُصْوٰى وَإِلاَّفَصُورَةُ الْعلُوِّ فِيهِ مَوْجُودَةٌ مَا لَم يكُن مَوضُوعًا؛ فَهُوَ كَالعَدَمِ۔

تو پہلی صورت، جو نبی ﷺ تک پہنچے گی وہ علوِّ مطلق ہے۔ اگر اتفاق سے اس کی سند صحیح ہوتو یہ بلند ترین مقام کی حامل ہوگی، اگر (صحیح) نہ بھی ہوتو اس میں علو (بلندیٔ درجہ) کی صفت موجود رہے گی۔ بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو، کیونکہ وہ (موضوع) تو کالعدم (نہ ہونے کے برابر) ہے۔

✧ ...علونسبی:

وَ الثَّانِي: العُلُوُّ النِّسبِيُّ وَهُوَ مَا يَقِلُّ العَدَدُ فِيه إِلىٰ ذٰلِكَ الإمَامِ وَلَو كَانَ الْعَدَدُ مِن ذٰلِكَ الإِمَامِ إِلىٰ مُنْتَهَاهُ كَثِيرًا۔

اور دوسری صورت ،جس میں اس (مذکورہ بلند مرتبہ) امام تک (راویوں کی) تعداد قلیل ہو، وہ علوِّ نسبی ہے۔ چاہے اس امام کے بعد اس (سند) کے آخر تک راویوں کی تعداد کثیر ہو۔

عالی سند کی اہمیت:

وَقَـدْ عَـظُـمَت رَغبَةُ المُتأَخِّرِينَ فِيهِ حَتَّى غَلَبَ ذٰلِكَ عَلَى كَثِيرٍ مِنهُم بِحَيثُ أَهمَلوا الإشْتِغالَ بِمَا هُوَ أَهَمُّ مِنهُ۔ وَإِنَّمَا كانَ العَلُوُّ مَرغُوبًا فِيهِ لِـكَـونِـهِ أَقـرَبَ إِلَـى الـصِّحَةِ وَقِلَّةِ الْخَطَأَ؛ لأَنَّهُ مَا مِن رَاوٍ مِن رِجَالِ الإِسْـنَـادِ إِلاَّ وَالـخَطَأُ جَائِزٌ عَلَيهِ فكَلَّمَا كَثُرَتِ الوَسَائِطُ وَطَالَ السَّنَدُ كَثُرَت مَظَانُّ التَجوِيزِ وَكلَّمَا قَلَّتْ قَلَّتْ۔

اور متاخرین (ائمہ) کی اس (عالی سند) میں رغبت بہت زیادہ ہوگئی ہے حتی کہ اکثر پر تو یہ اس قدر غالب آگئی ہے کہ انہوں نے اس سے زیادہ اہم امور کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ اور یہ علو (سند کا عالی/بلند درجہ ہونا)؛ صحت کے بہت قریب ہونے اور اس میں غلطی کا بہت کم شائبہ ہونے کی وجہ سے یہ بہت زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ سند کے راویوں

میں غلطی (خطا) کا امکان تو ہوتا ہی ہے۔ جس قدر بھی راوی زیادہ ہوں گے اور سند طویل ہوگی خطا (غلطی) کے احتمالات زیادہ ہوں گے اور جس قدر (راوی) کم ہوں گے یہ احتمالات بھی کم ہوں گے۔

نازل سند اور عالی سند:

فَإِن كَانَ فِي النُّزُولِ مَزِيَّةٌ لَيسَتْ فِي العُلُوِّ: كَأَن تكُونَ رِجَالُهُ أَوثَقَ مِنهُ أَو أَحْفَظَ أَو أَفقَهَ أَوِ الإتِّصَالُ فِيهِ أظهَرُ فَلا تَرَدُّدَ أَنَّ النُّزُولَ حِ(حِينَئِذٍ) أَولىٰ۔ وَأَمَّا مَنْ رَجَّحَ النُّزُولَ مُطْلَقًا وَاحْتَجَّ بِأَنَّ كَثرةَ البَحثِ تَقتَضِي المَشَقَّةَ؛ فَيَعظُمُ الأَجرُ فَذٰلِكَ تَرجِيحٌ بِأَمرٍ أَجْنَبِيٍّ عَمَّا يَتَعَلَّقُ بِالتَّصْحِيح وَالتَّضْعِيفِ۔

اگر نزول (نازل سند) میں ایسی خصوصیت ہو جو علو (عالی سند) میں نہیں، مثلاً اس (نزول) کے رجال علو کے مقابلے میں اوثق (زیادہ ثقہ) یا احفظ (زیادہ اچھے حافظے والے) یا افقہ (زیادہ بڑے فقیہ) ہوں یا اس (نازل سند) میں اتصال بہت واضح ہو تو اس صورت میں نزول کے اولیٰ ہونے میں کوئی تردد نہیں۔ اور جس شخص نے مطلقاً نزول کو راجح کہا اور دلیل یہ دی کہ بحث کی کثرت سے مشقت کا باعث بنتی ہے۔ تو اس (مشقت) سے اجر بھی بڑھتا ہے۔ تو یہ ایسے امر کے ذریعے ترجیح دینا ہے جس کا تصحیح و تضعیف سے کوئی تعلق نہیں۔

علو نسبی کی اقسام:

✧...موافقت:

وَفِيهِ أَي: العُلُوِّ النِسبِيِّ: الْمَوافَقَةُ وَهِيَ: الوُصُولُ إِلَى شَيخِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ مِن غَيرِ طَرِيقِهِ أَي: الطَّرِيقِ الَّتِي تَصِلُ إِلَى ذٰلِكَ الْمُصَنِّفِ الْمُعَيَّنِ۔ مِثَالُهُ: رَوَى البُخَارِيُّ عَن قُتَيبَةَ عَن مَالِكٍ حَدِيْثًا فَلَو رَوَينَاهُ مِن طَرِيقِهِ كَانَ بَينَنَا وَبَين قُتَيبَةَ ثَمَانِيَةٌ وَلَو رَوَينَا ذٰلِكَ الْحَدِيثَ بِعَينِهِ

مِن طَرِیقِ أَبِی الْعَبَّاسِ السَرَّاج عَن قُتَیبَةَ مَثَلاً لَکَانَ بَینَنا وَبَینَ قُتَیبةَ فِیهِ سَبعَةٌ؛ فَقَد حَصَلَت لَنَا الْمَوَافقَةُ مَعَ البُخَارِیِّ فِی شَیخِهِ بِعَینِهِ مَع عُلُوِّ الإسنَادِ إِلَیهِ۔

اور اس میں (یعنی علو نسبی میں) موافقت بھی ہوتی ہے۔اور اس (موافقت) سے مراد مصنفین میں سے کسی کے شیخ (استاذ) تک اس کے طریق (سند) کے بغیر ہی سند پہنچا دینا ہے۔یعنی ایسے طریق (سند) کے بغیر کہ جو اس مخصوص مصنف تک پہنچتا تھا۔مثلاً امام بخاری نے قتیبہ سے، انہوں نے امام مالک سے ایک حدیث روایت کی تو اگر ہم اس سند سے روایت کریں گے تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان آٹھ (راوی) ہوں گے اور اگر ہم بعینہٖ اس حدیث کو ابوعباس سراج عن قتیبہ کی سند سے روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان سات رجال ہوں گے۔تو ہمیں امام بخاری کے ساتھ بعینہٖ ان کے شیخ (جس سے امام بخاری نے وہ روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے) میں موافقت حاصل ہوگئی۔ہماری سند ان (امام بخاری) کی جانب عالی بھی ہوگی۔

✧...بدل:

وَفِیهِ أَی: العُلوِّ النِسبیِّ: البَدَلُ: وَهُوَ الوُصُولُ إِلیٰ شَیخِ شَیْخِهِ کَذٰلِكَ کَأَن یَقَعَ لَنَا ذٰلِكَ الإسنَادُ بِعَینِهِ مِن طَرِیقٍ أُخرٰی إِلَی القَعنَبِی عَن مَالِكٍ؛ فَیَکُونُ الْقَعنَبِیُّ بَدَلًا فِیهِ مِن قُتَیبَةَ۔ وَأَکثرُ مَا یَعتَبِرُونَ الْمَوَافقَةَ وَالبَدَلَ إِذَا قَارَنَا العُلُوَّ وَإِلَّا فَاسْمُ المَوَافقَةِ وَالبَدَلِ وَاقِعٌ بِدُونِهِ۔

اور اس میں، یعنی علو نسبی میں، بدل بھی ہے۔اور وہ ہے: مصنف کے شیخ کی طرف اس طرح پہنچنا ہے کہ بعینہٖ وہ (ابوسراج) کی اسناد دوسرے طریق سے قعنبی عن مالک تک حاصل ہو تو اس صورت میں قعنبی، قتیبہ کے بدل ہوں گے اور اکثر محدثین رحمۃ اللہ علیہم موافقت اور بدل کو اس صورت میں معتبر سمجھتے ہیں جب وہ علوّ (عالی سند) کے ساتھ مل جائیں، ورنہ موافقت اور بدل کا لفظ اس کے علاوہ پر واقع ہوگا۔

✧...مساوات:

وَفِيهِ أَي: فِي الْعُلُوِّ النِسبيِّ: المَسَاوَاةُ: وَهِيَ استِوَاءُ عَدَدِ الإِسنَادِ مِن الرَّاوِي إِلىٰ آخِرِهِ أَي: إِسنَادِ الْعُلُوِّ النِّسبِيِّ مَعَ إِسنَادِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ۔ كَأَن يَروِيَ النَّسَائِيُّ مَثلاً حَدِيثًا يَقَعُ بَينَهُ وبَينَ النَّبِيِّ ﷺ فِيهِ أَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا فَيَقَعُ لَنَا ذٰلِكَ الْحَدِيثُ بِعَينِهِ بِإِسنَادٍ آخَرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَقَعُ بَينَنَا وَبَينَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا؛ فَنُسَاوِي النَّسَائِيَّ مِن حَيثُ الْعَدَدُ مَعَ قَطع النَّظرِ عَن مَلاحَظَةِ ذٰلِكَ الإِسنَادِ الخَاصِّ۔

اوراس میں یعنی علونسبی میں مساوات ہے۔ اور وہ ہے: راوی سے لے کر آخر سند تک اسناد کی تعداد برابر ہو۔ یعنی علونسبی کی اسناد کسی مصنف کی اسناد کے ساتھ برابر ہوں۔ مثلاً: امام نسائی ایک حدیث روایت کرے ہیں تو ان کے اور نبی ﷺ کے درمیان کل گیارہ لوگ (راوی) ہیں لیکن ہمیں بعینہ وہی حدیث نبی ﷺ تک دوسری سند سے بھی مل گئی۔ اس طرح کہ ہمارے اور نبی ﷺ کے درمیان بھی گیارہ راوی ہیں تو کسی خاص سند سے قطع نظر، ہم عدد کے لحاظ سے امام نسائی کے مساوی ہو گئے۔

✧...مصافحہ:

وَفِيهِ أَي: الْعُلُوِّ النِّسبِيِّ أَيْضًا: الْمُصَافَحَةُ: وَهِيَ: الإِسْتِوَاءُ مَعَ تَلمِيذِ ذٰلِكَ الْمُصَنِّفِ عَلَى الْوَجْهِ المَشْرُوحِ أَوَّلاً وَسُمِّيَت مُصَافَحَةً لأَنَّ الْعَادَةَ جَرَت فِي الْغَالِبِ بِالْمُصَافَحَةِ بَينَ مَن تَلاقَيَا وَنَحنُ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ كأَنَّا لَقِينَا النَّسَائِيَّ؛ فَكَأَنَّا صَافَحنَاهُ۔

اور اسی میں یعنی علونسبی میں مصافحہ بھی ہے۔ اور وہ اس مصنف کے شاگرد کے ساتھ مذکورہ صورت (عالی سند ہونے) میں برابر ہونا ہے۔ ❶ اور اس کو مصافحہ اس لیے کہا

❶ یعنی ایک حدیث ایسی سند سے روایت کی گئی ہے جو دوسری سند کی نسبت عالی تھی۔ اور وہ سند راویوں کی تعداد کے اعتبار سے کسی مصنف کے شاگرد کی سند کے مساوی یعنی برابر ہو، تو اسے مصافحہ کہا جاتا ہے۔

جاتا ہے کہ چونکہ دو ملنے والے افراد میں یہی انداز پایا جاتا ہے۔ گویا ہماری ملاقات نسائی سے ہوگئی۔ (یعنی ہم بھی امام نسائی کے شاگرد کی جگہ پر آگئے) تو اگویا کہ ہم نے ان (امام نسائی) سے مصافحہ کیا۔

نازل سند اور اس کی اقسام:

وَيُقَابِلُ العُلُوَّ بِأَقسَامِهِ المَذكُورَةِ النُّزُولُ؛ فَيكُونُ كُلُّ قِسمٍ مِن أَقْسَامِ العُلُوِّ يُقَابِلُهُ قِسمٌ مِن أَقسَامِ النُّزولِ خِلافًا لِمَن زَعَمَ أَنَّ الْعُلُوَّ قَد يَقَع غَيرَ تَابعٍ لِلنُّزُولِ۔

مذکورہ صورتوں میں علوّ (عالی سند) کے مقابل، نزول (نازل سند) آتی ہے۔ تو علو کی تمام اقسام کے مقابل اتنی ہی نازل کی اقسام بھی ہوں گی۔ اس کے برخلاف کہ جس کا یہ خیال ہے کہ بعض اوقات علوّ (عالی سند) نزول (نازل سند) کے تابع نہیں آتی۔

رواية الاقران:

فَإن تَشَارَكَ الرَّاوِي ومَن رَوَى عَنهُ فِي أَمرٍ مِنَ الأُمورِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالرِّوَايَةِ: مِثلَ السِّنِّ وَاللُّقِيِّ وَالأَخذِ عَنِ المَشَائِخِ فَهُوَ النَّوعُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ: رِوَايَةُ الأَقرَانِ؛ لأَنَّهُ حِينَئِذٍ يكُونُ رَاوِيًا عَن قَرِينِهِ۔

اگر راوی اور مروی عنہ (یعنی جس سے راوی نے روایت لی ہے) روایت کے متعلقہ امور میں سے کسی ایک امر میں شریک (ایک جیسی حالت میں) ہوں، مثلاً: عمر، ملاقات اور مشائخ (محدثین اساتذہ) سے روایت اخذ کرنے میں برابر ہوں۔ تو اس قسم کی روایت کو ''روایت الاقران'' کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اس وقت اپنے قرین (مشارک/ساتھی) سے روایت کرنے والا ہوا۔

مدبَّج

وَإن رَوَى كُلٌّ مِنهُمَاأَي: القَرِينَينِ عَنِ الآخَرِ فَهُوَ المُدَبَّج۔ وَهُوَ أَخَصُّ مِنَ الأَوَّلِ؛ فَكُلُّ مُدَبَّجٍ أَقرَانٌ وَلَيسَ كُلُّ أَقرَانٍ مُدَبَّجًا۔ وَقَد صَنَّفَ

الدَّارقُطنِيُّ فِي ذٰلِكَ وَصَنَّفَ أَبو الشَّيخِ الأَصْبَهَانِيُّ فِي الَّذِي قَبلَهُ۔

اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے روایت کرے۔ یعنی ان دونوں قرین (ساتھی) ایک دوسرے سے روایت کریں تو یہ ''مدبج'' ہے۔اور یہ اول قسم (روایت الاقران) سے خاص ہے کہ ہر مدبج اقران ہے اور ہر اقران، مدبج نہیں ہے۔ اس (مدبج) کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ اور ابو الشیخ اصبہانی رحمہ اللہ نے اس سے پہلی قسم (روایت الاقران) کے بارے میں کتاب تصنیف کی ہے۔

وَإِذَا رَوَى الشَّيخُ عَن تِلمِيذِهِ صَدَقَ أَنَّ كُلاًّ مِنهُمَا يَروِي عَنِ الآخَرِ؛ فَهَل يُسَمَّى مُدَبَّجًا؟ فِيهِ بَحْثٌ۔ وَالظَّاهِرُ: لَا؛ لأَنَّهُ مِن رِوَايَةِ الأَكَابِرِ عَنِ الأَصَاغِرِ وَالتَّدبِيجُ مَأْخُوذٌ مِن دِيبَاجَتَي الوَجهِ؛ فَيَقتَضِي أَن يَكُونَ ذٰلِكَ مُستَوِيًا مِنَ الْجَانِبَينِ؛ فَلَا يَجِيءُ فِيهِ هٰذَا۔

اور جب شیخ اپنے شاگرد سے روایت کرے تو یہ بات صادق آ گئی کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے روایت کی۔ تو کیا اسے بھی مدبج کہا جائے گا؟ اس میں بحث (اختلاف) ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ نہیں (کہا جائے گا)، کیونکہ یہ روایت الاکابر عن الاصاغر (بڑے محدثین کی چھوٹے محدثین سے روایت) کے زمرے میں آتی ہے اور تدبیج ماخوذ ہے ''دیباجتی الوجہ'' ❶ سے، تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ ہر دونوں اطراف سے برابر ہو۔ لہٰذا یہ صورت اس قسم میں داخل نہیں ہوگی۔ ❷

---

❶ اس کا مطلب ہے: ''چہرے کے دونوں رخسار''۔ تو اس سے یہی مفہوم لیا گیا ہے کہ جس طرح چہرے کے دونوں رخسار ایک سیدھ اور برابری میں ہوتے ہیں اسی طرح اس روایت (مدبج) میں بھی راویوں کی حیثیت ایک جیسی ہوتی ہے۔

❷ مراد یہ ہے کہ جب شیخ اپنے شاگرد سے روایت کرے تو اس روایت کو مدبج کہا جائے گا یا نہیں؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسے مدبج نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ یہاں تو بڑا محدث اپنے سے چھوٹے محدث سے روایت کر رہا ہے جبکہ مدبج میں تو دونوں راویوں کی حیثیت ایک جیسی ہوتی ہے۔

روایۃ الاکابر عن الاصاغر:

وَإِنْ رَوَى الرَّاوِي عَمَّن هُوَ دُونَهُ فِي السِّنِّ أَوْ فِي اللُّقِيِّ أَوْ فِي الْمِقدَارِ فَهٰذَا النَّوعُ هُوَ رِوَايَةُ الأَكَابِرِ عَنِ الأَصَاغِرِ۔

اور اگر راوی اس سے روایت کرے جو اس (روی) سے عمر، (مشائخ سے) ملاقات یا ضبط وغیرہ میں کم ہو تو یہ قسم ''روایت الاکابر عن الاصاغر'' (بڑوں کا چھوٹوں سے روایت کرنا) کہلاتی ہے۔

وَمِنهُ أَي: مِن جُملَةِ هٰذَا النَّوعِ ......وَهُوَ أَخَصُّ مِن مُطلَقِهِ...... رِوَايَةُ الآبَاءِ عَنِ الأَبْنَاءِ وَالصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِينَ وَالشَّيخِ عَن تلمِيذِهِ وَنَحوِ ذٰلِكَ۔ وَفِي عَكْسِهِ كَثرَةٌ؛ لأَنَّهُ هُوَ الجَادَّةُ الْمَسْلُوكَةُ الْغَالِبَةُ۔

اور اسی میں سے، یعنی اسی قسم کی تمام صورتوں میں ایک صورت ایسی ہے جو اپنے مطلق کی نسبت خاص ہیں۔ وہ ہے ''روایة الآباء عن الابناء'' (باپ کا بیٹے سے روایت کرنا)، اور ''روایة الصحابة عن التابعين'' (صحابہ کا تابعین سے روایت کرنا) اور ''روایة الشيخ عن تلميذه'' (استاذ کا اپنے شاگرد سے روایت کرنا) وغیرہ۔ اوراس کے برعکس تو بہت سی (روایات) ہیں۔ ❶ کیونکہ یہی بہترین مروجہ طریقہ ہے۔

وَفَائِدَةُ مَعْرِفَةِ ذٰلِكَ: التَّميِيزُ بَينَ مَرَاتِبِهِم وَتَنزِيلُ النَّاسِ مَنَازِلَهُم۔ وَقَد صَنَّفَ الخَطِيبُ فِي رِوَايَةِ الآبَاءِ عَنِ الأَبْنَاءِ تَصنِيفًا وَأَفرَدَ جُزءً لَطِيفًا فِي رِوَايَةِ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِينَ۔

---

❶ مراد یہ ہے کہ روایت الاکابر عن الاصاغر کی مختلف صورتیں ہیں، جن میں: باپ کا بیٹے سے روایت کرنا، صحابی کا تابعی سے روایت کرنا اور استاد کا شاگرد سے روایت کرنا وغیرہ بھی ہے۔ لیکن یہ صورتیں مخصوص اور معدود ہیں بہت کم اور خاص مواقع و روایات میں نظر آتی ہیں البتہ اس کے برعکس یعنی: چھوٹوں کا بڑوں سے روایت کرنا، بیٹے کا باپ سے روایت کرنا اور تابعی کا صحابی سے روایت کرنا وغیرہ تو بہت زیادہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اور اس کی پہچان کا فائدہ ان راویوں کے مراتب کے درمیان تمیز کرنا ہے اور لوگوں کو اس کے مقام پر رکھنا ہے۔ اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ ''روایۃ الآباء عن الابناء'' پر مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور اس کے ایک جزء کو ''روایۃ الصحابۃ عن التابعین'' کے بیان کے لیے مخصوص کیا ہے۔

وَ مِنْهُ مَن رَوَى عَنْ أَبِيهِ عَن جَدِّهِ، وَجَمَع الحَافِظُ صَلاحُ الدِّينِ العَلائِيُّ مِنَ المُتأَخِّرِينَ مُجَلَّدًا كَبِيرًا فِي مَعْرِفَةِ مَن رَوَى عَن أَبِيهِ عَن جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَقَسَّمَهُ أَقْسَامًا:

فَمِنْهُ مَا يَعُودُ الضَّمِيرُ فِي قَولِهِ "عَنْ جَدِّهِ" عَلَى الرَّاوِي۔ وَمِنهُ مَا يَعُودُ الضَّميرُ فِيهِ عَلَى أَبِيهِ۔ وَبَيَّنَ ذٰلِكَ وَحَقَّقَهُ وَخَرَّجَ فِي كُلِّ تَرْجمَةٍ حَدِيْثًا مِن مَرْوِيِّهِ وَقَد لَخَّصْتُ كِتَابَهُ الْمَذْكُورَ وَزِدتُ عَلَيهِ تَرَاجِمَ كَثِيرَةً جِدًّا۔ وَأَكثَرُ مَا وَقَعَ فِيهِ مَا تَسَلْسَلَت فِيهِ الرِّوَايَةُ عَنِ الآبَاءِ بِأَربَعَةَ عَشَرَ أَبًا۔

اور اسی قسم میں اس راوی کی روایت بھی داخل ہے جو ''عن ابیہ عن جدہ'' کے طریق (سند) سے روایت کرتا ہے۔ اور متاخرین (علماء) میں سے حافظ صلاح الدین علائی رحمہ اللہ نے ایک ضخیم کتاب ''عن ابیہ عن جدہ عن النبی'' کی سند سے روایت کرنے والے کی پہچان کے بارے میں تصنیف کی ہے۔ اور اسے حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ''عن جدہ'' کہنے میں (''ہ'' کی) ضمیر راوی کی طرف ہی لوٹتی ہے۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ وہ ضمیر اس کے باپ کی طرف لوٹتی ہے۔ انہوں (علائی رحمہ اللہ) نے اسے ذکر بھی کیا ہے اور اس کی تحقیق بھی کی ہے۔ اور ہر ترجمہ (تعارف) کے نیچے اپنی مرویات میں سے ایک حدیث بھی ذکر کی ہے اور میں نے اس کی مذکورہ کتاب کی تلخیص کی ہے اور اس میں کئی تراجم کا اضافہ بھی کیا ہے اور سب سے زیادہ مقدار جس میں مسلسل آباء سے روایت کا سلسلہ چودہ آباء تک پایا جاتا ہے۔

السابق واللاحق:

وَإن اشتَـرَكَ اثـنَـانِ عَـن شَيخٍ وَتَقَدَّمَ مَوتُ أَحَدِهِمَا عَلَى الآخَرِ؛ فَهُوَ السَّابِقُ وَاللاَّحِقُ۔

اگر کسی ایک شخص سے روایت کرنے میں دو راوی شریک ہوں اور ان میں سے ایک کی وفات دوسرے سے پہلے ہوجائے تو یہ سابق اور لاحق ہے۔

وَأَكثَـرُ مَـا وَقَـفـنَـا عَـلَيهِ مِن ذٰلِكَ مَا بَينَ الرَّاوِيَينِ فِيهِ فِي الْوَفَاةِ مِائَةٌ وَخَمْسُونَ سَنَةً وَذٰلِكَ أَنَّ الْحَافِظَ السِّلَفِيَّ سَمِعَ مِنهُ أَبو عَلِيٍّ البَرَدَانِيُّ أَحَـدُ مَشَائِخِهِ حَدِيْثًا وَرَوَاهُ عَنهُ وَمَاتَ عَلَى رَأسِ خَمْسِ مِائَة ثُمَّ كَانَ آخِـرَ أَصَـحـابِ السِّـلَفِيِّ بِالسِّمَاعِ سِبطُهُ أَبو القَاسِمِ عَبدُالرَّحمٰنِ بنُ مَـكِّـيٍّ وَكَـانَـت وَفَـاتُـهُ سَـنَةَ خَمْسِينَ وَسِتُّمِائَةٍ۔ وَمِن قَدِيمِ ذٰلِكَ أَنَّ البُـخَـارِيَّ حَـدَّثَ عَن تِلمِيذِهِ أَبِي العَبَّاسِ السَّرَّاج أَشْيَاءَ فِي التَّارِيخِ وَغَيـرِهِ وَمَـاتَ سَـنَةَ سِـتٍّ وَخَـمْسِيـنَ وَمِائَتَيْنِ وَآخِرُ مَن حَدَّثَ عَنِ السَّـرَّاجِ بِـالسِّـمَـاعِ أَبُو الحُسَينِ الخَفَّافُ وَمَاتَ سَنَةَ ثَلاثٍ وَتسعِينَ وَثَـلاثِ مِائَةٍ۔ وَغَالِبُ مَا يَقَعُ مِن ذٰلِكَ أَنَّ الْمَسْمُوعَ مِنهُ قَدْ يَتَأَخَّر بَعدَ مَـوْتِ أَحَـدِ الـرَاوِيَيـنِ عَنهُ زَمَانًا؛ حَتَّى يَسمَعَ مِنهُ بَعضُ الأَحَداثِ وَ يَـعِيشُ بَعْدَ السِّمَاعِ دَهْرًا طَوِيْلاً؛ فَيَحْصُلُ مِن مَجْمُوعِ ذٰلِكَ نَحوُ هٰذِهِ الْمُدَّةِ۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

دو راویوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ جس مدت سے، وفات کے بارے میں ہم واقف ہوئے ہیں وہ ایک سو پچاس سال ہے۔ وہ اس طرح کہ حافظ سِلفی (اپنے دادا سِلَف کی نسبت سے سِلَفی معروف) سے ابوعلی بردانی نے سنا (یعنی روایت بیان کی)، جو کہ ان کے مشائخ (اساتذہ) میں سے ہیں۔ اور ان کی (یعنی بردانی کی) وفات پانچویں صدی کے شروع میں ہوئی۔ پھر سلفی کے آخری شاگرد روایت کرنے والے ان

کے پوتے ابو القاسم عبدالرحمٰن ابن مکی ہیں جن کی وفات چھ سو پچاس ہجری میں ہوئی۔ اوراس سے قدیم مثال یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے شاگرد ابوالعباس سراج سے تاریخ وغیرہ میں کچھ روایات بیان کی ہیں۔ اور ان کی وفات ۲۵۶ ہجری میں ہوئی اور سراج سے سماع کر کے روایت کرنے والے آخری (راوی رشاگرد) ابوالحسین خفاف ہیں جن کی وفات ۳۹۳ ہجری میں ہوئی۔ اوراکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ سنی ہوئی روایت دو راویوں میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد ایک زمانے تک متاخر ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس سے نوعمر راوی روایت کرتے ہیں اور سماع کے بعد ایک لمبے عرصہ تک زندہ رہتے ہیں، تو ان دونوں کے جمع کرنے سے یہ مدت حاصل ہو جاتی ہے۔ [واللہ الموفق]

ہم نام راویوں کی روایت:

وَإن رَوَى الـرَّاوِى عَـنِ اثْـنَيـنِ مُتَّفِقَى الإسْمِ أَو مَعَ اسْمِ الأَبِ أَو مَعَ اسْـمِ الْـجَـدِّ أَو مَـعَ النِّسبَةِ وَلَم يَتَمَيَّزَا بِمَا يَخُصُّ كَلاً مِنْهُمَا فَإن كَانَا ثِـقَتَيْـنِ لَم يَضُرَّ۔ وَمِن ذٰلِكَ مَا وَقَعَ فِى البُخَارِىِّ فِى رِوَايَتِهِ عَن أَحمَدَ غَيرَ مَنْسُوبٍ عَـن ابنِ وَهبٍ؛ فَإِنَّهُ إِمَّا أَحْمَدُ بنُ صَالِحٍ أَو أَحْمَدُ بنُ عِيسىٰ۔ أَو عَـن مُحَمَّدٍ غَيرَ مَنْسُوبٍ عَن أَهلِ العَرَاقِ؛ فَإِنَّهُ إِمَّا مُحَمَّدُ بنُ سَلاَمٍ أَو مُحَمَّدُ بنُ يَحيىٰ الذُّهلِى۔ وَقَدِ اسْتَوعَبْتُ ذٰلِكَ فِى مُقَدِّمَةِ شَـرحِ البُـخَـارِىِّ۔ وَمَـنْ أَرَادَ لِـذٰلِكَ ضَـابِطًا كُلِّيًا يَمْتَازُ أَحَدُهُمَا عَنِ الآخَـرِ فَبِـإخْتِـصَاصِهِ (أَى الشَّيخِ الْمَروِىِّ عَنْهُ) أَيِ الرَّاوِى بِأَحَدِهِمَا يَتَبَيَّـنُ المُهمَلُ وَمَتى لَم يَتَبَيَّن ذٰلِكَ أَو كَانَ مُختَصًّا بِهِمَا مَعًا فَإشكَالُهُ شَدِيْدٌ؛ فَيُرجَعُ فِيهِ إِلَى الْقَرَائِنِ وَالظَّنِّ الْغَالِبِ۔

اگر کوئی راوی دو ایسے اساتذہ سے روایت کرے جن کے نام ایک جیسے ہوں یا ان کے والد کے نام ایک جیسے ہوں یا ان کے دادا کے نام ایک جیسے ہوں یا ان کی نسبتیں ایک جیسی ہوں اور یہ تمیز نہ ہو سکے کہ یہ ان میں سے کس کے ساتھ خاص ہے یعنی وہ کس کی

روایت ہے اور اگر وہ دونوں ثقہ ہوں تو کوئی نقصان والی بات (حرج) نہیں، اس کی مثال امام بخاری رحمہ اللہ کی وہ روایت ہے جو ''عن احمد عن ابن وہب'' کی سند سے مروی ہے اور یہ احمد کسی کی طرف منسوب نہیں۔ یہاں یا تو احمد بن صالح ہے یا احمد بن عیسیٰ۔ یا اس کی مثال غیر منسوب محمد عن اہل العراق، کی سند ہے۔ کیونکہ یا وہ محمد بن سلام ہے یا محمد بن یحییٰ ذہلی ہے۔ اور میں نے شرح بخاری کے مقدمہ میں مکمل طور پر بیان کیا ہے جو شخص اس میں کسی ایسے کلی ضابطے کا طالب ہو جو ضابطہ ایک کو دوسرے سے ممتاز کر دے تو اسے چاہیے کہ وہ اس (شیخ، جس سے روایت کی ہے اس) کے اختصاص پر غور کرے ان میں سے کسی ایک سے مہمل واضح ہو جائے گا۔ اور اگر واضح نہ ہو یا یہ کہ راوی کا دونوں کے ساتھ خصوصی تعلق ہو تو اس میں شدید اشکال ہے۔ پھر ایسی حالت میں قرائن اور ظن غالب کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

راوی کا اپنی بیان کردہ روایت سے انکار کرنا:

وَإِن رَوَى عَـن شَيخٍ حَدِيْثًا فَجَحَدَ الشَّيخُ مَروِيَّهُ: فَإِنْ كَانَ جَزْمًا: كَأَن يَـقُـولَ: كَذِبٌ عَلَيَّ أَو: مَا رَوَيْتُ هٰذَا، وَنَحوَ ذٰلِكَ فَإِن وَقَعَ مِنْه ذٰلِكَ رُدَّ ذٰلِكَ الْـخَبـرُ لِـكَذِبِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لا بِعَينِهِ۔ وَلا يَكُونُ ذٰلِكَ قَادِحًا فِـي وَاحِـدٍ مِـنْهُـمَا؛ لِلتَّعَارُضِ۔ أَو كَانَ جَحدُه احتِمالاً كَأَن يَقُولَ: مَا أَذْكُرُ هٰذَا أَو لا أَعْرِفُهُ قُبِلَ ذٰلِكَ الْحَدِيثُ فِي الأَصَحِّ؛ لأَنَّ ذٰلِكَ يُحمَلُ عَـلَى نِسيَانِ الشَّيخِ۔ وَقِيلَ: لا يُقبَلُ؛ لأَنَّ الْفَرعَ تَبعٌ لِلأَصلِ فِي إِثبَاتِ الحَدِيثِ بِحَيثُ إِذَا أَثبَتَ الأَصلُ الحَدِيثَ ثَبَتَتْ رِوَايَةُ الْفَرعِ وَكَذٰلِكَ يَنبَغِي أَن يَكُونَ فَرعًا عَلَيهِ وَتَبَعًا لَهُ فِي التَّحقِيقِ فِي النَّفيِ۔

اگر کسی (شاگرد) نے استاذ سے حدیث روایت کی لیکن استاذ اس کی روایت کا انکار کرے تو اگر یہ انکار یقینی طور پر ہو، مثلاً وہ کہے کہ اس نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے یا یہ کہہ دے کہ میں نے اسے یہ روایت بیان نہیں کی، یا اس طرح کی کوئی (ٹھوس) بات

کرے۔تو اس خبر کو ردّ کر دیا جائے گا۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کے جھوٹ کی وجہ سے اور یہ (ردّ کر دینا) ان دونوں (استاذ اور شاگرد) میں سے کسی کے لیے قدح (جرح) کا باعث نہیں ہوگا۔کیونکہ یہ تعارض کی صورت ہے۔ یا اس (استاذ) کا انکار احتمالاً ہوگا، مثلاً وہ یہ کہے کہ مجھے یاد نہیں یا اسے میں نہیں پہنچانتا، تو صحیح ترین مؤقف کے مطابق یہ روایت قبول کی جائے گی۔ کیونکہ اسے شیخ کے نسیان (بھول جانے) پر قیاس کیا جائے گا۔ اور ایک قول کے مطابق یہ روایت قبول نہیں کیا جائے گی کیونکہ اثبات حدیث میں فرع اصل کے تابع ہے، یعنی جب اصل حدیث کو ثابت رکھے تو فرع کی روایت بھی ثابت ہوگی۔ پس مناسب یہ ہے کہ تحقیق میں اس پر فرع اور تابع بھی اسی طرح ہو۔

وَهٰـذَا مُتَـعَقَّبٌ فَإِنَّ عَدَالَةَ الفَرعِ يَقتَضِى صِدقَهُ وَعَدمُ عِلمِ الأَصلِ لا يُـنَافِيهِ فَالمُثبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي۔ وَأَمَّا قِيَاسُ ذٰلِكَ بِالشَّهَادَةِ فَفَاسِدٌ؛ لأَنَّ شَهَادَةَ الْـفَـرعِ لا تُسـمَع مَعَ القُدرَةِ عَلَى شَهادةِ الأَصلِ بِخَلَافِ الرِّوَايَةِ؛ فَافْتَرَقَا۔

اور اس کا تعاقب کیا گیا ہے کہ یقیناً فرع کی عدالت اس کے صدق (سچا ہونے) کا تقاضا کرتی ہے اور اصل کا عدم علم اس کے منافی نہیں ہے۔تو مثبت نافی (نفی کرنے والے) پر مقدم ہوتا ہے۔ البتہ اسے شہادت پر قیاس کرنا فاسد ہے کیونکہ روایت کے برخلاف، اصل کی گواہی کے مقابل فرع کی گواہی قدرت کے باوجود نہیں سنی جاتی۔ لہٰذا وہ دونوں (روایت وشہادت) جدا ہوگئیں۔ ❶

وَفِيـه أَي: فِـى هٰذَا النَّوعِ صَنَّفَ الدَّارقُطنِى كِتَابَ "مَن حَدَّث ونَسِىَ" وَفِيـهِ مَـا يَدُلُّ عَلَى تَقوِيَةِ المَذهَبِ الصَّحِيحِ؛ لِكَونِ كَثِيرٍ مِنهُمْ حَدَّثُوا

❶ مراد یہ ہے کہ اصل کے مقابل فرع کی گواہی تو قبول نہیں کی جاتی البتہ اس کی روایت قبول کر لی جاتی ہے۔اس لیے اس روایت پر شہادت سے قیاس کرنا باطل ہے۔

بِـأَحَادِيثَ فَلَمَّا عُرِضَت عَلَيهِم لَم يَتَذَكَّرُوهَالكِنَّهُم؛لاعتِمَادِهِم عَلَى الرُّواةِ عَـنهُـم صَـارُوايَـروُونَهَـاعَـنِ الَّذِينَ رَوَوهَاعَنهُم عَن أَنفُسِهِم كَـحَـدِيـثِ سُهَيـلِ بنِ أَبِي صَالِحٍ عَن أَبِيهِ عَن أَبِي هُرَيرَةَ مَرْفُوعًا فِي قِـصَّةِ الشَّاهِدِ وَاليَمِينِ قَالَ عَبْدُ العَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ الدَّراوَردِيُّ: حَدَّثَنِي بِـهِ رَبِيـعَةُ بْـنُ أَبِي عَبدِ الرَّحْمٰنِ عَن سُهَيلٍ فَلَقِيتُ سُهَيلاً فَسَأَلتُهُ عَنهُ فَـلَم يَعرِفهُ فَقُلتُ: إِنَّ رَبِيعَةَ حَدَّثَنِي عَنكَ بِكَذَا فَكَانَ سُهَيلٌ بَعدَ ذٰلِكَ يَقُولُ: حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ عَنِّي أَنِّي حَدَّثتُهُ عَن أَبِي بِهِ۔ وَنَظائِرُهُ كَثِيرَةٌ۔

اوراس میں یعنی اس قسم میں امام دارقطنی رحمہ اللہ نے "مـن حـدّث و نسی" (کے نام سے) کتاب تصنیف کی ہے۔ اور اس میں وہ بات بھی ہے جو صحیح موقف کی تقویت پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ ان میں سے اکثر نے احادیث بیان کی تھیں، پھر جب ان کے سامنے (وہ احادیث) پیش کی گئیں تو انہیں یاد نہیں آیا۔لیکن اپنے راویوں (شاگردوں) پر اعتماد کی وجہ سے وہ (محدثین) خود ان (شاگردوں) کے حوالے سے اپنی بیان کردہ روایات بیان کرنے لگے۔ جنہوں (شاگردوں) نے قبل ازیں وہی روایات ان (اساتذہ) کے حوالے سے بیان کی تھیں۔ جیسے سہیل بن صالح کی گواہ اور قسم کے متعلق حدیث ہے، جو انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کی ہے۔عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے کہا کہ یہ حدیث مجھے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے سہیل (کے واسطے) سے بیان کی۔ میں سہیل سے ملا، تو میں نے ان سے اس (حدیث) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے نہ پہچانا۔ میں نے کہا کہ ربیعہ نے تو آپ ہی کے واسطے سے یہ (حدیث) بیان کی ہے۔تو اس کے بعد سہیل یوں کہا کرتے تھے کہ ربیعہ نے مجھ سے روایت کی کہ میں نے اسے اس کے والد کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی تھی۔ اور اس کی بہت مثالیں ہیں۔

المسلسل:

وَإن اتَّفَقَ الرُّوَاةُ فِی إسْنَادٍ مِنَ الأَسَانِیدِ فِی صِیَغِ الأَدَاء: کَسَمِعْتُ فُلانًا قَالَ: سَمِعتُ فُلانًا أَو: حَدَّثَنَا فُلانٌ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلانٌ وَغَیرِ ذٰلِكَ مِنَ الصِّیَغِ أَوْ غَیرِهَا مِنَ الحَالاتِ الْقَولِیَّة کَسَمِعتُ فُلانًا یَقُول: أَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَد حَدَّثَنِی فُلانٌ . إِلٰی آخِرِهِ، أَوِالفِعلیَّةِ کَقَولِه: دَخَلنَا عَلیٰ فُلان فَأَطعَمَنا تَمرًا . إِلیٰ آخِرِهِ، أَوِ الْقَولِیَّةِ وَالفِعْلِیَّةِ مَعًا کَقَولِهِ: حَدَّثَنِی فُلانٌ وَهُوَآخِذٌ بِلِحیَتِهِ قَالَ: آمَنتُ بِالقَدَر . إِلیٰ آخِرِهِ۔ فَهُوَ المُسَلسَلُ۔

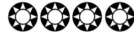
اور اگر کسی سند میں راوی، حدیث روایت کرنے کے صیغوں (الفاظ) میں متفق ہوجائیں ❶ جیسا کہ ''سمعت فلانا'' یا ''حدثنا فلان'' یا اسی طرح کے کوئی اور الفاظ بولے۔ یا حالات قولیہ (حدیث بیان کرتے وقت کیفیت) میں (متفق) ہوں جیسے "سمعت فلانا یقول اشهد باللّٰه لقد حدثنی فلان" (میں نے فلاں کو کہتے ہوئے سنا کہ میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ مجھے فلاں نے یہ حدیث بیان کی) آخر تک (تمام راوی انہیں الفاظ کے ساتھ روایت بیان کریں) یا حالات فعلیہ ہوں مثلاً: راوی کا یہ کہنا "دخلنا علی فلان فاطعمنا تمرا" (ہم فلاں کے پاس گئے تو انہوں نے ہمیں کھجور کھلائی) آخر تک (تمام راوی انہیں الفاظ کے ساتھ روایت بیان کریں) یا قول اور فعل دونوں حالات میں (برابر) ہوں مثلاً: راوی کہے: "حدثنی فلان وهو آخذ بلحیته قال آمنت بالقدر" (مجھے فلاں نے حدیث بیان کی، اور وہ اپنی داڑھی کو پکڑے ہوئے تھا، اس نے کہا: میں تقدیر پر ایمان رکھتا ہوں) آخر تک (تمام راوی انہیں الفاظ کے ساتھ روایت بیان کریں)۔ تو یہ (صورت) ''مسلسل'' ہے۔

---

❶ یعنی اس سند کے راوی اپنے اپنے شیوخ سے اس حدیث کو ایک جیسے الفاظ کے ساتھ روایت کریں۔ جیسا کہ سند کے آغاز سے اختتام تک ہر راوی یہی کہے کہ ''سمعت فلان'' یعنی میں نے اپنے استاذ کو یوں کہتے ہوئے سنا۔ یا ہر ایک راوی کہے کہ ''حدثنا فلان'' ہمیں میرے استاذ نے حدیث بیان کی۔

وَهُـوَ مِـن صِـفَـات الإِسـنَـادِ وَقَـد يَقَعُ التَّسلسُلُ فِى مُعظَم الإِسنَادِ كَـحَـدِيـثِ المُسَلسَلِ بِالأَوَّلِيَّةِ فَإِنَّ السَّلسَلَةَ يَنتَهِى فِيهِ إِلىٰ سُفيَانَ بنِ عُيَينَةَ فَقَط وَمَن رَوَاهُ مُسَلسَلاً إِلىٰ مُنتَهَاهُ فَقَد وَهِمَ۔

اور یہ اسناد کی صفات میں سے ہے۔ کبھی یہ تسلسل اسناد کے اکثر حصہ میں واقع ہوتا ہے۔ جیسے حدیث مسلسل بالاولیت کہ اس میں یہ تسلسل صرف سفیان ثوری تک ختم ہوتا ہے۔ جس نے آخر تک مسلسل روایت کی اس کو وہم ہوا ہے۔



روایتِ حدیث کے الفاظ اور ان کے مراتب

[سمعت، حدثنی، اخبرنی، قرأت علیه...]

روایت کرنے کے صیغوں کے مراتب:

وَصِیَغُ الأدَاءِ الـمَشَـارُ إِلَیـهِ عَـلَـی ثَـمَـان مَرَاتِبَ: الأُولیٰ: سَمِعتُ وَحَدَّثَنی۔ ثُمَّ أخبَرَنِی وَقَرأتُ عَلَیهِ وَهِیَ الْمَرتَبَةُ الثَّانِیَةُ۔ ثُمَّ قُرِئَ عَلَیهِ وَأَنـا أَسـمَـعُ وَهِـیَ الثَـالِثَةُ۔ ثُـمَّ أَنبَأَنِی وَهِیَ الرَّابِعَةُ۔ ثُمَّ نَاوَلَنِی وَهِیَ الـخَـامِسَةُ۔ ثُمَّ شَافَهَنِی أَی بِالإِجَازَةِ وَهِیَ السَّادِسَةُ۔ ثُمَّ كَتَبَ إِلَیَّ أَی بـالإِجَـازَـةِ وَهِـیَ السَّـابِعَةُ۔ ثُمَّ "عَن" وَنَحوُهَا: مِنَ الصِّیَغ المُحتَمِلَةِ لِـلسَّـمَـاعِ وَالإِجَـازَةِ وَلِعَدَمِ السَّمَاعِ أَیْضًا۔وَهٰذَا مِثل: "قَالَ" وَ"ذَکَر" وَ"رَوَی"۔

اور روایت کی ادائیگی کے جن صیغوں (الفاظ) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ آٹھ مراتب پر (مشتمل) ہیں۔ پہلا ''سمعت وحدثنی'' ہے پھر ''اخبرنی اور قراءتُ علیہ'' ہے اور یہ دوسرا مرتبہ ہے۔ پھر ''قرئ علیه وأنا أسمع '' ہے یہ تیسرا مرتبہ ہے۔ پھر ''أنبانی'' ہےاور یہ چوتھا مرتبہ ہے۔ پھر ''ناولنی'' ہےاور یہ پانچواں مرتبہ ہے۔ پھر ''شافهنی بالإجازة'' ہے، یہ چھٹا مرتبہ ہے۔ پھر ''کتب الی بالإجازة'' ہے، اور یہ ساتواں مرتبہ ہے۔ پھر ''عـــــن'' اور اس کے جیسے صیغے ہیں جن میں سماع اور اجازت کا احتمال بھی ہوتا ہے اور عدم سماع کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ اور یہ (یعنی ''عن'' جیسے صیغے) ''قال''، ''ذکر'' اور ''روی'' وغیرہ ہیں۔

ان صیغوں کے استعمال کے مقامات:

فَـاللَّفْظَان الاَوَّلان مِن صِيَغِ الأَدَاءِ وَهُمَا: سَمِعتُ وَحَدَّثَنِي صَالِحَان لِـمَـن سَـمِع وَحدَهُ مِن لَفظِ الشَّيْخِ۔ وَتَخصِيصُ التَّحدِيثِ بِمَا سُمِعَ مِـن لَفظِ الشَّيخ هُوَ الشَّائِعُ بَينَ أَهلِ الحَدِيثِ اصْطِلاحًا وَلا فَرقَ بَينَ التَّـحْـدِيثِ وَالإِخبَارِ مِن حَيثُ اللُّغَةُ وَفِي ادِّعَاءِ الفَرقِ بَينَهُمَا تَكَلُّفٌ شَدِيدٌ، لكِن لَمَّا تَقَرَّرَ الإِصْطِلاحُ صَارَ ذٰلِكَ حَقِيقَةً عُرفِيَّةً فَتُقَدَّمُ عَلَى الـحَقِيقَةِ اللُّغَوِيَّةِ مَعَ أَنَّ هٰذَا الإِصْطِلاحَ إِنَّمَا شَاعَ عِندَ المَشَارِقَةِ وَمَن تَبِـعَهُـم وَأَمَّـا غَـالِـبُ الـمَـغَـارِبَةِ فَلَم يَسْتَعْمِلُوا هٰذَا الإِصْطِلاحَ بَل الإِخبَارُ وَالتَّحدِيثُ عِندَهُمْ بِمَعنىً وَّاحِدٍ۔

ادائیگی کے صیغوں میں سے پہلے دو الفاظ یعنی ''سمعت'' اور ''حدثنی'' ایسے راوی کے لیے ہیں جس نے تنہا اپنے شیخ (استاذ) سے سنا ہو۔ اور تحدیث کو شیخ سے سننے کے ساتھ خاص کرنے کی اصطلاح، محدثین کے ہاں معروف ہے۔ اور لغوی اعتبار سے تحدیث اور اخبار میں کوئی فرق نہیں اور ان دونوں کے درمیان فرق کا دعویٰ محض شدید تکلف ہے۔ لیکن جب یہ اصطلاح مقرر ہو چکی ہے تو پھر حقیقت عرفی بن گئی ہے۔ جو حقیقت لغویہ (لغوی حقائق) پر مقدم ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اہل مشرق اور ان کے متبعین کے ہاں یہی اصطلاح رائج ہے۔ مگر اہل مغرب نے یہ اصطلاح (الگ الگ) استعمال نہیں کی بلکہ ان کے ہاں تحدیث اور اخبار ہم معنی ہیں۔

فَـإِن جَـمَعَ الرَّاوِي أَي: أَتَى بِصِيغَةِ الأُولىٰ كَأَن يَقُولَ: حَدَّثَنَا فُلانٌ أَو: سَـمِـعْنَا فُلانًا يَقُولُ، فَهُوَ دَلِيلٌ عَلىٰ أَنَّهُ سَمِعَ مِنهُ مَعَ غَيرِهِ وَقَد تَكُونُ النُّونُ لِلْعَظْمَةِ لكِن بِقِلَّةٍ۔

اگر راوی جمع (استعمال) کرے۔ یعنی پہلے صیغے کو اس طرح کہے: ''حـدثنا فلان'' یا ''سـمعنا فلانا'' تو یہ دلیل ہے کہ اس نے اس (شیخ) سے اپنے علاوہ دیگر افراد کے

ساتھ یہ روایت سنی ہے۔ اور بعض اوقات ''ن'' (یعنی، جمع کا صیغہ) عظمت (تعظیم) کے لیے بولا جاتا ہے، لیکن ایسا بہت کم ہے۔

وَأَوَّلُهَا أَي: صِيَغ الْمَرَاتِبِ: أَصرَحُهَا، أَي:أَصْرَحُ صِيَغِ الأَدَاءِ فِي سِمَاع قَائِلِهَا؛ لأَنَّهَا لا يَحتَمِل الوَاسِطَة وَ لأنْ حَدَّثَنِي قَد يُطلَقُ فِي الإِجَازَةِ تَدلِيْسًا۔ وَأرفَعُهَا مِقْدَارًا مَا يَقَعُ فِي الإِملاءِ؛ لِمَا فِيهِ مِنَ التَّثَبُّتِ وَالتَّحَفُّظِ۔

مراتب کے صیغوں (الفاظ) میں پہلا (سمعت) واضح ترین صیغہ ہے۔ یعنی بیان کرنے والے کے سماع کو واضح کرنے والا صیغہ ہے۔ اس میں کسی واسطے کا احتمال نہیں ہوتا۔ کیونکہ (جو اس کے ساتھ) "حدَّثنی" (ہے اس) کا اطلاق اس اجازت پر بھی ہوتا ہے کہ جس میں تدلیس ہوتی ہے۔ پھر تمام (ادائیگی کے صیغوں) میں اس (سمعت) کا مرتبہ ارفع ہے جو املاء میں واقع ہوتا ہے کہ اس میں تثبت وتحفظ (بہتر اثبات اور بہتر حفظ) ہے۔

وَالثَّالِثُ: وَهُوَ أَخْبَرَنِي، كَالرَّابع: وَهُوَ قَرَأْتُ؛ لِمَن قَرَأَ بِنَفسِهِ عَلَى الشَّيخ فَإِن جَمَعَ كَأن يَقُولَ: أَخْبَرَنَا أَوْ: قَرَأْنَا عَلَيهِ فَهُوَ كَالخَامِسِ وَهُوَ: قُرِئَ عَلَيهِ وَأَنا أَسمَعُ۔ وَعُرِفَ مِنْ هٰذَا أَنَّ التَّعبِيرَ بِ"قَرَأْتُ" لِمَن قَرَأَ، خَيرٌ مِنَ التَّعبِيرِ بِالإِخْبَارِ؛ لأَنَّهُ أَفصَحُ بِصُورَةِ الحَالِ۔

اور تیسرا (صیغہ) ''أخبرنی'' ہے جو چوتھے لفظ: ''قرأت علیہ'' کی طرح ہے۔ اور اس کے لیے ہے جو تنہاء شیخ کے سامنے روایت پڑھے۔ اگر وہ جمع کا صیغہ بولے اور یوں کہے کہ "أخبرنا" یا "قرأنا" تو پھر وہ پانچویں لفظ یعنی "قرئ علیه وأنا أسمع" کی طرح ہے اور اسی سے معلوم ہوا کہ جو شیخ کے سامنے خود پڑھے اس کے لیے قراءت کی تعبیر اخبار کی بہ نسبت بہتر ہے۔ کیونکہ یہ اس صورت حال کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

تَنبِيهٌ: الْقِرَاءَةُ عَلَى الشَّيخِ أَحَدُ وُجُوهِ التَّحَمُّلِ عِندَ الجَمهُورِ وَأَبعَدَ مَن أَبىٰ ذٰلِكَ مِن أَهلِ العِرَاقِ وَقَدِ اشتَدَّ إنكارُ الإِمَامِ مَالِكٍ وَغَيرِهِ مِنَ المَدنِيِّينَ عَلَيهِم فِي ذٰلِكَ حَتَّى بَالَغَ بَعْضُهُم فَرَجَّحَهَا عَلَى السَّمَاعِ مِن لَفْظِ الشَّيخِ وَذَهَبَ جَمعٌ جَمٌّ مِنهُمُ البُخَارِيُّ وَحَكَاهُ فِي أَوَائِلِ صَحِيحِهِ عَن جَمَاعَةٍ مِنَ الأَئِمَّةِ إِلى أَنَّ السَّمَاعَ مِن لَفظِ الشَّيخِ وَالقِرَاءَةَ عَلَيهِ يَعنِي فِي الصِّحَّةِ وَالقُوَّةِ سَوَاءً۔ وَاللّٰهُ أَعلَمُ۔

تنبیہ: جمہور کے نزدیک شیخ کے سامنے قرأت کرنا بھی اخذ حدیث کا ایک ذریعہ ہے۔ اور اہل عراق میں سے جس نے اس کا انکار کیا ہے اس کا قول (یعنی انکار کی وجہ) بہت بعید ہے۔اہل مدینہ (محدثین) میں سے امام مالک نے اس کے متعلق ان (اہل عراق) کا شدید ردّ کیا ہے۔بعض نے تو اس قدر مبالغہ کردیا ہے کہ انہوں نے اسے (شیخ کے سامنے قرأت کرنے کو) شیخ سے سننے پر ترجیح دی ہے۔ اور علماء کی ایک کثیر تعداد جماعت کا موقف ہے، جن میں امام بخاری رحمہ اللہ بھی ہیں کہ انہوں نے بھی اپنی صحیح کے اوائل میں (یہی موقف) ذکر کیا ہے کہ شیخ سے سننا اور شیخ کے سامنے پڑھنا صحت و تقویت کے اعتبار سے یکساں ہیں۔واللہ اعلم۔

الإنباء، کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

وَالإِنبَاءُ مِن حَيثُ اللُّغَةُ وَاصطِلاحُ المُتَقَدِّمِينَ بِمَعنَى الإِخبَارِ إِلَّا فِي عُرفِ الْمُتَأَخِّرِينَ فَهُوَ لِلإِجَازَةِ كَ"عن"، لأَنَّهَا فِي عُرفِ الْمُتَأَخِّرِينَ لِلإِجَازَةِ۔

اور ''اِنباء'' (''انبانا'' کہنا) لغت اور اصطلاح کے اعتبار سے اخبار (یعنی ''اخبرنا'' کہنے) کے معنی میں ہی ہے۔ البتہ متاخرین کے ہاں ایسا نہیں ہے، ان کے ہاں یہ اجازت کے اعتبار سے ''عن'' کی طرح ہے۔کیونکہ ان کے ہاں یہ (عن) اجازت کے لیے مستعمل ہے۔

عنعنہ کا حکم اور مزید وضاحت:

وَعَنْعَنَةُ الْمَعَاصِرِ مَحْمُولَةٌ عَلَى السَّمَاعِ بِخِلافِ غَيرِ المُعَاصِرِ فَإِنَّهَا تَكُونُ مُرسَلَةً أَو مُنْقَطِعَةً۔ فَشَرطُ حَمْلِهَا عَلَى السَّمَاعِ ثُبُوتُ الْمَعَاصَرَةِ إِلَّا مِنَ المُدَلِّسِ فَإِنَّهَا لَيْسَت مَحْمُولَةً عَلَى السَّمَاعِ۔

اور معاصر (ہمعصر) کا عنعنہ (عن کے ساتھ روایت کرنا) سماع پر محمول کیا جائے گا۔ بخلاف غیر معاسر کے، کیونکہ اس کی روایت مرسل یا منقطع ہوگی۔ لیکن (معاصر کے عنعنہ کو) سماع پر محمول کرنے کے لیے ان کا ''معاصر ہونا'' ثابت ہوجانا شرط ہے۔ سوائے مدلس (تدلیس کرنے والے) کے، اسے سماع پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

وَقِيلَ: يُشْتَرَطُ فِي حَملِ عَنْعَنَةِ الْمُعَاصِرِ عَلَى السَّمَاعِ ثُبُوتُ لِقَائِهِمَا، أَي: الشَّيخِ وَالرَّاوِي عَنْهُ وَلَو مَرَّةً وَّاحِدَةً؛ لِيَحصُلَ الأَمْنُ مِن بَاقِي مُعَنعَنِهِ عَن كَونِهِ مِنَ المُرسَلِ الخَفِيِّ وَهُوَ الْمُخْتَارُ تَبعًا لِعَلِيِّ بنِ المَدِينِيِّ وَالبُخَارِيِّ وَغَيرِهِمَا مِنَ النَّقَّادِ۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ معاصر کے عنعنہ کو سماع پر محمول کرنے کے لیے ان کی ملاقات کا ثبوت بھی شرط ہے۔ یعنی شیخ اور اس سے روایت کرنے والے کی ملاقات ہوئی ہو، اگرچہ ایک مرتبہ ہی ہو۔ تاکہ باقی معنعنہ کے مرسل خفی ہونے کے خدشات سے حفاظت ہوجائے۔ اور یہی مختار (متفقہ) موقف ہے۔ علی بن مدینی اور امام بخاری رحمہما اللہ وغیرہ جیسے نقاد کے اتباع میں (یہی درست ہے)۔



اجازتِ روایت اور اس کی مختلف نوعیتیں

حدیث اخذ کرنے اور روایت کرنے کے احکام:

وَأَطلَقُوا المَشَافَهَةَ فِی الإِجَازَةِ الْمَتلفَّظِ بِهَا تَجوُّزًا وَكَذَا الْمُكَاتَبَةُ فِی الإِجَازَةِ "الْمَكْتُوبُ بِها": وَهُوَ مَوجُودٌ فِی عِبَارَةِ كَثِيرٍ مِنَ المُتأَخِّرِينَ بِخِلَافِ الْمُتَقَدِّمِينَ؛ فَإِنَّهُم إِنَّمَا يُطْلِقُونَهَا فِيْمَا كَتَبَهُ الشَّيخُ مِنَ الْحَدِيثِ إِلَى الطَّالبِ سَوَاءٌ أَذِنَ لَهُ فِی رِوَايَتِهِ أَمْ لا ، لا فِيْمَا إِذَا كَتَبَ إِلَيهِ بِالإِجَازَةِ فَقَط۔

اور انہوں نے مشافہت کا اطلاق زبانی اجازت پر بھی کیا ہے۔اور اسی طرح مکاتبت کا اطلاق لکھی ہوئی اجازت پر کیا ہے۔ اور یہ متقدمین کے مقابل متاخرین کی کتب میں بکثرت موجود ہے۔وہ (متقدمین) اس (مشافہت) کا اطلاق اس پر کرتے تھے کہ شیخ (استاذ)، طالب (شاگرد) کی طرف حدیث لکھ کر بھیجے، چاہے اسے اس حدیث کو بیان کرنے کی اجازت دے یا نہ دے۔ نہ کہ اس صورت (پر مشافہت کا اطلاق کرتے تھے) کہ جس میں (شیخ) صرف اجازت لکھ دے۔

مناولہ،اور اس سے روایت کرنے کی شرط:

وَاشتَرَطُوا فِی صِحَّةِ الرِّوَايَةِ بِالمُنَاوَلَةِ اقْتِرانَهَا بِالإِذن بِالرِّوَايَةِ وَهِیَ إِذَا حَصَلَ هٰذَا الشَّرْطُ أَرْفَعُ أَنوَاعِ الإِجَازَةِ؛ لِمَا فِيهَا مِنَ التَّعيينِ وَ التَّشْخِيصِ۔ وَصُورَتُهَا: أَن يَدْفَعَ الشَّيخُ أَصْلَهُ أَو مَا قَامَ مَقَامَهُ لِلطَّالِبِ أَو: يُحضِرُ الطَّالِبُ أَصلَ الشَّيخ وَيَقُولُ لَهُ فِی الصُّورَتَيْنِ: هٰذِهِ رِوَايَتِی

عَن فُلان، فَارْوِهِ عَنِّی۔

انہوں نے مناولہ کی صورت میں اخذ کی گئی روایت کی صحت کے لیے شرط لگائی ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ حدیث کو آگے روایت کرنے کی اجازت بھی موجود ہو۔ جب یہ شرط پائی جائے گی تو یہ اجازت کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔ کیونکہ اس میں تعیین اور تشخیص ہوتی ہے۔❶ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ شیخ اپنی اصل کتاب یا اس کی قائم مقام (ڈوپلیکیٹ) کتاب طالب (شاگرد) کو دے دے، یا شاگرد شیخ کا اصل نسخہ حاضر کردے اور دونوں صورتوں میں شیخ یہ کہے کہ یہ میری فلاں (شیخ) سے بیان کردہ روایات ہیں تم انہیں میرے حوالے سے آگے روایت کرو۔

وَشَرطُهُ أَيْضًا أَن يُمَكِّنَهُ مِنهُ: إِمَّا بِالتَّمْلِيكِ أَو بِالْعَارِيَّةِ؛ لِيَنقُلَ مِنهُ وَ يُقابِلَ عَلَيهِ وَإِلَّا إِن نَاوَلَهُ وَاسْتَرَدَّ فِي الْحَالِ فَلا يَتَبَيَّنَ ارْفَعِيَّتُهُ لٰكِنْ لَهَا زِيَادَةُ مَزِيَّةٍ عَلَى الإِجَازَةِ المُعَيَّنَةِ وَهِيَ: أَن يُجِيْزَهُ الشَّيْخُ بِرِوَايَةِ كِتَابٍ مُعَيَّنٍ وَيُعَيِّنَ لَهُ كَيفِيَّةَ رِوَايَتِهِ لَهُ۔

اور اسی طرح اس کی ایک شرط یہ ہے کہ شیخ اس (شاگرد) کو اپنا نسخہ (کتاب) دے دے، چاہے اس کی ملکیت بنادے یا اسے عاریۃً (ادھار) دے، تاکہ وہ (شاگرد) اس سے روایات نقل کر لے اور (اپنے نسخہ سے) تقابل (موازنہ) کر لے۔ ورنہ اگر یہ ہو کہ (شیخ اپنی کتاب) دے کر فوراً واپس لے لے تو اس کی ارفعیت ظاہر نہ ہوگی۔ لیکن پھر بھی اجازت معینہ پر اسے فضیلت ہوگی۔ اور وہ (اجازت معینہ) یہ ہے کہ شیخ شاگرد کو کسی معین کتاب کی اجازت دے، ساتھ ساتھ روایت کی کیفیت وغیرہ میں معاونت کرے۔

❶ مراد یہ ہے کہ مناولہ، یعنی براہ راست روایت لینے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ اس روایت کو آگے بیان کرنے کی اجازت ہونے کی صورت میں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایک تو یہ اجازت نہایت معتبر ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں معیّن کتاب کی مخصوص شخص کو اجازت ملنا واضح ہوتا۔ [واللہ اعلم]

وَإِذَا خَـلَتِ الْمُنَاوَلَةُ عَنِ الإِذْنِ لَم يُعتَبَر بِهَا عِندَ الْجَمْهُورِ وَجَنَحَ مَنِ اعتَبَـرَهَـا إِلَـى أَنَّ مُنَاوَلَتَهُ إِيَّاهُ تَقُومُ مَقَامَ إِرْسَالِهِ إِلَيهِ بِالكِتَابِ مِن بَلَدٍ إِلىٰ بَلَدٍ۔

اور جب مناولہ، اجازت سے خالی ہوتو اس کو جمہور کے ہاں معتبر نہیں سمجھا گیا۔ اور جنہوں نے اسے معتبر سمجھا ہے اس کا میلان اس طرف ہے کہ ایسی (یعنی اجازت کے بغیر) مناولہ اس (شیخ) کے اس (شاگرد) کی طرف ایک شہر سے دوسرے شہر میں کتاب بھیجنے کے مترادف (حکم میں) ہے۔

وَقَدْ ذَهَبَ إِلىٰ صِحَّةِ الرِّوَايَةِ بِالْكِتَابَةِ الْمُجَرَّدَةِ جَمَاعَةٌ مِنِ الأَئِمَّةِ وَلَو لَـم يَـقْتَـرِن ذٰلِكَ بِالإِذْنِ بِالرِّوَايَةِ كأَنَّهُم اكتَفَوا فِي ذٰلِكَ بِالقَرِيْنَةِ وَلَم يَـظْهَـر لِي فَرقٌ قَوِيٌّ بَينَ مَنَاوَلَةِ الشَّيْخِ مِن يَدِهِ لِلطَّالِبِ وَبَينَ إِرْسَالِهِ إِلَيْهِ بِالكِتَابِ مِن مَوضَعٍ إِلىٰ آخَرَ إِذَا خَلا كُلٌّ مِنْهُمَا عَنِ الإِذْنِ۔

ائمہ کی ایک جماعت محض کتابت (لکھی ہوئی) روایت کو صحیح تسلیم کرنے کا موقف رکھتی ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ اجازت شامل نہ بھی ہو۔ گویا کہ انہوں نے قرینہ کو کافی سمجھا اور میرے نزدیک شیخ کے شاگرد کو براہ راست کتاب دینے اور اس کی طرف ایک شہر سے دوسرے شہر میں کتاب بھیجنے میں کوئی فرق نہیں جب وہ دونوں (صورتیں) اجازت سے خالی ہوں۔

''وجادہ'' کا بیان:

وَكَـذَا اشتَـرَطُـوا الإِذْنَ فِي الوِجَادَةِ: وَهِيَ: أَن يَجِدَ بِخَطٍّ يَعرِفُ كَاتِبَهُ فَيَـقُـولُ: وَجَـدْتُ بِـخَـطِّ فُلان وَلا يَسُوغُ فِيهِ إِطلاقُ أَخبَرَنِي بِمُجَرَّدِ ذٰلِكَ إِلَّا إِن كَانَ لَهُ مِنْهُ إِذْنٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ وَأَطلَقَ قَوْمٌ ذٰلِكَ فَغُلِّطُوا۔

اسی طرح محدثین نے وجادہ میں اجازت کی شرط لگائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ کسی ایسے خط (تحریر) کو پائے جس کے کاتب (لکھنے والے) کو وہ پہچانتا ہو اور پھر یوں کہے کہ

میں نے فلاں کے خط کو پایا ہے۔ اس کے لیے محض اس کے پانے سے ''اخبرنی'' کا اطلاق درست نہیں الا یہ کہ اس کے لیے اس (صاحب خط/کاتب) سے روایت کی اجازت بھی ہو اور بعض لوگوں نے اسے مطلق کہا ہے سو انہوں نے غلطی کی ہے۔

وصیۃ بالکتاب، کا بیان:

وَكَـذَا الْـوَصِيَّةُ بِالكِتَابِ: وَهُوَ: أَن يُوصِيَ عِنْدَ مَوتِهِ أَوْ سَفَرِهِ لِشَخْصٍ مُـعَيَّنٍ بِأَصْلِهِ أَو بِأُصُولِهِ فَقَد قَالَ قَومٌ مِنَ الأَئِمَّةِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ: يَجُوزُ لَهُ أَن يَروِيَ تِلْكَ الأُصُولَ عِنهُ بِمُجَرَّدِ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ وَأَبىٰ ذٰلِكَ الْجَمْهُورُ إِلَّا إِن كَانَ لَهُ مِنهُ إِجَازَةٌ۔

اور ایسے ہی ''وصیۃ بالکتاب'' ہے اور وہ یہ ہے کہ موت یا سفر کے وقت کسی خاص شخص کو ایک اصل (نسخہ/کتاب) کی یا چند کتب کی وصیت کرے۔ تو متقدمین ائمہ نے کہا ہے کہ اس (شاگرد) کے لیے جائز ہے کہ وہ محض وصیت کی وجہ سے ان کتابوں سے روایت کرے، لیکن جمہور نے اس کا انکار کیا الا یہ کہ اس کو اس (شیخ) کی طرف سے اجازت بھی ہو۔

اِعلام کا بیان:

وَكَـذَا اشْتَرَطُوا الإِذْنَ بِالرِّوَايَةِ فِي الإِعْلَامِ: وَهُوَ: أَن يُعلِمَ الشَّيخُ أَحَدَ الـطَّـلَبَةِ بِـأَنَّنِي أَرْوِي الكِتَابَ الفُلَانِيَّ عَن فُلان فَإِنْ كَانَ لَهُ مِنهُ إِجَازَةٌ اعتُبِـرَ، وَ إِلَّا فَـلا عِبْـرَةَ بِذٰلِكَ ، كَالإِجَازَةِ العَامَّةِ فِي المُجَازِ لَهُ لا فِي الـمُجَازِ بِهِ كَأَن يَقُولَ: أَجَزْتُ لِجَمِيعِ الْمُسلِمِيْنَ أَوْ لِمَنْ أَدْرَكَ حَيَاتِي أَوْ لأَهْـلِ الإِقْـلِيـمِ الْـفُـلانِـيِّ أَو لأَهْلِ الْبَلَدِ الفُلانِيَّةِ وَهُوَ أَقرَبُ إِلَى الصِّحَّةِ؛ لِقُربِ الإِنْحِصَارِ۔

اور اسی طرح محدثین نے اعلام میں بھی روایت کے لیے اجازت شرط قرار دی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شیخ اپنے کسی شاگرد کو بتادے کہ میں فلاں کتاب، فلاں شیخ سے روایت کرتا

ہوں۔ اب اگر اسے روایت کرنے کی اجازت بھی ہے تو یہ (اعلام) معتبر ہے ورنہ معتبر نہیں۔ جیسا کہ اجازت عامہ اجازت یافتہ شاگرد کے لیے ہوتی ہے اجازت شدہ کتاب کے لیے نہیں۔ جیسے وہ (شیخ) کہے: میں نے تمام مسلمانوں کو اجازت دے دی ہے، یا ہر اس شخص کو (اجازت دے دی ہے) جو میری زندگی میں موجود ہے، یا فلاں علاقہ کے لوگوں کے لیے (اجازت ہے)، یا فلاں شہر کے لوگوں کے لیے (اجازت ہے)۔ یہ (آخری) صورت انحصار کے قرب کے باعث زیادہ صحیح ہے۔

وَكَـذَا الإِجَـازَةُ لِلْمَجْهُولِ كَأَن يكُونَ مُبهَمًا أَو مُهمَلاً۔ وَكَذَا الإِجَازَةُ لِـلْـمَـعْـدُومِ كَأَن يَقُولَ: أَجَزْتُ لِمَن سَيُولَدُ لِفُلان وَقَد قِيلَ: إِنَّ عَطَفَهُ عَلَى مَوجُودٍ صَحَّ وَكَأَنْ يَقُولَ: أَجَزْتُ لَكَ وَلِمَن سَيُولَدُ لَكَ۔

اور اسی طرح مجہول (غیر معین شخص) کو اجازت دینے کا معاملہ ہے کہ وہ (اجازت یافتہ) مبہم (غیر واضح) ہو یا مہمل (نامعلوم)۔ معدوم کی اجازت (کا معاملہ) بھی اسی طرح ہے کہ وہ (شیخ) کہے: میں اس کے لیے اجازت دیتا ہوں جو فلاں شخص کے ہاں پیدا ہوگا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس (اجازت) کا عطف موجود شخص پر (صحیح) ہے، گویا کہ وہ (شیخ) کہتا ہے کہ میں نے تجھے اور تیرے ہاں جو (بچہ) پیدا ہوگا، اسے؛ اجازت دے دی ہے۔

وَالأَقْـرَب عَـدمُ الـصِّـحَّةِ أَيْضًا وَكَذٰلِكَ الإِجَازَةُ لِمَوجُودٍ أَوْ مَعْدُومٍ عُـلِّـقَـتْ بِشَـرطِ مَشِيْـئَةِ الْغَيرِ كَأَن يَقُولَ: أَجَزْتُ لَكَ إِنْ شَاءَ فُلانٌ أَو أَجَـزْتُ لِـمَنْ شَاءَ فُلانٌ، لا أَنْ يَقُولَ: أَجَزْتُ لَكَ إِنْ شِئْتَ۔ وَهٰذَا فِي الأَصَحِّ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ۔

اور صحیح موقف یہ ہے کہ یہ بھی درست نہیں ہے۔ اور اسی طرح موجود یا معدوم کو دی گئی ایسی اجازت کا معاملہ ہے جو (اجازت) کسی دوسرے کی مرضی کے ساتھ معلق ہو۔ جیسا کہ وہ (شیخ) کہے: اگر فلاں چاہے تو میں تجھے اجازت دیتا ہوں۔ یا (یوں کہے:) میں

اسے اجازت دوں گا جسے فلاں آدمی (اجازت دینا) چاہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ (شیخ) یوں کہے کہ اگر تم چاہوتو میں تجھے اجازت دیتا ہوں۔ جبکہ ان تمام (صورتوں) میں یہ (آخری صورت) صحیح ترین ہے۔ ❶

وَقَدْ جَوَّزَ الرِّوَايَةَ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ سِوَى الْمَجْهُولِ مَا لَم يَتَبَيَّنِ الْمُرَادُ مِنْهُ الْخَطِيْبُ۔ وَحَكَاهُ عَن جَمَاعَةٍ مِن مَشَائِخِهِ وَاسْتَعمَلَ الإجَازَةَ لِلْمَعْدُومِ مِنَ القُدَمَاءِ أَبو بَكرِ بنُ أَبِي دَاوٗدَ وَأَبو عَبدِ اللّٰهِ بنُ مَندَه وَاستَعمَلَ الْمُعَلَّقَةَ مِنهُمْ أَيْضًا أَبو بَكرِ بنُ أَبِي خَيثَمَةَ وَرَوَى بِالإجَازَةِ الْعَامَّةِ جَمْعٌ كَثِيْرٌ جَمَعَهُمْ بَعضُ الحُفَّاظِ فِي كِتَابٍ وَرَتَّبَهُم عَلٰى حُرُوفِ الْمُعْجَمِ لِكَثْرَتِهِم۔

ان تمام صورتوں میں، سوائے مجہول کے، روایت کرنا خطیب رحمہ اللہ نے جائز قرار دیا ہے۔ (مجہول کی روایت تب تک جائز نہ ہوگی) جب تک وہ (شیخ) یہ واضح نہ کردے کہ اس (مجہول شخص) سے کون مراد ہے۔ اور خطیب رحمہ اللہ نے اس بارے میں اپنے شیوخ کی ایک بہت بڑی جماعت سے بیانات نقل کیے ہیں۔اور قدماء میں ابوبکر بن ابی داؤد اور ابوعبداللہ بن مندہ نے معدوم کی اجازت کو استعمال کیا ہے۔اور ابوبکر بن ابی خیثمہ نے معلقہ کی اجازت کو استعمال کیا ہے۔ اور عام اجازت سے تو متعدد محدثین نے روایات بیان کی ہیں۔بعض حفاظ نے تو ان کو ایک کتاب میں جمع کردیا ہے اور ان کی کثرت کے پیش نظر انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔

وَكُلُّ ذٰلِكَ كَمَا قَالَ ابنُ الصَّلاحِ: تَوَسُّعٌ غَيرُ مَرضِيٍّ۔ لأنَّ الإجَازَةَ الخَاصَّةَ الْمُعَيَّنَةَ مُختَلَفٌ فِي صِحَّتِهَا اختِلافًا قَوِيًّا عِندَ القُدَمَاءِ وَإِن كَانَ الْعَمَلُ اسْتَقَرَّ عَلٰى اعتِبَارِهَا عِندَ الْمُتَأَخِّرِينَ فَهِيَ دُونَ السَّمَاعِ

❶ یعنی اجازت کی اس صورت میں یہ انداز قابل اعتبار اور صحیح نہیں ہے کہ شیخ اجازت دینے کو کسی دوسرے شخص کی مرضی کے ساتھ معلق کردے۔ بلکہ صحیح ترین یہ ہے کہ اجازت کے طلبگار کی مرضی پر معلق کرے۔

بِـالاتِّـفَـاقِ فَـكَيفَ إِذَا حَـصَل فِيهَا الإِسْتِرسَالُ المَذكُورُ فَإِنَّهَا تَزدَادُ ضَعْفًا لٰكِنَّهَا فِي الْجُمْلَةِ خَيْرٌ مِن إِيرادِ الْحَدِيثِ مُعضَلاً۔ وَاللّٰهُ تَعَالیٰ أَعلَمُ--- وَإِلیٰ هُنَا انتَهَی الْكَلامُ فِي أَقسَامِ صِيَغِ الأَدَاءِ---

یہ تمام صورتیں ......جیسا کہ حافظ ابن صلاح نے کہا ہے...... غیر مناسب توسیعات میں۔ کیونکہ مخصوص معینہ اجازت کے صحیح ہونے میں بھی قدماء کے ہاں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ متاخرین کے ہاں اسے قابل عمل قرار دیا گیا ہے۔ یہ تو بالاتفاق، سماع سے کم تر درجہ ہے۔ تو اگر اس میں مذکورہ صورتیں (توسیعات) آجائیں گی تو کیا حال ہوگا۔ یہ تو یقیناً (روایت کے) ضعف میں اضافہ کریں گی۔ البتہ یہ (صورتیں) روایت کو معضل بیان کرنے سے بہتر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہاں (روایت کی) ادائیگی کے صیغوں (الفاظ) کی اقسام سے متعلق گفتگو ختم ہوئی۔



باب 12

راویوں، ان کے باپوں اور اساتذہ کے ناموں میں مشابہت کی بناء پر روایت کی اقسام

متفق اور مفترق:

ثُمَّ الرُّوَاةُ: إن اتَّفَقَتْ أَسْمَاؤُهُم وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ فَصَاعِدًا وَاخْتَلَفَت أَشْخَاصُهُم سَوَاءٌ اتَّفَقَ فِي ذٰلِكَ اثْنَان مِنْهُم أَوأَكثَرَ وَكَذٰلِكَ إِذَا اتَّفَقَ اثْنَان فَصَاعِدًا فِي الكُنِيَّةِ وَالنِّسبَةِ فَهُوَ النَّوعُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ:المُتَّفِقُ وَ المُفتَرِقُ۔

پھر راویوں کا معاملہ ہے کہ اگر ان کے نام اور ان کے باپوں، یا ان سے اوپر تک کے نام ایک جیسے ہوں اور وہ شخصیات الگ الگ ہوں، چاہے یہ (یکسانیت) دو یا زیادہ ناموں میں ہو۔ اور اسی طرح وہ (راوی) بھی ہیں جن میں سے دو یا زیادہ (راویوں) کی کنیت اور نسبت ایک جیسی ہو، تو ایسی صورت کو ''متفق اور مفترق'' کہا جاتا ہے۔

وَفَائِدَةُ مَعْرِفَتِهِ: خَشْيَةُ أَن يُظَنَّ الشَّخْصَان شَخْصًا وَاحِدًا وَقَد صَنَّفَ فِيهِ الْخَطِيبُ كِتَابًا حَافِلاً وَقَد لَخَّصْتُهُ وَزِدْتُ عَلَيْهِ شَيْئًا كَثِيرًا۔ وَهٰذَا عَكسُ مَا تَقَدَّمَ مِنَ النَّوعِ المُسَمَّى بِالمُهمَلِ؛ لأَنَّهُ يُخْشٰى مِنهُ أَن يُظَنَّ الْوَاحِدُ اثنَينِ وَهٰذَا يُخْشٰى مِنهُ أَن يُظَنَّ الإِثْنَان وَاحِدًا۔

اور اس کی پہچان کا فائدہ یہ ہے کہ دو شخصوں کو ایک سمجھنے کا خطرہ نہ رہے۔ اور اس بارے میں خطیب رحمہ اللہ نے ایک ضخیم کتاب (المتفق والمفترق) لکھی ہے۔ اور میں نے

اس کتاب کو ملخص کیا ہے اور اس میں کچھ اضافہ بھی شامل کیا ہے۔ اور یہ صورت گزشتہ ''مہمل'' نامی قسم کے برعکس ہے۔ کیونکہ اس میں تو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی، دو ہونے کا گمان نہ پیدا ہو، جبکہ یہاں یہ ہے کہ دو آدمی ایک ہونے کا گمان نہ ہو۔

مؤتلف اور مختلف:

وَإِن اتَّـفَـقَـتِ الأَسْـمَـاءُ خَـطًّـا وَاختَـلَـفَـتْ نُطَقًا سَوَاءٌ كَانَ مَرجِعُ الإِخْتِلافِ النُّقَطُ أَمِ الشَّكلُ فَهُوَ المُؤْتَلِفُ وَالمُختَلِفُ۔

اور اگر نام، خط (کھائی) کے اعتبار سے تو ایک جیسے ہوں اور نطق (بولنے) کے اعتبار سے مختلف ہوں، چاہے اس فرق کا باعث نقطہ ہو یا لفظ (نام) کی شکل، یہ قسم ''المؤتلف والمختلف'' کہلائے گی۔

وَمَـعْـرِفَتُـهُ مِـنْ مُهِـمَّـاتِ هٰذَا الفَنِّ حَتَّى قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: أَشَدُّ التَّـصْحِيفِ مَا يَقَعُ فِي الأَسْمَاءِ۔ وَوَجَّهَهُ بَعْضُهُم بِأَنَّه شَيْءٌ لا يَدخُلُهُ الْقِيَاسُ وَلا قَبْلَهُ شَيءٌ يَدُلُّ عَلَيهِ وَلا بَعدَهُ۔

اور اس کی پہچان اس فن کے مشکل امور میں سے ہے۔ حتیٰ کہ علی بن مدینی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک فرما دیا کہ سب سے بڑھ کر مشکل غلطی وہ ہے جو ناموں میں واقع ہو۔ اور بعض محدثین نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ نہ تو اس میں قیاس کو کوئی دخل ہے اور نہ ہی اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد کوئی ایسا قرینہ ہوتا ہے جو اس پر دلالت کرے۔

وَقَد صَنَّفَ فِيهِ أَبو أَحمدَ العَسكَرِيُّ لٰكِنَّهُ أَضَافَهُ إِلىٰ كِتَابِ التَّصحِيفِ لَهُ ثُمَّ أَفرَدَهُ بالتَّألِيفِ عَبدُ الغَنِيِّ بْنُ سَعِيدٍ فَجَمَعَ فِيهِ كِتَابَينِ: كِتَابٌ فِي مُشتَبَهِ الأَسْمَاءِ وَكِتَابٌ فِي مُشتَبَهِ النِّسبَةِ۔

اور اس کے متعلق ابواحمد العسکری نے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ لیکن انہوں نے اس کتاب کو اپنی دوسری تصنیف ''التصحیف'' میں ضم کر دیا ہے۔ ان کے بعد عبدالغنی بن سعید نے (اس کے بارے میں) علیحدہ کتاب تالیف کی اور اس میں دو کتابیں جمع

کردی ہیں۔ ایک کتاب مشتبہ ناموں کے بارے میں ہے اور دوسری کتاب مشتبہ نسبتوں کے بارے میں ہے۔

وَجَمَعَ شَيْخُهُ الدَّارقُطْنِيُّ فِي ذٰلِكَ كِتَابًا حَافِلاً ثُمَّ جَمَع الْخَطِيبُ ذَيلاً۔ ثُمَّ جَمَعَ الْجَمِيعَ أَبو نَصرِ بنُ مَاكُولا فِي كِتَابِهِ الإِكْمَالِ۔ وَاستَدْرَكَ عَلَيهِم فِي كِتَابٍ آخَرَ فَجَمَعَ فِيهِ أَوهَامَهُمْ وَبَيَّنَهَا وَكِتَابُهُ مِن أَجْمَعِ مَا جُمِعَ فِي ذٰلِكَ وَهُوَ عُمدَةُ كُلِّ مُحَدِّثٍ بَعدَهُ۔

اور اس (عبدالغنی بن سعید) کے استاذ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اس بارے میں ضخیم کتاب تصنیف کی ہے۔ پھر اس پر خطیب رحمہ اللہ نے ذیل (حواشی وتکملہ) جمع کیے۔ پھر ان تمام کو ابونصر بن ماکولاء رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الاکمال'' میں جمع کر دیا۔ اور اس (موضوع) پر اپنی دوسری کتاب میں باقی ماندہ بحثیں بھی شامل کر دیں۔ اور اس میں ان (دیگر کتب کے مصنفین) کے اوہام بھی ذکر کیے اور ان کی وضاحت کی۔ آپ رحمہ اللہ کی کتاب اس موضوع پر تمام کتب میں زیادہ جامع (ضخیم) ہے۔ اور آپ رحمہ اللہ کے بعد آنے والے ہر محدث کے لیے قابل اعتماد (راہنما) ہے۔

وَقَدِ استَدرَكَ عَلَيهِ أَبو بكرِ بنُ نُقطَةَ مَا فَاتَهُ أَو تَجَدَّدَ بَعْدَهُ فِي مُجَلَّدٍ ضَخمٍ ثُمَّ ذَيَّلَ عَلَيهِ مَنْصُورُ بنُ سَلِيم ......بِفَتْحِ السِّينِ...... فِي مُجَلَّدٍ لَطِيفٍ۔ وَكَذٰلِكَ أَبو حَامِدِ بنُ الصَّابُونِيِّ وَجَمَعَ الذَّهبِيُّ فِي ذٰلِكَ كِتَابًا مُخْتَصَرًا جِدًّا، إعْتَمَدَ فِيهِ عَلَى الضَّبطِ بِالقَلَمِ؛ فَكَثُرَ فِيهِ الْغَلَطُ وْالتَّصْحِيفُ المُبَايِنُ لِمَوضُوعِ الْكِتَابِ۔

اور اس کی مزید باقی ماندہ ابحاث ابوبکر بن نقطہ نے بیان کیں۔ اور انہیں ایک الگ ضخیم کتاب میں جدید انداز سے ذکر کیا۔ پھر اس پر منصور بن سلیم ......سین پر زبر کے ساتھ (سَلیم)...... نے ایک جلد میں ضمیمہ لکھا ہے۔ اور اسی طرح ابوحامد بن صابونی نے بھی (تکملہ لکھا ہے)۔ اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک مختصر کتاب لکھی انہوں نے

اس میں قلم کے ساتھ ضبط (یعنی ناموں اور نسبتوں کا تلفظ) واضح کیا ہے۔ لیکن اس میں بہت سی غلطیاں اور کوتاہیاں آ گئیں جو کتاب کے موضوع کے خلاف ہیں۔

وَقَدْ يَسَّرَنَا اللّٰهُ تَعَالىٰ بِتَوضِيحِهِ فِي كِتَابٍ سَمَّيتُهُ تَبْصِيرُ الْمُنتَبِه بِتَحْرِيرِ الْمُشْتَبِه۔ وَهُوَ مُجَلَّدٌ وَاحِدٌ؛ فَضَبَطْتُهُ بِالْحُرُوفِ عَلَى الطَّرِيقَةِ الْمَرضِيَّةِ وَزِدْتُ عَلَيهِ شَيْئًا كَثِيرًا مِمَّا أَهمَلَهُ أَو لَم يَقِف عَلَيهِ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمدُ عَلىٰ ذٰلِكَ۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کو ایک کتاب میں ذکر کرنے میں آسانیاں پیدا کیں۔ جس کتاب کا نام میں نے ''تبصير المتنبه بتحرير المشتبه'' رکھا۔ یہ ایک ہی جلد ہے۔ میں نے اس میں اس بحث کو بہترین طریقہ سے حروف کے اعتبار سے مرتب کیا ہے۔ اور اس پر مزید ایسا اضافہ بھی کیا ہے جو (پہلے مصنفین) نے چھوڑ دیا تھا، یا جس سے وہ واقف نہ تھے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

وَإِن اتَّفَقَتِ الأَسمَاءُ: خَطًّا وَنُطْقًا وَاخْتَلَفَ الآبَآءُ نُطقًا مَعَ اختِلَافِهِمَا خَطًّا: كَمُحَمَّدِ بنِ عَقِيل بِفَتحِ الْعَينِ وَمُحَمَّدِ بْن عُقَيل بِضَمِّهَا: الأَوَّلُ نِيسَابُورِيٌّ وَالثَّانِي فِريَابِيٌّ وَهُمَا مَشْهُورَان وَطَبْقَتُهُمَا مُتَقَارِبَةٌ۔

اور اگر خط (لکھائی) اور بولنے کے اعتبار سے (راویوں کے) نام ایک جیسے ہوں اور ان کے باپوں کے نام، خط (لکھنے) کے اعتبار سے مختلف اور بولنے میں مختلف ہوں۔ جیسا کہ محمد بن عَقیل ......ع، پر زبر کے ساتھ...... اور محمد بن عُقَیل ......ع، پر پیش کے ساتھ...... ان میں پہلا (محمد بن عَقیل) نیساپوری ہے۔ جبکہ دوسرا (محمد بن عُقیل) فریابی ہے۔ اور یہ دونوں مشہور ہیں اور ان کے طبقات (روایتِ حدیث اور زمانے کے اعتبار سے درجات) قریب قریب ہیں۔

أَو بِالعَكسِ: كَأَن تَخْتَلِفَ الأَسْمَاءُ: نُطْقًا وَتَأْتَلِفُ خَطًّا وَيَتَّفِقُ الآبَاءُ: خَطًّا وَنُطقًا: كَشُرَيح بنِ النُّعمَانِ وَسُرَيج بنِ النُّعمَانِ۔ الأَوَّلُ بالشِّينِ

الـمُعجَمةِ وَالحَاءِ المُهمَلةِ وَهُوَ تَابِعِیٌّ يَروِی عَن عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ وَالثَّـانِی بِالسِّینِ المُهمَلَةِ وَالجِیمِ وَهُوَ مِن شُیُوخِ البُخَارِیِّ فَهُوَ النَّوعُ الَّذی یُقَالُ لهُ: المُتَشَابِهُ۔

یا اس کے برعکس ہو۔ یعنی: (راویوں کے) نام بولنے میں مختلف ہوں، لیکن لکھنے میں ایک جیسے ہوں۔ اور ان کے باپوں کے نام لکھنے اور بولنے میں ایک جیسے ہوں۔ جس طرح ......شریح بن نعمان اور سریج بن نعمان۔ پہلا ......شین اور 'ح' کے ساتھ''(شریح) ...... تابعی ہیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور دوسرا ......سین، اور جیم کے ساتھ...... وہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔ اس قسم کو''متشابہ'' کہا جاتا ہے۔

وَکَـذَا إن وَقَـعَ ذٰلِكَ الاتِّـفَاقُ فِی الإسمِ وَاسْمِ الأبِ وَالاخْتِلافُ فِی الـنِّسبَةِ وَقَـد صَنَّفَ فِیهِ الخَطِیبُ کِتَابًا جَلیْلاً سَمَّاهُ تَلخِیصَ الْمُتَشَابِهِ ثُمَّ ذَیَّلَ عَلَیهِ أَیضًا بِمَا فَاتَهُ أَوَّلاً۔ وَهُوَ کَثِیرُ الْفَائِدَةِ۔

اور اسی طرح (ایک نوعیت یہ ہے کہ) اگر (راوی کے) نام اور اس کے باپ کے نام ایک جیسے ہوں، لیکن ان کی نسبت مختلف ہو۔ اس بارے میں خطیب رحمہ اللہ نے ایک بہترین کتاب تصنیف کی ہے، جس کا نام''تلـخیص المتشابه'' رکھا ہے۔ پھر اس میں وہ ابحاث بھی شامل کردی ہیں جو پہلے چھوٹ گئی تھیں۔ یہ کتاب نہایت مفید ہے۔

وَیَتَرَکَّبُ مِنهُ ومِمَّا قَبلَهُ أَنواعٌ: مِنهَا: أَن یَحصُلَ الاتِّفاقُ أوِ الاشتِبَاهُ فِی الإسْمِ وَاسمِ الأَبِ مَثَلاً إلاَّ فِی حَرفٍ أَو حَرفَینِ فَأَکثرَ مِن أَحَدِهِمَا أَو مِنهُمَا۔ وَهُوَ عَلَی قِسمَیْنِ:

اور اس قسم (متشابہ) اور اس سے پہلی (مختلف ومؤتلف، وغیرہ) اقسام کو جمع کرنے سے کئی مزید اقسام (صورتیں) سامنے آتی ہیں۔ ان میں یہ صورت بھی ہے کہ (راویوں کے) ناموں اور ان کے باپوں کے ناموں میں اتفاق (یکسانیت) یا اشتباہ (شبہ) ایک حرف یا دو حروف یا زیادہ حروف کی بنا پر ہو، اور یہ (فرق، یکسانیت یا شبہ) ان میں سے

کسی ایک (راوی یا اس کے باپ کے نام) میں یا دونوں (راوی اور اس کے باپ کے نام میں) ہو۔ تو اس کی دو نوعیتیں (قسمیں) ہیں۔

إِمَّا بِأَن يَكُونَ الإخْتِلافُ بِالتَّغْيِيرِ مَعَ أَنَّ عَدَدَ الحُروفِ ثَابِتَةٌ فِي الْجِهَتَينِ۔ أَو يَكُونَ الإختِلافُ بِالتَّغْيِيرِ مَعَ نُقْصَانِ بَعضِ الأسمَاءِ عَن بَعضٍ۔

یا تو یہ فرق ایسے تغیر (تبدیلی) کے باعث ہوگا کہ جس کے باوجود دونوں صورتوں (اصل اور تبدیل شدہ ناموں) میں حروف کی تعداد ایک جیسی ہی رہے۔ یا ایسے تغیر (تبدیلی) کے باعث ہوگا کہ جس میں کسی ایک نام (اصل یا تبدیل شدہ) کے حروف کم ہوں۔

فَمِنْ أَمثِلَةِ الأوّلِ: مُحَمَّدُ بنُ سِنان، بِكَسرِ السِّينِ المُهمَلَةِ وَنُونَينِ بَينَهُمَا أَلِفٌ۔ وَهُم جَمَاعَةٌ، مِنهُم العَوَقِيُّ بِفَتحِ الْعَينِ وَالوَاوِ ثُمَّ القَافِ، شَيخُ البُخَارِيِّ۔

پہلی قسم ❶ کی مثال ''محمد بن سنان''……س، کی زیر، اور دونون؛ درمیان میں الف کے ساتھ…… ہے۔ یہ ایک جماعت (یعنی متعدد راویوں) کا نام ہے۔ ان میں عَوَقی، ……ع، اور ''و'' پر زبر کے ساتھ اور بعد میں ،ق…… یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔

وَمُحَمَّدُ بنُ سَيَّارٍ۔ بِفَتحِ السِّينِ الْمُهمَلَةِ وَتَشْدِيدِ اليَاءِ التَحتَانِيَةِ وَ بَعدَ الألِفِ رَاءٌ۔ وَهُم أَيْضًا جَمَاعَةٌ؛ مِنْهُم: اليَمَامِي شَيخُ عُمرَ بنِ يونُسَ۔ وَمِنهَا: مُحَمَّدُ بنُ حُنَين۔بِضَمِّ المُهمَلَةِ وَنُونَينِ الأُولىٰ مَفْتُوحَةٌ بَينَهُمَا يَاءٌ تَحتَانِيَّةٌ۔ تَابِعِيٌّ؛ يَروِي عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ وَغَيرِه۔ وَمُحَمَّدُ بنُ جُبَيرٍ ۔بِالجِيمِ بَعدَهَا مُوحَدةٌ وَآخِرُهُ رَاءٌ۔ وَهُوَ مُحَمَّدُ بنُ جُبَيرِ بْنِ مُطعِمٍ تَابِعِيٌّ مَشهُورٌ أَيضًا۔

---

❶ یعنی اصل اور تبدیل شدہ نام میں حروف کی تعداد ایک ہونے کی صورت میں

اور (دوسرا نام) محمد بن سیار ......س، پر زبر اور ''ی'' پر تشدید، اور اس کے بعد الف، اور ''ر'' کے ساتھ...... ہے۔ یہ بھی (راویوں کی) ایک جماعت (یعنی متعدد راویوں) کا نام ہے۔ان میں عمر بن یونس کے استاذ ''یمامی'' بھی ہیں۔اور اس کی ایک مثال محمد بن حنین ......ح، پر پیش اور دو''ن''، پہلے پر زبر، اور ان دونوں کے درمیان ''یاء'' کے ساتھ...... یہ تابعی ہیں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور (ایک نام) محمد بن جبیر......جیم کے بعد ''ب''، اور آخر میں ''ر'' کے ساتھ...... وہ محمد بن جبیر بن مطعم، مشہور تابعی ہیں۔

وَمِن ذٰلِكَ: مُعَرِّفُ بنُ وَاصِلٍ كُوفِيٌّ، مَشهُورٌ۔وَمُطَرِّفُ بنُ واصِلٍ بِالطَّاءِ بَدلَ العَينِ شَيخٌ آخرُ۔يَروِى عَنهُ أَبو حُذَيفَةَ النَّهدِى۔ وَمِنهُ أَيضًا: أَحْمَدُ بنُ الْحُسَينِ صَاحِبُ إبرَاهِيمَ بنِ سَعدٍ وَآخَرُونَ وَأَحْيَدُ بنُ الحُسَينِ مِثلُهُ لكِن بَدلَ المِيمِ يَاءٌ تَحتَانِيَّةٌ۔ وَهُوَ شَيخٌ بُخَارِيٌّ يَروِى عَنهُ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ مُحَمَّدٍ البِيكَندِيُّ۔ وَمِن ذٰلِكَ أَيْضًا: حِفصُ بنُ مَيْسَرَةَ شَيخٌ بُخَارِيٌّ مَشهُورٌ مِن طَبقَةِ مَالِكٍ۔ وَجَعفَرُ بنُ مَيسَرَةَ شَيخٌ مَشْهُورٌ شَيخٌ لِعُبَيدِ اللّٰهِ بنِ مُوسَى الكُوفِى۔ الأَوَّلُ بِالحَاءِ المُهمَلَةِ وَالفَاءِ بَعدَهَا صَادٌ مُهمَلَة۔ وَالثَّانِى بِالجِيمِ وَالعَينِ المُهمَلَةِ بَعدَهَا فَاءٌ ثُمَّ رَاءٌ۔

اسی (زمرے) میں مشہور، معرف بن واصل کوفی اور مطرف بن واصل ...... پہلے نام کی عین کی جگہ، ط، کے ساتھ...... ہیں۔ یہ ایک دوسرے شیخ ہیں جن سے ابوحذیفہ نہدی نے روایت کی ہے۔ اسی طرح احمد بن حسین ہے، جو ابراہیم بن سعد کے ساتھی ہیں۔ اور دوسرے، احید بن حسین ہیں۔ ان میں میم کے بدلے یاء ہے۔ یہ بخاری شیخ ہیں۔(یعنی ان کا تعلق بخارہ سے تھا۔) ان (احید) سے عبداللہ بن محمد بیکندی نے روایت کی ہے۔ اسی طرح: مشہور بخاری محدث، حفص بن میسرہ ہے۔ جو امام مالک کے

طبقہ میں سے ہیں۔ (دوسرا نام) جعفر بن میسرہ ہے۔ جو مشہور شیخ ہیں۔ آپ عبیداللہ بن موسیٰ کوفی کے استاذ ہیں۔ پہلے (حفص بن میسرہ)، ح، اور، ف، اور اس کے بعد، ص، کے ساتھ ہے۔ جبکہ دوسرا: ج، ع، اور ان کے بعد، ف، اور، ر، کے ساتھ ہے۔

وَمِن أَمْثِلَةِ الثَّانِي: عَبدُ اللّٰهِ بنُ زَيدٍ جَمَاعةٌ، مِنهُم فِي الصَّحَابَةِ: صَاحِبُ الأذَان وَاسمُ جَدِّهِ عَبدُ رَبِّهِ۔ وَرَاوِي حَدِيثِ الوُضُوءِ وَاسمُ جَدِّهِ عَاصِمٌ۔ وَهُمَا أَنصَارِيَّان۔ وَعَبْدُ اللّٰهِ بنُ يَزِيدَ، بِزِيَادَةِ يَاءٍ فِي أَوَّلِ اسمِ الأَبِ وَالزَّاىُ مَكسورَةٌ وَهُم أَيْضًا جَمَاعةٌ: مِنهُم فِي الصَّحَابَةِ: الخَطَمِي يُكنَى أبَامُوسٰى وَحَدِيثُهُ فِي الصَّحِيحَين۔ وَالقَارِي لَهُ ذِكرٌ فِي حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا۔ وَقَد زَعَمَ بَعضُهُم أَنَّه الخَطَمِيُّ۔ وَفِيهِ نَظرٌ۔ وَمِنها: عَبدُ اللّٰهِ بنُ يَحْيى وَهُم جَمَاعَةٌ وَعَبدُ اللّٰهِ بنُ نُجَيّ بِضَمِّ النُّونِ وَفَتحِ الجِيمِ وَتَشدِيدِ اليَاءِ تَابِعيٌّ مَعرُوفٌ يَروِي عَن عَلِيٍّ۔

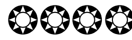
اور دوسری قسم ❶ کی مثال عبداللہ بن زید ہے۔ اس نام کے متعدد لوگ ہیں۔ جن میں صحابہ میں سے وہ صحابی بھی ہیں جو صاحب اذان ہیں۔ ان کے دادا کا نام ''عبدربہ'' ہے۔ اور (اسی طرح ایک صحابی) وضو کی حدیث کے راوی بھی ہیں۔ اور ان کے دادا کا نام عاصم ہے۔ اور یہ دونوں صحابہ انصاری ہیں۔ (عبداللہ بن زید کے مقابل) عبداللہ بن یزید ہے۔ باپ کے نام کے آغاز میں ''یاء'' کے اضافے کے ساتھ اور ''ز'' کے نیچے زیر کے ساتھ۔ یہ بھی متعدد (راویوں) کا نام ہے۔ صحابہ میں سے خطمی ہیں، جن کی کنیت ابوموسیٰ ہے۔ اور صحیحین میں ان کی حدیث موجود ہے۔ اور قاری (کا نام بھی) ہے جس کا ذکر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ذکر ہے۔ بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث والا، قاری) بھی خطمی ہے۔ جبکہ یہ بات محل نظر ہے۔ اور اس کی ایک مثال عبداللہ بن یحییٰ ہے۔ یہ بھی متعدد (راویوں) کا نام ہے۔

❶ یعنی اصل اور تبدیل شدہ نام میں سے کسی ایک کے حروف کی تعداد کم ہونے کی صورت میں۔

اور (دوسرا نام) عبداللہ بن نجی ''ن، پر پیش؛ ج، پر زبر اور یا، پر تشدید کے ساتھ'' ہے۔ یہ معروف تابعی ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے (احادیث) روایت کرتے ہیں۔

أَويَحْصُلُ الإتِّفَاقُ فِى الخَطِّ وَالنُّطقِ لكِن يَحصُلُ الإختِلافُ أوِ الإشْتِبَاهُ بِالتَّقْدِيمِ وَالتَّأخِيرِ: إمَّا فِى الإسمَينِ جُملَةً أَو نَحوَ ذٰلِكَ كأَن يَقَعَ التَّقدِيمُ وَالتَّأخِيرُفِى الإسْمِ الوَاحِدِ فِى بَعضِ حُرُوفِهِ بِالنِّسبَةِ إِلى مَا يَشتَبِهُ بِهِ۔مِثَالُ الأوَّلِ:الأَسْوَدُ بنُ يَزِيدَ وَيَزِيدُ بنُ الأسْوَدِ۔ وَهُو ظَاهِرٌ وَمِنهُ عَبدُاللّٰهِ بنُ يَزِيدَ وَيَزِيدُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ۔وَمِثَالُ الثَّانِى: أَيُّوبُ بنُ سَيَّار وَأَيُّوبُ بنُ يَسَار۔ الأوَّلُ مدَنِىٌّ مَشْهُورٌ لَيسَ بِالقَوِىِّ وَالآخَرُ مَجْهُولٌ۔

یا (نام) لکھنے اور بولنے میں یکساں ہوں لیکن تقدیم و تاخیر کی وجہ سے دو اسموں میں فرق یا اشتباہ پیدا ہوجائے۔ یا تو مکمل نام ہی تقدیم و تاخیر سے آجائے۔ یا کسی ایک نام میں کوئی حرف آگے پیچھے آجائے۔پہلی صورت کی مثال: اسود بن یزید اور یزید بن اسود ہے۔ اور یہ (تقدیم و تاخیر) واضح ہے۔ اور اسی کی مثال عبداللہ بن یزید اور یزید بن عبداللہ ہے۔ اور دوسری صورت کی مثال: ایوب بن سیّار اور ایوب بن یسار ہے۔ پہلا (ایوب) معروف مدنی (راوی) ہے۔ جبکہ دوسرا (ایوب) مجہول ہے۔



خاتمة الكتاب

خَـاتِـمَةٌ: وِمِـنَ المُهِمِّ فِي ذٰلِكَ عِندَ المُحَدِّثِينَ مَعْرِفَةُ طَبقَاتِ الرُّوَاةِ۔ وَفَـائِـدَتُهُ: الأَمْنُ مِن تَداخُلِ المُشْتَبِهينَ۔ وإِمكَانُ الاطِّلاعِ عَلَى تَبْيين الْمُدَلِّسِين۔ وَالوَقُوفُ عَلَى حَقِيقَةِ المُرَادِ مِنَ العَنعَنَةِ۔

خاتمہ! محدثین کے ہاں راویوں کے طبقات کو جاننا اس فن (علم اصول حدیث) کے اہم امور میں سے ہے۔ اور اس کا فائدہ مشتبہین کے تداخل سے محفوظ رہنا اور مدلس راویوں کی حقیقت پر اطلاع کا ممکن ہونا اور عنعنہ کی حقیقی مراد سے واقف ہونا ہے۔

طبقہ کی تعریف:

وَالـطَّبَقَةُ فِي اصطِلاحِهِم: عِبَارةٌ عَن جَمَاعَةٍ اشتَرَكُوا فِي السِّنِّ وَلِقَاءِ المَشَائِخِ۔

اور محدثین کی اصطلاح میں (کسی راوی کے) ''طبقہ'' سے مراد ایسی جماعت ہے جو عمر میں اور شیوخ کی ملاقات میں شریک ہو۔

راویوں کے طبقات:

وَقَـدْ يَـكُونُ الشَّخصُ الوَاحِدُ مِن طَبَقَتَينِ بِاعتِبَارَينِ كَأَنَسِ بنِ مَالِكٍ رَضِـيَ الـلّٰـهُ عَـنْهُ فَإِنَّهُ مِن حَيثُ ثُبُوتُ صُحْبَتِهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُعَدُّ فِي طَبقةِ العَشرَةِ مَثَلاً وَمِن حَيثُ صِغَرُ السِّنِّ يُعَدُّ فِي طَبَقَةٍ بَـعدَهُم ، فَمَن نَظَرَ إِلَى الصَّحَابَةِ بِاعتِبَارِ الصُّحبَةِ جَعَلَ الجَمِيعَ طَبَقَةً وَاحِدَةً كَمَا صَنَعَ ابنُ حِبَّانَ وَغَيرُهُ۔

بعض اوقات ایک شخص دو طبقات (حیثیتوں) سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے ثبوت کے پیش نظر عشرہ مبشرہ (جیسے کبار صحابہ) کے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اور کم سنی کے باعث ان کے بعد والے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں۔ تو جس نے صحابہ کو محض صحبت کے اعتبار سے دیکھا ہے، اس نے تو سب کو ایک ہی طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ امام بن حبان رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

وَمَن نَظَرَ إِلَيهِم بِاعتِبَارِ قَدرٍ زَائِدٍ كَالسَّبقِ إِلَى الإِسْلامِ أَو شُهُودِ المَشَاهِدِ الفَاضِلَةِ وَالهِجرَةِ جَعَلَهُم طَبقَاتٍ۔ وَإِلى ذٰلِكَ جَنَحَ صَاحِبُ الطَّبقَاتِ أَبُو عَبدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بنُ سَعدٍ البَغدَادِيُّ وَكِتَابُهُ أَجمَعُ مَا جُمِعَ فِي ذٰلِكَ مِنَ الكُتُبِ۔

اور جس نے انہیں (صحابہ کو) اضافی قدر (دیگر حیثیت) مثلاً: اسلام قبول کرنے میں سبقت، خاص جنگی مہمات میں شرکت اور ہجرت کے اعتبار سے دیکھا ہے، اس نے ان کے طبقات بنا دیے ہیں۔ یہ انداز صاحب طبقات، ابوعبداللہ محمد بن سعد بغدادی نے اپنایا ہے۔ اور اس نوعیت کی جتنی بھی کتابیں ہیں ان میں سب سے زیادہ جامع (ضخیم) کتاب انہیں کی ہے۔ ❶

وَكَذٰلِكَ مَن جَاءَ بَعدَ الصَّحَابَةِ وَهُمُ التَّابِعُونَ: مَن نَظَرَ إِلَيهِم بِاعتِبَارِ الأَخْذِ عَن بَعضِ الصَّحَابَةِ فَقَد جَعَلَ الجَمِيْعَ طَبقَةً وَاحِدَةً كَمَا صَنَعَ ابنُ حِبَّانَ أَيضًا وَمَن نَظَرَ إِلَيهِم بِاعتِبَارِ اللِّقَاءِ قَسَّمَهُم كَمَا فَعَلَ مُحَمَّدُ بنُ سَعدٍ وَلِكُلٍ مِّنهُمَا وَجْهٌ۔

اور اسی طرح جو صحابہ کے بعد آئے ہیں، وہ تابعین ہیں۔ جس نے انہیں بعض صحابہ سے

❶ ان کی کتاب کا نام ''الطبقات الکبریٰ'' ہے۔ جو طبقات ابن سعد کے نام سے معروف ہے۔ پاکستان میں اردو ترجمہ کے ساتھ بھی میسر ہے۔ الحمد للہ

اخذ حدیث کے اعتبار سے دیکھا ہے اس نے ان سب کو ایک ہی طبقہ بنایا ہے۔ جیسا کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ اور جس نے انہیں (صحابہ کے ساتھ) ملاقات کے اعتبار سے دیکھا ہے اس نے انہیں طبقات میں تقسیم کر دیا ہے۔ جیسا کہ محمد بن سعد نے کیا ہے۔ اور (ہر اعتبار سے دیکھنے اور تقسیم کرنے والے) ہر ایک کی الگ الگ توجیہ ہے۔

✧ ...راویوں کی پیدائش اور وفات کی تاریخ:

وَمِنَ الْمُهِمِّ أَيْضًا مَعرِفَةُ مَوَالِيدِهِم وَوَفِيَّاتِهِم۔ لأنَّ بِمَعرِفَتِهَا يَحصُل الأمْنُ مِن دَعوَى الْمُدَّعِي لِلِقاءِ بَعضِهِم وَهُوَ فِي نَفْسِ الأمرِ لَيسَ كَذٰلِكَ۔

اور اسی طرح ان (راویوں) کی پیدائش اور وفات (کی تواریخ) سے متعلق معلومات ہونا بھی اہم معاملہ ہے۔ کیونکہ اس کی معرفت (معلومات) کی وجہ ان سے محفوظ رہا جاسکتا ہے جو بعض (شیوخ) سے ملاقات کا دعوی کرتے ہیں، جبکہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ ❶

✧ ...راویوں کے وطنوں کا علم:

وَمِنَ الْمُهِمِّ أَيْضًا مَعْرِفَةُ بُلدَانِهِم وَأَوطَانِهِم، وَفَائِدَتُهُ الأمْنُ مِن تَدَاخُلِ الإسْمَينِ إِذَا اتَّفَقَا لكِنِ افْتَرَقَا بِالنَّسبِ۔

اور اسی طرح ان (راویوں) کے شہروں اور ملکوں کی معلومات بھی اہم معاملہ ہے۔ اس کا فائدہ: اس تداخل (اشتباہ) سے حفاظت ہے کہ جب دو نام ایک جیسے ہوں لیکن ان کی نسبتیں الگ الگ ہوں۔

---

❶ یعنی انہوں نے حدیث بیان کرتے ہوئے ایسے الفاظ بیان کیے ہوتے ہیں جن سے بعض شیوخ سے ان کی ملاقات کا شبہ ہوتا ہے۔ یا وہ کسی شیخ سے ملاقات کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کی تاریخ پیدائش اور شیخ کی تاریخ وفات ان کے دعوے کی حقیقت کو واضح کر دیتی ہے۔

✧ ...راویوں پر جرح وتعدیل کا علم:

وَمِنَ الـمُهِـمِّ أَيْـضًا مَعرِفَةُ أَحوَالِهِم: تَعدِيلاً وَتَجْرِيحًا وَجَهَالَةً؛ لأنَّ الرَّاوِيَ إِمَّا أَن يُعرَفَ عَدَالَتُهُ أَو يُعرَفَ فِسْقُهُ أو لَا يُعرَفُ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ۔

اور اسی طرح ان (راویوں) پر جرح، تعدیل یا جہالت کے اعتبار سے ان کے حالات سے واقفیت بھی ایک اہم معاملہ ہے۔ کیونکہ راوی کے بارے میں یا تو اس کی عدالت معروف ہوتی ہے یا اس کا فسق (جرح)، یا اس کے بارے میں ان میں سے کوئی بھی معروف (معلوم) نہیں ہوتی۔

جرح وتعدیل کے مراتب:

وَمِـن أَهَمِّ ذٰلِكَ بَعدَ الاطِّلاعِ مَعْرِفَةُ مَرَاتِبِ الجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ۔ لأَنَّهُم قَـد يَـجرحُونَ الشَّخصَ بِمَا لا يَستَلْزِمُ رَدَّ حَدِيثِهِ كُلِّهِ وَقَد بَيَّنَّا أَسْبَابَ ذٰلِكَ فِيـمَـا مَـضـىٰ وَحَصَرنَاهَا فِي عَشْرَةٍ وَقَد تَقَدَّمَ شَرحُهَا مُفَصَّلاً۔ وَالـغَـرضُ هُـنَـا ذِكـرُ الأَلـفَـاظِ الـدَّالَّةِ فِـي اصطِلاحِهِم عَلىٰ تِلكَ المَرَاتِبِ۔

اس کے بعد ان جرح وتعدیل کے مراتب کی معلومات بھی اہم معاملہ ہے۔ کیونکہ بعض اوقات وہ (محدثین) کسی شخص پر ایسی جرح کرتے ہیں جو اس کی (بیان کردہ) حدیث کو بالکل ردّ کر دینا لازم نہیں کرتی۔ اور ہم نے اس (جرح) کے اسباب گزشتہ ابحاث میں بیان کر دیے ہیں۔ اور انہیں ہم نے دس میں محصور کیا ہے۔ اور اس کی تفصیل بھی بیان کردی ہے۔ (1) یہاں صرف محدثین کی ان اصطلاحات کا ذکر کرنا مقصود ہے جو (جرح کے) ان مراتب پر دلالت کرتی ہیں۔

---

(1) مراد ہے، اسبابِ طعن، جن کی بنا پر راوی مجروح ہوتا ہے۔ اور وہ اسباب دس ہیں۔ ان کی تفصیل گزر چکی ہے۔

✧...جرح کے مراتب:

وَلِلجَرْحِ مَرَاتِب: أَسْوَأُهَا الوَصْفُ بِمَا دَلَّ عَلَى المُبَالَغَةِ فِيهِ وَأَصْرَحُ ذٰلِكَ التَّعْبِيرِ بِأَفعَلَ كأَكذَب النَّاسِ، وكَذَا قَولُهُم: "إِلَيهِ المُنتَهى فِي الوَضْعِ" أَو هُوَ رُكنُ الْكَذِبِ وَنَحوُ ذٰلِكَ۔ ثُمَّ: دَجَّالٌ أَو وَضَّاعٌ أَو كَذَّابٌ؛ لأَنَّهَا وَإِن كَانَ فِيهَا نَوعُ مُبَالَغَةٍ لٰكِنَّهَا دُونَ الَّتِي قَبلَهَا۔ وَأَسْهَلُهَا أَي: الألفَاظِ الدَّالَّةِ عَلَى الْجَرحِ۔ قَولُهُم: فُلانٌ لَيِّنٌ أَوْ سَيِّءُ الْحِفظِ أَو فِيهِ أَدْنىٰ مَقَالٍ۔

اور جرح کے چند مراتب ہیں: ان میں سب سے برا (خطرناک) وہ وصف (جرح) ہے اس (جرح) میں مبالغہ کا مفہوم ادا کرے۔اور اس کی بہترین تعبیر، افعل، کے وزن پر ہے۔ جیسے ''اکذب الناس '' (لوگوں میں سب سے زیادہ جھوٹا)۔ اور اسی طرح (بری ترین جرح) یہ بھی ہے کہ وہ (محدثین) کہہ دیں کہ ''الیہ المنتھی فی الوضع '' (روایت گھڑنا تو اس پر ختم ہے)۔ یا (اس طرح کہیں) ''ھو رکن الکذب '' (یہ تو جھوٹ کا پلندہ/ستون ہے)۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر ''دجّال '' یا ''وضّاع'' یا ''کذّاب '' ہے۔ کیونکہ اگرچہ اس میں بھی مبالغہ کی جھلک ہے لیکن یہ ماقبل (أکذب، وغیرہ) سے کم درجہ ہے۔ اور ان میں یعنی جرح پر دلالت کرنے والے الفاظ میں سے ہلکا یہ ہے کہ وہ (محدثین) کہیں: ''فلان لیّن'' یا ''سیِّء الحفظ '' یا ''فیہ ادنیٰ مقال'' (اس کے بارے میں معمولی جرح ہے) وغیرہ۔

وَبَينَ أَسْوَءِ الْجَرحِ وَأَسْهَلِهِ مَرَاتِبُ لا تَخفىٰ۔ فَقَولُهُم: مَتْرُوكٌ أَو سَاقِطٌ أَو فَاحِشُ الْغَلطِ أَو مُنكَرُ الْحَدِيثِ أَشَدُّ مِن قَولِهِم: ضَعِيفٌ أَو لَيسَ بِالْقَوِيِّ أَو فِيهِ مَقَالٌ۔

اور جرح کے برے ترین اور ہلکے الفاظ کے درمیان میں بھی کچھ مراتب ہیں: جیسا کہ ان (محدثین) کا کہنا ہے: متروک، یا، ساقط، یا، فاحش الغلط، یا، منکر الحدیث، یہ ان

(درمیانی الفاظ) میں شدید (سخت) الفاظ ہیں۔ بنسبت: ضعیف، لیس بالقوی، یا فیہ مقال، وغیرہ کے۔

✧...تعدیل کے مراتب:

وَمِـنَ المُهِمِّ أَيْضًا: مَعرِفَةُ مَرَاتِبِ التَّعدِيلِ: وَأَرفَعُهَا الوَصْفُ أَيْضًا بِمَا دَلَّ عَـلَـى الـمُبَالَغَةِ فِيهِ وَأَصرَحُ ذٰلِكَ: التَّعْبِيرُ بِأَفْعَلَ كَأَوثَقِ النَّاسِ أَو أَثْبَتِ النَّاسِ أَو إِلَيهِ المُنتَهى فِي التَّبتِ۔ ثُمَّ مَا تَأَكَّدَ بِصِفَةٍ مِنَ الصِّفَاتِ الـدَّالَّةِ عَـلَى التَّعْدِيلِ۔ أَو وَصْفَينِ: كَثِقَةٍ ثِقَةٍ أَو ثَبْتٍ ثَبْتٍ أَو ثِقَةٍ حَافِظٍ أَو عَـدلٍ ضَابِطٍ أَو نَحوُ ذٰلِكَ۔ وَأَدْنَـاهَـا مَـا أَشعَرَ بِالقُربِ مِن أَسْهَلِ التَّـجْـرِيـحِ: كَشَيـخٍ وَيُروَى حَدِيثُهُ وَيُعتَبَرُ بِهِ وَنَحوِ ذٰلِكَ۔ وَبَينَ ذٰلِكَ مَرَاتِبُ لا تَخفَى۔

اسی طرح ایک اہم معاملہ، تعدیل کے مراتب کی پہچان بھی ہے۔ اور ان میں وہ وصف اعلی درجہ کا ہے جو مبالغہ کا مفہوم ادا کرے۔ اور اس میں سب سے نمایاں، افعل، کے وزن پر ہے۔ مثلاً: اوثق الناس، یا اثبت الناس، یا ثبت (عدالت) تو اس پر ختم ہے، پھر وہ (اوصاف ہیں) جو تعدیل پر دلالت کرنے والے اوصاف میں تاکید کا مفہوم پیدا کریں۔ یا دو وصف (جمع) ہوں۔ جیسا کہ "ثـقة ثـقة" یا "ثبـت ثبـت" یا "ثـقة حافظ" یا "عـدل ضابط" وغیرہ۔ اور ان (تعدیل کے مراتب) میں سب سے ہلکا وہ وصف ہے جو جرح کے ہلکے ترین الفاظ کے قریب ہو۔ جیسا کہ: ''شیخ'' اور ''یـروی حدیثہ'' (اس کی حدیث بیان کی جاسکتی ہے)، اور ''یـعتبر بہ'' وغیرہ۔ اور ان کے درمیان بھی کچھ ایسے مراتب ہیں جو پوشیدہ نہیں ہیں۔

جرح وتعدیل کے احکام:

وَهٰـذِهِ أَحكَامٌ يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ ذُكِرَتْ هَا هُنَا لِتَكْمِلَةِ الفَائِدَةِ فَأَقُولُ: تُقبَلُ التَّـزْكِيَّةُ مِـن عَـارِفٍ بِأَسْبَابِهَا لا مِن غَيرِ عَارِفٍ؛ لِئَلَّا يُزَكِّيَ بِمُجَرَّدِ مَا

يَظْهَر لَهُ ابْتِداءً مِنْ غَيرِ مَمَارَسَةٍ وَاختِبَارٍ وَلَو كَانَتِ التَّزْكِيَّةُ صَادِرَةً مِن مُـزَكٍّ وَاحِدٍ عَلَى الأَصَحِّ خِلافًا لِمَنْ شَرَطَ أَنَّها لا تُقبل إلاَّ مِن اثنَين؛ إِلْحَاقًا لَهَا بِالشَّهَادَةِ فِي الأَصَحِّ أَيْضًا۔وَالفَرقُ بَينَهُمَا: أَنَّ التَّزْكِيَّةَ تُنَزَّلُ مَـنْـزِلَةَ الحُكْمِ؛ فَلا يُشتَرَطُ فِيهَا الْعَدَدُ وَالشَّهَادَةُ تَقَعُ مِنَ الشَّاهِدِ عِندَ الْحَاكِمِ؛ فَافتَرَقَا۔

یہ احکام، اس (جرح و تعدیل) کے متعلق ہیں اس لیے انہیں یہاں فائدہ کی تکمیل کی غرض سے ذکر کر دیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تزکیہ (تعدیل) صرف اسی سے قبول ہوگا جو اسباب تزکیہ سے واقف ہو، نہ کہ غیر واقف سے۔ یہ پابندی اس لیے ہے تا کہ غیر عارف ابتداء ہی سے بغیر امتحان اور مہارت کے محض سرسری نظر سے ہی تزکیہ نہ کرنے لگ جائے۔ صحیح موقف یہ ہے، ایک ہی آدمی سے تزکیہ قبول کیا جا سکتا ہے، بخلاف اس کے جس نے یہ شرط لگا دی کہ تزکیہ دو سے کم افراد سے قبول نہ کیا جائے۔ جیسے شہادت کے لیے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور ان دونوں (تزکیہ اور شہادت) میں فرق یہ ہے کہ تزکیہ حکم کے درجہ میں ہے اس لیے اس میں تعدد شرط نہیں؛ اور شہادت تو حاکم کے سامنے شہادت دینے والے کی طرف سے آتی ہے۔ (یہ حکم کا درجہ نہیں رکھتی) لہذا دونوں میں فرق ہوگیا۔

وَلَـو قِيـلَ: يُـفَـصَّـلُ بَينَ مَا إِذَا كَانَتِ التَّزكِيَّةُ فِي الرَّاوِي مُستَنِدَةً مِنَ المُزَكِّي إِلىٰ اجْتِهَادِهِ أَوْ إِلَى النَّقْلِ عَن غَيرِهِ لَكَانَ مُتَّجِهًا؛ لأَنَّهُ إِن كَانَ الأَوَّلَ فَـلا يُشْتَـرَطُ فِيهِ العَدَدُ أَصْلاً؛ لأَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ بِمَنْزِلَةِ الْحَاكِمِ وَإِن كَـان الثَّـانِيَ فَيَجرِي فِيهِ الْخِلافُ۔ وَيَتَبَيَّن أَنَّهُ أَيْضًا لا يُشتَرَطُ فِيهِ الـعَدَدُ؛ لأَنَّ أَصلَ النَّقلِ لا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْعَدَدُ؛ فَكَذَا مَا تَفَرَّعَ عَنهُ۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

اور اگر کہا جائے کہ فرق اس طرح کیا گیا ہے کہ تزکیہ (تعدیل) کرنے والے کی طرف

سے راوی کا تزکیہ اجتہاد پر مبنی ہو یا کسی سے نقل کیا ہو پھر یہ قابل توجیہ ہے کہ اگر پہلا یعنی اجتہاد ہے تو پھر اس میں عدد بالکل شرط نہیں کیونکہ وہ (تزکیہ کرنے والا) اس صورت میں حاکم کے درجہ میں ہے اور اگر دوسرا (نقل شدہ) ہوتو پھر اس میں اختلاف ہے اور ظاہر یہی ہے کہ اس میں بھی عدد شرط نہیں کیونکہ نقل میں عدد کی شرط نہیں لگائی جاتی۔ اسی طرح جو اس سے متفرع (مختلف) ہوگا اس میں بھی عدد کی شرط نہیں ہوگی۔

✧... ہر جرح کرنے والے کی جرح قابل قبول نہیں:

وَيَنْبَغِي أَن لا يُقْبَلَ الجَرحُ وَالتَّعدِيلُ إِلَّا مِن عَدلٍ مُتَيَقِّظٍ؛ فَلا يُقبَلُ جَرحُ مَن أَفرَطَ فِيهِ؛فَجَرَحَ بِمَا لا يَقْتَضِي رَدَّ حَدِيثِ الْمُحَدِّثِ كَمَا لا يُقْبَلُ تَزْكِيَةُ مَن أَخَذَبِمُجَرَّدِالظَّاهِرِ؛ فَأَطْلَقَ التَّزْكِيَةَ۔وَقَالَ الذَّهْبِي وَ هُوَ مِن أَهلِ الاستِقرَاءِ التَّامِّ فِي نَقدِ الرِّجَالِ: لَم يَجتَمِع اثْنَان مِن عُلَمَاءِ هٰذَا الشَّأن قَطُّ عَلَى تَوثِيقِ ضَعِيفٍ وَلا عَلَى تَضعِيفِ ثِقَةٍ۔ انْتَهَى۔

ضروری یہ ہے کہ جرح وتعدیل ہر ایک کی قبول نہ کی جائے بلکہ صرف اسی شخص کی قبول کی جائے جو عادل اور باشعور ہو اور اس شخص کی جرح معتبر نہیں جو جرح میں افراط (مبالغہ) کرے، تو وہ ایسے سبب سے جرح کر دے گا جو کسی محدث کی حدیث کے رد کا تقاضا نہیں کرتا، جیسا کہ اس شخص کا تزکیہ قبول نہیں کی جاتا جو محض ظاہر کا اعتبار کر کے تزکیہ (تعدیل) کردے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ جو کہ نقد رجال کے سلسلے میں استقراء تام (مکمل مہارت اور شعور) رکھتے ہیں، فرماتے ہیں کہ آج تک دو عالم (نقاد) کسی ضعیف کی توثیق یا کسی ثقہ کی تضعیف پر جمع نہیں ہوئے۔ (امام ذہبی کی بات ختم ہوئی)۔

وَلِهٰذَا كَانَ مَذهَبُ النَّسَائِي أن لا يُترَكُ حَدِيثُ الرَّجُلِ حَتَّى يَجتَمِعَ الْجَمِيعُ عَلَى تَركِهِ۔ وَلْيَحْذَرِ الْمُتَكَلِّمُ فِي هٰذَا الفَنِّ مِنَ التَّسَاهُلِ فِي الْجَرحِ وَالتَّعدِيلِ؛ فَإِنَّهُ إِن عَدَّلَ بِغَيرِ تَثْبُتٍ كَانَ كَالمُثبِتِ حُكْمًا لَيسَ بِثَابِتٍ فَيُخشَى عَلَيهِ أَن يَدخُلَ فِي زُمرَةِ مَن رَوَى حَدِيثًا وَهُوَ يُظَن أَنَّهُ

كَـذِبٌ۔ وَإِنْ جَـرَحَ بِـغَيرِ تَحَرّزٍ أَقدَمَ عَلَى الطَّعنِ فِى مُسلِمٍ بَرِىءٍ مِن ذٰلِكَ وَوَسَمَهُ بِمِيسَمِ سُوءٍ يَبقِى عَلَيهِ عَارُهُ أَبَدًا۔

اسی وجہ سے امام نسائی کا موقف یہ تھا کہ کسی کی حدیث اس وقت تک ترک نہ کی جائے جب تک اس کے ترک پر تمام ناقدین کا اجماع نہ ہو جائے۔ اس فن میں کلام کرنے والے کو جرح و تعدیل کے سلسلے میں نرمی برتنے سے احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ اگر اس نے خلاف واقعہ تعدیل کر دی تو گویا غیر ثابت کو ثابت کرنے والا ہوگا اس کے بارے میں خدشہ یہ ہے کہ وہ اس زمرہ میں داخل نہ ہو جائے کہ جس نے حدیث روایت کی اور وہ (روایت) جھوٹ معلوم ہورہی ہے اور اگر اس نے احتیاط کے بغیر ہی جرح کر دی تو گویا اس نے ایک مسلمان پر طعن کا اقدام کیا جو اس سے بری تھا۔ اور اس نے اس کو برے وصف سے داغ دار کر دیا جس کا دھبہ اس پر ہمیشہ رہے گا۔

وَالآفَةُ تَـدخُـلُ فِـى هٰـذَا تَـارَةً مِنَ الهَوَى وَ الْغَرضِ الْفَاسِدِ۔ وَ كَلامُ الْـمُتَـقَدِّمِينَ سَالِمٌ مِن هٰذَا غَالِبًا۔ وَتَارَةً مِنَ المُخَالَفَةِ فِى العَقَائِدِ وَهُوَ مَـوجُـودٌ كَثِيـرًا قَـدِيْمًا وَحَدِيْثًا۔ وَلا يَنبَغِى إِطلاقُ الجَرْحِ بِذٰلِكَ فَقَد قَدَّمْنَا تَحقِيقَ الحَالِ فِى الْعَمَلِ بِرِوَايَةِ المُبْتَدِعَةِ۔

اور یہ آفت یعنی خلاف واقعہ جرح، بعض اوقات خواہش نفس کی وجہ سے اور بعض اوقات کسی فاسد (بری) غرض کی وجہ سے داخل ہوتی ہے۔ اور متقدمین کا کلام اس سے محفوظ ہے۔ اور بعض اوقات عقائد میں اختلاف کی بنا پر ایسا ہوتا ہے اور ایسا بہت ہوا ہے پہلے بھی اور اب بھی۔ جبکہ اس صورت میں جرح درست نہیں۔ بدعتی کی روایت پر عمل کے سلسلے میں ہم تحقیق پہلے بیان کر چکے ہیں۔

✧ ...جرح تعدیل پر مقدم ہے:

وَالـجَـرْحُ مُـقَـدَّمٌ عَلَى التَّعدِيلِ وَأَطلَقَ ذٰلِكَ جَمَاعَةٌ وَلٰكِنَّ مَحَلُّهُ إِن صَـدَرَ مُبَيَّنًا مِن عَارِفٍ بِأَسْبَابِهِ؛ لأَنَّه إِن كَانَ غَيرَ مُفَسَّرٍ لَم يَقدَح فِيمَن

ثَبَتَتْ عَـدَالَتُهُ وَإِن صَدَرَ مِن غَيرِ عَارِفٍ بِالأَسْبَابِ لَم يُعتَبَر بِهِ أَيْضًا۔ فَإِن خَلَا الْـمَـجْـرُوحُ عَـن تَـعْدِيلٍ قُبِلَ الْجَرحُ فِيهِ مُجْمَلاً غَير مُبَيَّنِ السَّبَبِ إِذَا صَدَرَ مِن عَارِفٍ عَلَى الْمُخْتَارِ لأَنَّهُ إِذَا لَم يكُن فِيهِ تَعدِيلٌ فَهُوَ فِي حَيِّزِ المَجْهُولِ وَإِعْمَالُ قَولِ الْمُجَرِّح أَولىٰ مِن إِهمَالِهِ۔ وَمَالَ ابنُ الصَّلاحِ فِي مِثلِ هٰذَا إِلَى التَوَقُّفِ فِيهِ۔

جرح تعدیل پر مقدم ہے۔علماء کی ایک جماعت نے مطلقاً جرح کو تعدیل پر مقدم قرار دیا ہے۔لیکن اس کا محل یہ ہے کہ اگر کسی، جرح کے اسباب کا علم رکھنے والے سے تفصیلی جرح ثابت ہو تو پھر ٹھیک ہے۔ کیونکہ اگر جرح غیر مفصل اس شخص کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتی، جس کی عدالت ثابت ہے۔اور اگر جرح! کسی، اسباب سے ناواقف کی طرف سے صادر ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اگر مجروح راوی جرح مجمل سے پہلے تعدیل سے خالی تھا، جبکہ وہ (اس کی جرح، اسباب جرح کے) عالم کی طرف سے صادر ہو تو قول مختار کے مطابق ایسی غیر واضح جرح بھی قبول کی جائے گی۔ کیونکہ اس میں تعدیل نہیں۔تو وہ مجہول کی حیثیت میں ہوا اور جارح کے قول کو ترک کرنے کی بجائے اس پر عمل کرنا بہتر ہے۔ اور ابن صلاح اس صورت میں توقف کرنے کی جانب مائل ہوئے ہیں۔



راویوں کے نام اور کنیتیں

[فصل] ❶

وَمِنَ المُهِمِّ فِي هٰذَا الفَنِّ: مَعرِفَةُ كُنَى الْمُسَمَّينَ مِمَّنِ اشْتُهِرَ بِاسْمِهِ وَلَهُ كُنيَةٌ لا يُؤمَن أَن يأتِيَ فِي بَعضِ الرِّوَايَاتِ مَكنِيًّا؛ لِئَلَّا يُظَنَّ أَنَّهُ آخَرُ۔

اور اس فن کے اہم امور میں سے ایسے رواۃ کی کنیتوں کو جاننا بھی ہے جو ناموں سے مشہور ہیں۔ اور ان کی کنیت بھی ہے۔ کیونکہ وہ اس چیز سے محفوظ نہیں کہ جب انہیں کسی روایت میں کنیت کے ساتھ ذکر کیا جائے تو اس سے یہ گمان ہو کہ یہ کوئی دوسرا راوی ہے۔

وَمَعْرِفَةُ أَسْمَاءِ المُكَنّين وَهُوَ عكْسُ الَّذِي قَبلَهُ۔ وَمَعرِفَةُ مَنِ اسْمُهُ كُنيَتُهُ وَهُم قَلِيلٌ۔ وَمَعرِفَةُ مَنِ اختُلِفَ فِي كُنيَتِهِ وَهُم كَثِيرٌ۔ وَمَعرِفَةُ مَن كَثُرَت كُنَاهُ كَابْنِ جُرَيج لَهُ كُنيَّتَان: أَبُو الوَلِيدِ وَأَبُو خَالِدٍ۔

اور اس اول الذکر کے برعکس ایسے راویوں کے ناموں کا جاننا بھی ضروری ہے جو کنیتوں سے مشہور ہیں ۔ اور جس راوی کا نام ہی کنیت ہو اس کا جاننا بھی ضروری ہے اور یہ کم ہیں۔ اور جن کنیتوں میں اختلاف ہے انہیں جاننا بھی ضروری ہے اور ایسے راویوں کی کثرت ہے۔ اور جن کی کنیتیں کثرت سے ہوں ان کا جاننا بھی ضروری ہے جیسے کہ ابن جریج ہے کہ ان کی دو کنیتیں ہیں: ابوالولید، اور ابو خالد۔

❶ راویوں کے نام اور کنیتوں کا معاملہ نہایت اہم اور حساس ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت کے پیش نظر مصنف نے راویوں کے نام اور کنیت سے متعلق احکام کو خاتمہ میں ایک الگ فصل کے طور پر بیان کیا ہے،

أَوْ كَثُرَتْ نُعُوتُهُ وَأَلْقَابُهُ۔ وَمَعرِفَةُ مَن وَافَقَت كُنِيَّتُهُ اسْمَ أَبِيهِ كَأَبِي إِسحَاقَ إِبرَاهِيمَ بنِ إِسْحَاقَ المَدَنِيِّ أَحَدِ أَتبَاعِ التَّابِعِينَ۔ وَفَائِدَةُ مَعرِفَتِهِ نَفيُ الغَلَطِ عَمَّن نَسَبَهُ إِلىٰ أَبِيهِ فَقَالَ: أَخبَرَنَا ابنُ إِسحَاقَ؛ فَنُسِبَ إِلى التَّصحِيفِ وَأَنَّ الصَّوَابَ: أَخْبَرَنَا أَبو إِسحَاقَ۔ أَو بِالعَكسِ: كَإِسحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِي۔

یا جس کے القاب اور اوصاف بکثرت ہوں ان کو جاننا بھی ضروری ہے۔اس کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے کہ جس کی کنیت اس کے والد کے نام کے موافق ہو مثلاً ابو اسحاق ابراہیم بن اسحٰق مدنی، جو تابعین میں سے ہیں۔ اور اس صورت حال کو جاننے کا فائدہ یہ ہے کہ اس شخص سے غلطی کا امکان ختم ہو سکے جو اس (راوی) کو اس کے باپ کی طرف منسوب کر کے یوں کہہ دے: اخبرنا ابن اسحاق، جبکہ اسے غلطی کی طرف منسوب کیا جائے گا (یعنی غلط قرار دیا جائے گا)۔ اور یوں کہا جائے گا کہ درست یہ ہے کہ اخبرنا ابواسحاق۔ یا اس کے برعکس جیسے: اسحاق بن ابی اسحاق سبیعی۔

أَو وَافَقَت كُنِيَّتُهُ كُنِيَّةَ زَوجَتِهِ كَأَبِي أَيُّوبَ الأنصَارِيِّ وَأُم أَيُّوبَ صَحَابِيَّانِ مَشْهُورَانِ۔

اور اس راوی کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے جس کی کنیت اس کی بیوی کی کنیت کے موافق ہو۔ جیسے: ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، ام ایوب رضی اللہ عنہا، دو مشہور صحابی ہیں۔ ❶

أَوْ وَافَقَ اسْمُ شَيخِهِ اسْمَ أَبِيهِ كَالرَّبِيعِ بْنِ أَنسٍ عَن أَنسٍ۔ هٰكَذَا يَأْتِي فِي الرِّوَايَاتِ فَيُظَنُّ أَنَّهُ يَروِي عَن أَبِيهِ۔ كَمَا وَقَعَ فِي الصَّحِيحِ عَن عَامِرِ بنِ سَعدٍ عَن سَعدٍ، وَهُوَ أَبُوهُ وَلَيسَ أَنسٌ شَيخُ الرَّبِيعِ؛ وَالِدَهُ۔

---

❶ یہ دونوں میاں بیوی ہیں اور یہ انصار صحابہ میں سے ہیں۔ معروف ترین بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے رکی تھی۔

بَـل أَبُـوهُ بِـكْـرِيٌّ وَشَيـخُـهُ أَنْـصَارِيٌّ وَهُوَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الصَّحَابِيُّ الْمَشْهُورُ وَلَيسَ الرَّبِيعُ الْمَذْكُورُ مِن أَوْلادِهِ۔

یا اس (راوی) کے استاذ کا نام اس کے والد کے نام کے موافق ہو جائے مثلاً ربیع بن انس (اپنے استاذ) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، بعض روایات میں اسی طرح ہے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ (ربیع) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ جیسے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ عامر بن سعد سے (روایت) ہے کہ وہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور یہاں تو وہ (سعد) اس (عامر) کے والد ہیں۔ لیکن ربیع کے استاذ، انس، اس کے والد نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے والد ''بکری'' ہیں اور ان کے شیخ (انس) انصاری ہیں۔ جو کہ انس بن مالک مشہور صحابی ہیں۔ اور ربیع، ان کی اولاد میں سے نہیں ہیں۔

باپ کی بجائے غیر کی طرف منسوب راوی:

وَمَعرِفَةُ مَن نُسِبَ إِلىٰ غَيرِ أَبِيهِ: كَالْمِقْدَادِ بنِ الأَسْوَدِ نُسِبَ إِلَى الأَسْوَدِ الزُّهَرِيِّ لِكَونِهِ تَبَنَّاهُ وَإِنَّمَا هُوَ الْمِقْدَادُ بنُ عَمْرٍو۔ أَو إِلىٰ أُمِّهِ كَابنِ عُلَيَّةَ هُوَ إِسْمَاعِيلُ بنُ إِبْرَاهِيمَ بنِ مِقسَمٍ أَحَدُ الثِّقَاتِ وَعُلَيَّةُ اسْمُ أُمِّهِ اشْتُهِرَ بِهَا وَكَانَ لا يُحِبُّ أَن يُقَالَ لَهُ: ابنُ عُلَيَّةَ؛ وَلِهٰذَا كَانَ يَقولُ الشَّافِعِيُّ: أَخبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ: ابْنُ عُلَيَّةَ۔

اور اس راوی کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے جو اپنے والد کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب ہو۔ جیسا کہ مقداد بن اسود، جو اسود زہری کی طرف منسوب ہیں۔ کیونکہ انہوں نے انہیں لے پالک بنا لیا تھا۔ اور اصل میں یہ مقداد بن عمرو ہیں۔ ❶ یا جو راوی، اپنی ماں کی طرف منسوب ہو۔ جیسے ابن علیّہ۔ ان کا اصل نام اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم ہے۔ آپ ثقات میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام علیہ تھا۔ ان کا نام

❶ اسود زہری، رسول اللہ ﷺ کے حقیقی ماموں ''عبدیغوث'' کا بیٹا تھا۔ بنوزہرہ سے تعلق کی بنا پر زہری ہے۔ اسود بن عبدیغوث مسلمانوں کا صف اول کا دشمن تھا۔ اس کا بیٹا عبدالرحمٰن بن اسود مسلمان ہو گیا تھا۔

اپنی ماں کی نسبت سے مشہور ہوگیا۔ آپ ابن علیہ کہلوانا پسند نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اسماعیل نے خبر دی جنہیں ابن علیہ کہا جاتا ہے۔

راوی کی خلاف واقعہ نسبت:

أَو نُسِبَ إِلىٰ غَيرِ مَا يَسْبَق إِلَى الْفَهْمِ: كَالحَذَّاءِ ظَاهِرُهُ أَنَّهُ مَنْسُوبٌ إِلىٰ صِنَاعَتِهَا أَوْ بَيعِهَا وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَإِنَّمَا كَانَ يُجَالِسُهُم؛ فَنُسِبَ إِلَيهِمْ۔ وَكَسُلَيْمَانَ التَّيمِيِّ لَمْ يَكُن مِن بَنِي التَّيْمِ وَلٰكِن نَزَلَ فِيهِمْ۔

اور اس راوی کو جاننا بھی ضروری ہے جو کسی ایسی چیز کی طرف منسوب ہو جو ذہن میں جلدی نہ آتی ہو۔ مثلاً: حذّا (موچی)۔ اس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ یہ جوتا سازی کے پیشے یا ان کی تجارت کی طرف منسوب ہے۔ حالانکہ واقع اس طرح نہیں بلکہ یہ ان (موچیوں) کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ چنانچہ انہی کی طرف منسوب ہوگئے۔ اسی طرح سلیمان تیمی ہیں۔ یہ بنو تیم میں سے نہیں تھے۔ بلکہ ان میں (بطور مہمان) رہے تھے۔

دادا کی طرف منسوب راوی:

وَكَذَا مَن نُسِبَ إِلىٰ جَدِّهِ؛ فَلا يُؤمَن التِبَاسَهُ بِمَن وَافَقَ اسْمُهُ وَاسمُ أَبِيهِ اسمَ الْجَدِّ الْمَذْكُورِ۔ وَمَعرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اسْمُهُ وَاسمُ أَبِيهِ وَجَدِّهِ كَالْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِب وَقَد يَقَعُ أَكْثَرُ مِن ذٰلِكَ۔ وَهُوَ مِن فُرُوعِ الْمُسَلسَلِ۔

اور اسی طرح وہ راوی (جاننا بھی ضروری ہے) جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہو۔ تاکہ اس شخص کے ساتھ التباس سے بچا جا سکے جس کا نام اس کے نام کے موافق ہو۔ اور اس (راوی) کے والد کا نام اس کے مذکورہ دادا کے موافق ہو۔ اور اس راوی کو جاننا بھی ضروری ہے جس کا نام اس کے والد اور اس کے دادا کے نام جیسا ہو۔ جیسے حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب۔ اور بعض اوقات اس سے زائد بھی ہوتا ہے۔ اور یہ مسلسل کی فروع میں سے ہے۔

راوی کے باپ، دادا، پردادا وغیرہ کے ناموں کا ایک جیسا ہونا:

وَقَد يَتَّفِقُ الإسْمُ وَاسْمُ الأَبِ مَع اسْمِ الْجَدِّ وَ اسْمِ أَبِيهِ فَصَاعِدًا۔ كَأَبِى اليَمنِ الكِنْدِى هُوَ زَيدُ بنُ الْحَسنِ بْنِ زَيدِ بنِ الْحَسنِ بن زَيْد بنِ الْحَسن۔

اور کبھی راوی کا نام اس کے والد کے نام کے ساتھ، اور والد کا نام اس کے دادا کے نام کے ساتھ اور دادا کے والد کے نام کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اور اس سے آگے تک جیسے ابوالیمن کندی ہے۔ کہ وہ زید بن حسن بن زید بن حسن بن زید بن حسن ہے۔

راوی کے شیخ، شیخ الشیخ، وغیرہ کے ناموں کا ایک جیسا ہونا:

أَو يَتَّفِقُ اسْمُ الرَّاوِى وَاسْمُ شَيخِهِ وَشَيخِ شَيْخِهِ فَصَاعِدًا: كَعِمرَانَ عَن عِمْرَان عَن عِمْرَانَ۔ الأَوَّلُ: يُعْرَفُ بِالْقَصِيرِ وَالثَّانِى: أَبُو رَجَاءِ العُطَارِدِىُّ وَالثَّالثُ: ابنُ حُصَين الصَّحَابِىُّ۔ وَكَسُلَيمَانَ عَن سُلَيْمَانَ عَن سُلَيمَانَ۔ الأَوَّلُ: ابنُ أَحْمَدَبنِ أَيُوبَ الطَّبرانىُّ وَالثَّانِى: ابنُ أَحْمَدَ الوَاسِطىُّ وَالثَّالِثُ: ابنُ عَبدِالرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِىُّ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ بْنَتِ شُرَحْبِيلَ۔

یا راوی کا نام اور اس کے شیخ (استاذ) کا اور استاذ کے استاذ کا اوپر تک نام ایک ہی ہو۔ مثلاً: ''عمران عن عمران عن عمران'' پہلے عمران کو عمران قیصر کہتے ہیں دوسرے عمران ابورجاء عطاردی ہیں اور تیسرے عمران بن حصین مشہور صحابی ہیں۔ اسی طرح (اس کی دوسری مثال) سلیمان عن سلیمان عن سلیمان۔ ان میں سے پہلے ابن احمد ایوب طبرانی ہیں دوسرے ابن احمد واسطی ہیں اور تیسرے سلیمان ابن عبدالرحمٰن دمشقی ہیں جو ابن بنت شرحبیل کے نام سے مشہور ہیں۔

راوی اور اس کے شیخ کا ہم نام ہونا:

وَقَد يَقَعُ ذٰلِكَ لِلرَّاوِى وَشَيخِهِ مَعًا كَأَبِى العُلاءِ الهَمَدَانِى العَطَّار

مَشْهُورٌ بِالرِّوَايَةِ عَن أَبِي عَلِيٍّ الأَصْبَهَانِيِّ الحَدَّادِ وَكُلٌّ مِنْهُمَا اسْمُهُ الْحَسنُ بنُ أَحمَدَ بنِ الحَسنِ بنِ أَحمدَ بن الحَسنِ بنِ أَحمدَ فَاتَّفَقَا فِي ذٰلِكَ وَافتَرَقَا فِي الكُنِيَّةِ وَالنِّسْبَةِ إِلَى الْبَلَدِ وَالصَّنَاعَةِ۔ وَصَنَّفَ فِيهِ أَبُو مُوسَى الْمَدِينِي جُزءًا حَافِلاً۔

اور بعض اوقات یہ صورت حال راوی اور شیخ دونوں میں ایک ساتھ ہوتی ہے۔ مثلاً ابوالعلاء ہمدانی عطار ہے جو ابوعلی اصبہانی حداد سے روایت کرنے میں مشہور ہیں۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کا نام حسن بن احمد بن حسن بن احمد بن حسن بن احمد ہے۔ اس میں یہ دونوں متفق ہیں اور کنیت اور شہر وصنعت کی طرف نسبت میں مختلف ہیں۔ اور اس موضوع پر ابوموسیٰ مدینی نے ایک وسیع جزء لکھا ہے۔ [1]

شیخ اور شاگرد کا ہم نام ہونا:

وَمَعرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اسْمُ شَيْخِهِ وَالرَّاوِي عَنهُ۔ وَهُوَ نَوعٌ لَطِيفٌ لَم يَتَعَرَّضْ لَهُ ابنُ الصَّلاحِ۔ وَفَائِدَتُهُ رَفْع اللَّبْسِ عَمَّن يُظَنُّ أَنَّ فِيهِ تكرَارًا أَوِ انْقِلَابًا۔ فَمِن أَمثِلَتِهِ:البُخَارِيُّ رَوَى عَن مُسْلِمٍ وَرَوَى عَنهُ مُسْلِمٌ فَشَيخُهُ مُسلِمُ بْنُ إبرَاهِيمُ الفَرَادِيسِى البَصَرِي وَالرَّاوِي عَنْهُ مُسْلِمُ بْنُ الحَجَّاجِ القُشَيرِيُّ صَاحِبُ الصَّحِيحِ۔ وَكَذَا وَقَعَ ذٰلِكَ لِعَبدِ بنِ حُمَيدٍ أَيْضًا، رَوَى عَنْ مُسلِمِ بنِ إِبرَاهِيمَ وَرَوَى عَنهُ مُسْلِمُ بنُ الْحَجَّاجِ فِي صَحِيْحِهِ حَدِيْثًا بِهٰذِهِ التَّرجَمَةِ بِعَينِهَا۔

اور اس راوی کی معرفت بھی اہم امور میں سے ہے کہ جس راوی کے شیخ اور اس کے شاگرد کا نام ایک جیسا ہو۔ اور یہ بہت ہی لطیف بحث ہے۔ ابن صلاح نے اسے ذکر نہیں کیا۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس شخص سے التباس دور ہوجائے گا کہ جسے یہ گمان ہوگیا کہ (راوی، اس کے شاگرد اور اس کے استاذ کے ناموں کی جگہ) تکرار ہوگیا ہے۔

---

[1] جزء سے مراد کسی ایک موضوع پر مختلف راویوں سے روایت شدہ احادیث کا مجموعہ ہے۔

(یعنی ایک ہی نام بار بار آ گیا ہے)۔ یا الٹ ہوگیا ہے اس کی مثالوں میں ایک یہ ہے کہ بخاری نے مسلم سے روایت کی اور مسلم نے بخاری سے روایت کی، بخاری کے شیخ مسلم بن ابراہیم الفراہیدی البصری ہیں اور بخاری سے روایت کرنے والے (بخاری کے شاگرد) مسلم بن الحجاج القشیری ہیں۔ جو کہ ''صحیح'' کے مؤلف ہیں۔ اسی طرح عبدبن حمید کی بھی روایت ہے کہ انہوں نے مسلم بن ابراہیم سے روایت کی اور ان سے مسلم بن الحجاج نے اپنی صحیح میں بعینہٖ اسی عنوان سے روایت کی ہے۔

وَمِنْهَا: يَحيَى بنُ أَبِي كَثِيرٍ: رَوَى عَن هِشَامٍ وَرَوَى عَنْهُ هِشَامٌ: فَشَيْخُهُ هِشَامُ بْنُ عُروَةَ وَهُوَ مِن أَقرَانِهِ وَالرَّاوِي عَنهُ هِشَامُ بنُ أَبِي عَبدِاللّٰهِ الدُّسْتَوَائِيُّ۔ وَمِنْهَا: ابنُ جُرَيجٍ رَوَى عَن هِشَامٍ وَرَوَى عَنهُ هِشَامٌ۔ فَالأَعلَى ابنُ عُروَةَ وَالأَدْنَى ابْنُ يُوسُفَ الصَّنْعَانِي۔وَمِنْهَا: الْحَكَم بن عُتَيبَةَ يَروِي عَن ابْنِ أَبِي لَيلىٰ وَعَنْهُ ابْنُ أَبِي لَيلىٰ فَالأَعلىٰ عَبدُالرَّحمٰنِ وَالأَدْنىٰ مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِالرَّحمٰن الْمذكورِ۔وَأَمْثِلَتُهُ كَثِيْرَةٌ۔

اسی طرح یحیٰی بن ابی کثیر کی روایت ہے۔ کہ انہوں نے ہشام سے روایت کی اور ان سے ہشام نے روایت کی۔ ان کے شیخ تو ہشام بن عروہ ہیں اور ان کے ہم عصر ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی ہیں۔ اسی طرح ابن جریج ہیں۔ انہوں نے ہشام سے روایت کی ہے اور ان سے ہشام نے روایت کی ہے۔ جو شیخ ہیں وہ ابن عروہ ہیں اور شاگرد وہ ابن یوسف صنعانی ہیں۔ اسی طرح حکم بن عتیبہ ہیں یہ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن ابی لیلیٰ بھی روایت کرتے ہیں۔ تو استاذ، عبدالرحمٰن ہیں اور شاگرد، اسی مذکور ''عبدالرحمٰن'' کا بیٹا ہے۔ اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔

مجرد (نسبت وکنیت سے خالی) نام والے راوی کی شناخت:

وَمِنَ المُهِمِّ فِي هٰذَا الفَنِّ: مَعرِفَةُ الأَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَةِ وَقَد جَمَعَهَا

جَـمَـاعَةٌ مِـنَ الأئِـمَّةِ۔ فَـمِـنهُـمْ مَـنْ جَمَعَهَا بِغَيرِ قَيدٍ كَابنِ سَعدٍ فِى الـطَّبْـقَـاتِ وَابنِ أَبِى خَيثَمَةَ وَالبُخَارِيِّ فِى تَارِيخِهِمَا وَابنِ أَبِى حَاتَمٍ فِى الْجَرحِ وَالتَّعدِيلِ۔

اس فن میں اہم ترین علم اسمائے مجردہ (محض نام) کا ہے یعنی وہ اسماء جو کنیت وغیرہ سے خالی ہوں۔ علماء کی ایک جماعت نے تمام راویوں کے ناموں کو جمع کیا ہے۔ بعض نے انہیں بلا کسی قید کے جمع کیا ہے، جیسے ابن سعد نے طبقات میں، ابن ابی خیثمہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے جرح وتعدیل میں۔

وَمِـنْهُـم مَنْ أَفْرَدَ الثِّقَات كَالعِجلِى وَابنِ حِبَّانَ و ابنِ شَاهِينَ۔ وَمِنهُمْ مَـنْ أَفـرَدَ المَجْرُوحِينَ كَابنِ عَدِيٍّ وَابنِ حِبَّانَ أَيْضًا۔ وَمِنهُم مَن تَقَيَّدَ بِـكِتَابٍ مَخْصُوصٍ كَرِجَالِ البُخَارِيِّ لأَبِى نَصرِ الْكَلابَاذِى، وَرِجَالِ مُسـلِـمٍ لأَبِـى بَكرِ بنِ مَنجَوَيْه وَرِجَالِهِمَا مَعًا لأَبِى الْفَضل ابنِ طَاهِر وَرِجَـالِ أَبِـى دَاوٗدَ لأَبِـى عَلِيٍّ الجِيَانِيِّ وَكَذَا رِجَالُ التِّرمَذِيِّ وَرِجَالُ النَّسَائِى لِجَمَاعَةٍ مِنَ المَغَارِبَةِ۔

بعض وہ ہیں جنہوں نے صرف ثقات کو جمع کیا ہے جیسے ابن عجلی اور ابن حبان اور ابن شاہین نے، اور بعض وہ ہیں جنہوں نے صرف مجروحین کا ذکر کیا ہے جیسے ابن عدی اور ابن حبان نے، اور بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کتاب کو صرف رجال بخاری پر مرتب کیا ہے جیسے ابو نصر کلاباذی اور مسلم کے رجال پر جیسے ابوبکر بن منجویہ اور دونوں کے رجال کو اکٹھے بیان کیا ہے جیسے ابوالفضل بن طاہر نے اور ابوداود کے رجال کو ابو علی جیانی نے اور اسی طرح ترمذی اور نسائی کے رجال کو اہل مغرب کی ایک جماعت نے۔

وَرِجَـالِ السِّتَّةِ:الـصَّـحِيـحَيـنِ وَأَبِى دَاوٗدَ وَالتِّرمَذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَابنِ مَـاجَةَ لِـعَبْـدِالغَنِيِّ المَقْدِسِيِّ فِى كِتَابِه"الكَمَال"۔ ثُمَّ هَذَّبَهُ المِزِّيُّ فِى تَهذِيبِ الكَمَالِ۔وَقَدلَخَّصتُهُ وَزِدتُ عَلَيهِ أَشْيَاءَ كَثِيرةً وَسَمَّيتُهُ تَهْذِيبَ

التَّهْذِيبِ وَجَاءَ مَعَ مَا اشتَمَلَ عَلَيهِ مِنَ الزِّيَادَاتِ قَدرَ ثُلُثِ الأَصْلِ۔

اور کتب ستہ کے رجال: صحیحین، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کے رجال پر عبدالغنی مقدسی نے کتاب الکمال میں (جمع کیا ہے)، پھر مزی رحمہ اللہ نے تہذیب الکمال میں اس کی تہذیب کی۔ میں نے اس کی تلخیص کی اور اس میں بہت سی چیزوں کا اضافہ کیا جس کا نام تہذیب التہذیب رکھا اور وہ اضافہ جات پر مشتمل مضامین اصل کے تہائی کے برابر ہے۔

منفرد نام والے راوی کی شناخت:

وَمِنَ المُهِمِّ أَيْضًا مَعرِفَةُ الأَسْمَاءِ المُفرَدَةِ۔ وَقَدصَنَّفَ فِيهَاالحَافِظُ أَبُو بَكرٍ أَحْمَدُ بنُ هَارُونَ البَردِيجِي، فَذَكَرَ أَشيَاءَ تَعَقَّبُوا عَلَيهِ۔ بَعضُهَا: مِن ذٰلِكَ قَولُه: صُغدِيُّ بنُ سِنَانٍ أَحَدُ الضُّعَفَاءِ وَهُوَ بِضَمِ المُهمَلَةِ وَ قَد تُبدَلُ سِينًا مُهمَلَةً وَسَكُونِ الغَينِ المُعجَمَةِ بَعدَهَا دَالٌ مُهمَلَةٌ ثُمَّ يَاءٌ كَيَاءِ النَسَبِ وَهُوَ اسْمُ عَلَمٍ بِلَفظِ النَّسَبِ وَلَيسَ هُوَ فَردًا؛ فَفِي الجَرْحِ وَالتَّعدِيلِ لِإبنِ أَبِي حَاتِمٍ: صُغدِي الكُوفِيُّ وَثَّقَهُ ابنُ مَعِينٍ وَفَرَّقَ بَيْنَهُ وَبَينَ الَّذِي قَبلَهُ فَضَعَّفَهُ۔ وَفِي تَارِيخِ العُقَيلِي: صُغدِي بنُ عَبدِاللّٰهِ يَروِي عَن قَتَادَةَ۔ قَال العُقَيلِي: حَدِيثُهُ غَيرُ مَحْفُوظٍ۔ انْتَهَى۔

اسماء مفردہ ❶ کی معرفت بھی اہم امور میں سے ہے، اس موضوع پر حافظ ابوبکر احمد بن ہارون البردیجی نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس نے اس میں بہت سی چیزوں کا ذکر کیا جن میں سے بعض کا تعاقب بھی کیا گیا اور اسی میں ان کا قول صغدی بن سنان کے متعلق بھی ہے جو کہ ضعفاء میں سے ہیں۔ یہ ''ص'' خالی پر پیش کے ساتھ ہے۔ اور یہ صاد خالی کبھی سین سے بدل جاتا ہے اس کے بعد ''غ'' ساکن ہے اس کے بعد دال خالی ہے پھر یائے نسبت کی طرح یاء ہے۔ صغدی لفظ نسبت کے ساتھ اسم علم ہے۔ یہ

❶ مفردہ سے مراد ایسے نام ہیں جن کا ہمنام کوئی شخص نہ ہو۔

اسم مفرد نہیں، ابن ابی حاتم کی کتاب جرح وتعدیل میں ہے کہ ابن معین نے صغدی کوفی کی توثیق کی ہے اور ابو حاتم نے صغدی کوفی اور اس سے پہلے ذکر ہونے والے صغدی بن سنان میں فرق کیا ہے چنانچہ صغدی بن سنان کو ضعیف قرار دیا ہے اور عقیل نے اپنی تاریخ عقیلی میں لکھا ہے کہ صغدی بن عبداللہ، قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور عقیلی نے کہا کہ ان کی حدیث غیر محفوظ ہے۔

وَأَظُنُّهُ هُوَ الَّذِى ذَكَرَهُ ابْنُ أَبِى حَاتِمٍ وَأَمَّا كَونُ العُقَيلِيِّ ذَكَرَهُ فِى الضُّعَفَاءِ فَإِنَّمَا هُوَ لِلحَدِيثِ الَّذِى ذَكَرَهُ وَلَيسَتِ الآفَةُ مِنهُ بَل هِىَ مِنَ الرَّاوِى عَنهُ: عَنبَسَةُ بنُ عَبدِ الرَّحْمٰنِ۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

میں سمجھتا ہوں کہ صغدی وہی ہیں کہ جن کو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے بہر حال عقیلی کا ضعفاء میں ذکر کرنا اس حدیث کی وجہ سے ہے جو انہوں نے ذکر کی ہے اور یہ آفت یعنی ضعف ان کی جانب سے نہیں بلکہ ان سے روایت کرنے والے عنبسہ بن عبدالرحمٰن کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم۔

وَمِن ذٰلِكَ: سَنْدَرَ، بِالمُهمَلَةِ وَالنُّون بِوَزَن "جَعفَر"، وَهُوَ مَولَى زِنباع الجُذَامِىِّ لَهُ صُحْبَةٌ وَرِوَايَةٌ وَالْمَشْهُورُ أَنَّه يُكنَى أَبَا عَبدِ اللّٰهِ وَهُوَ اسْمٌ فَرَدٌ لَم يَتَسَمَّ بِهِ غَيرُهُ فِيْمَا نَعلَمُ۔ لكِن ذَكَر أَبو مُوسَى فِى الذَّيلِ عَلى مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ لابنِ مَنْدَه: سَندَر أَبوالأسوَدِ۔ وَرَوَى لَهُ حَدِيْثًا وَ تُعُقِّبَ عَلَيهِ ذٰلِكَ فَإِنَّهُ هُوَ الَّذِى ذَكَرَهُ ابنُ مَنْدَه وَقَد ذَكَرَ الْحَدِيث الْمَذْكُورَ مُحَمدُ بْن الرَّبِيع الجِيزِىِّ فِى تَارِيخ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ نَزَلُوا مِصْرَ فِى تَرْجَمَةِ سَندَرٍ مَولى زِنباع۔ وَقَد حَرَّرْتُ ذٰلِكَ فِى كِتَابِى فِى الصَّحَابَةِ۔

اور اسی نوع میں ''سَندر'' ہے سین اور نون کے ساتھ، بروزن جعفر ہے۔ یہ سندر، زنباع جذامی کے مولیٰ ہیں۔ جو صحابی ہیں۔ اور ان سے روایت بھی ہے۔ اور وہ ابوعبداللہ کی

کنیت سے مشہور ہیں، یہ نام میں واحد تھے، جہاں تک ہم جانتے ہیں، اس نام کا کوئی دوسرا راوی نہیں گزرا۔ البتہ ابوموسیٰ نے ابن مندہ کی کتاب معرفۃ الصحابہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ سند ابوالاسود بھی ہے اور اس (سندر ابولاسود) سے ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔ اور ابوموسیٰ پر تعاقب بھی کیا گیا ہے کہ وہی سندر ہے جس کا ذکر ابن مندہ نے کیا ہے اور اس حدیث مذکور کو محمد بن ربیع الجیزی نے ان صحابہ کی تاریخ میں ذکر کیا ہے جو مصر میں مقیم ہوگئے تھے، سندر جو زنباع کے مولیٰ ہیں، میں نے ان کے تذکرہ میں ان (سندر) کا ذکر اس کتاب میں کیا ہے، جو (کتاب) صحابہ کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ ❶

القاب:

وَكَذَا مَعْرِفَةُ الكُنَى الْمُجَرَّدَةَ وَكَذَا مَعْرِفَةُ الألقَابِ وَهِىَ تَارَةً تَكُونُ بِلَفظِ الإِسْمِ وَ تَارَةً تَكُونُ بِلَفْظِ الْكُنِيَّةِ۔ وَتَقَعُ بِسَبَب عَاهةٍ، كَالأَعْمَشِ۔ أَو حِرفَةٍ۔

مجرد ناموں اور کنیتوں کی معرفت بھی اہم امور میں سے ہے، اسی طرح القاب کی معرفت بھی اہم امور میں سے ہے۔ اور القاب بھی بعض اوقات نام ہی کے صیغے ہوتے ہیں اور کبھی کنیت کے صیغے ہوتے ہیں اور کبھی بیماری کے سبب ہوتے ہیں جیسے اعمش یا پیشہ کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

انساب (نسبت):

وَكَذَا مَعْرِفَةُ الأَنْسَابِ وَهِىَ تَارَةً تَقَعُ إِلَى الْقَبَائِلِ وَهُوَ فِى الْمُتَقَدِّمِينَ أَكْثَرُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْمُتَأَخِّرِينَ۔ وَتَارَةً إِلَى الأَوطَان وَهٰذَا فِى المُتَأَخِّرِينَ أَكْثَرُ بِالنِّسبَةِ إِلَى المُتَقَدِّمِينَ۔ وَالنِّسبَةُ إِلَى الْوَطنِ أَعَمُّ مِن أَن يَكُونَ بِلَادًا أَو ضِيَاعًا أَو سِكَكًا أَو مَجَاوَرَةً وَتَقَعُ إِلَى الصَّنَائِعِ كَالْخَيَّاطِ۔

❶ اس سے مراد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی معروف کتاب "الإصابة فی تمییز الصحابة" ہے۔

وَالحِرَفِ كَالبَزَّازِ۔ وَيَقَعُ فِيهِ الاتِّفَاقُ وَالإشْتِبَاهُ كَالأَسمَاءِ۔ وَقَد تَقَعُ الأَنْسَابُ أَلقَابًا كَخَالِدِ بنِ مَخلَدٍ القَطَوانيِّ كَانَ كُوفِيًّا وَيُلَقَّبُ القَطَوانِيِّ وَكَانَ يَغْضَبُ مِنهَا۔

اور اسی طرح نسبتوں کی معرفت بھی اہم امور میں سے ہے اور یہ نسبتیں کبھی قبیلہ کی طرف ہوتی ہیں۔ اور یہ طریقہ متاخرین کی بہ نسبت متقدمین میں زیادہ ہے۔ اور کبھی نسبتیں وطنوں (ملکوں) کی طرف ہوتی ہیں اور یہ طریقہ متقدمین کی نسبت متاخرین میں زیادہ ہے۔ اور وطن کی نسبت عام ہے خواہ شہروں کی طرف ہو، خواہ دیہاتوں کی طرف ہو خواہ محلوں کی طرف ہو خواہ پڑوس ہونے کی وجہ سے، اور کبھی پیشوں کی طرف ہوتی ہیں جیسے ''خیاط'' (درزی)، یا کسی حرفت (کاروبار) کی طرف ہوتی ہیں جیسے ''بزاز''۔ اور ان میں بھی ناموں کی طرح موافقت اور اشتباہ واقع ہوجاتا ہے۔ اور کبھی نسبتیں القاب کی صورت میں ہوتی ہیں جیسے خالد بن مخلد قطوانی جو کہ کوفی ہیں، ان کا لقب قطوان تھا اور اس سے یہ ناراض ہوتے تھے۔

القاب اور نسبت کے اسباب:

وَمِنَ الْمُهِمِّ أَيْضًا مَعرِفَةُ أَسبَابِ ذٰلِكَ أَي: الأَلقَابِ وَالنِّسَبِ الَّتِي بَاطِنُهَا عَلىٰ خِلافِ ظَاهِرِهَا۔ وَ كَذَا مَعْرِفَةُ المَوَالِي مِنَ الأَعلىٰ وَ الأَسفَلِ بِالرِّقِّ وبِالحِلفِ أَو بِالإِسلَامِ؛ لأَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ يُطلَقُ عَلَيهِ اسْمَ المَولَى وَلا يُعرَفُ تَميِيزُ ذٰلِكَ إِلَّا بِالتَّنْصِيصِ عَلَيهِ۔

اسی طرح ان (القاب اور نسبتوں) کے اسباب کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے، کہ جن کا باطن ظاہر کے خلاف ہو، اسی طرح مولیٰ اعلیٰ اور مولیٰ اسفل کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے خواہ وہ غلامی کے اعتبار سے ہو یا حلیف ہونے کے لحاظ سے ہو، یا اسلام کے اعتبار سے ہو کیونکہ ان تین صورتوں میں اسے مولیٰ کہا جاتا ہے اور ان کا فرق صرف واضح نص (صراحت) سے ہی معلوم ہوسکتا ہے۔

برادری (بھائی بہن):

وَمَعرِفَۃُالإِخْوَۃِوَالأَخَوَاتِ:وَقَدصَنَّفَ فِیهِ القُدَمَاءُ کَعَلِیِّ بنِ الْمَدِینِی۔

اور راوی کے بھائیوں اور بہنوں کا علم ہونا بھی اہم امور میں سے ہے۔ اس فن میں علمائے متقدمین نے کتب لکھی ہیں جیسے علی بن مدینی رحمہ اللہ۔

آداب الشیخ:

وَمِنَ المُهِمِّ أَیْضًا مَعرِفَةُ آدَابِ الشَّیخِ وَالطَّالِبِ۔ وَیَشْتَرِکَان فِی تَصْحِیحِ النِّیَّةِ وَالتَّطهِیرِ مِن أَعرَاضِ الدُّنْیَا وَتَحسِینِ الخُلُقِ۔ وَیَنفَرِدُ الشَّیخُ بِأَن یُسمِعَ إِذَا احتِیجَ إِلَیهِ وَ أَن لَا یُحَدِّثَ بِبَلَدٍ فِیهِ مَن هُوَ أَولیٰ مِنهُ اِلی بَل یُرشِدُ إِلَیهِ وَلا یَترُکَ إِسمَاعَ أَحَدٍ لِنِیَّةٍ فَاسِدَةٍ وَأَن یَتَطَهَّرَ وَ یَجْلِسَ بِوَقَارٍ وَلا یُحَدِّثَ قَائِمًا وَلَا عَجِلاً وَلا فِی الطَّرِیقِ إِلَّا إِن اضْطُرَّ إِلیٰ ذٰلِكَ وَأَن یُمسِكَ عَنِ التَّحْدِیْثِ إِذَا خَشِیَ التَّغَیُّرَ أَوِ النِّسْیَانَ؛ لِمَرَضٍ أَو هَرَمٍ۔وَإِذَا اتَّخَذَ مَجلِسَ الإِمْلاءِ أَن یَکُونَ لَهُ مُستَمِلٍ یَقِظٍ۔

اور (اس علم) کے اہم امور میں سے شیخ اور شاگرد کے آداب کی معرفت بھی ہے۔ نیت کے خلوص، دنیاوی اغراض سے دل کے پاک ہونے، اور اچھے اخلاق کے مالک ہونے میں دونوں یکساں مکلّف ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ شیخ کو چاہیے کہ ضرورت ہی کے وقت حدیث سنائے (یعنی بیان کرے)۔ اور جس شہر میں اس سے بڑا محدث ہو اس میں حدیث روایت نہ کرے بلکہ اس بڑے محدث کی طرف طلباء کی راہنمائی کرے، اور کسی غلط نیت کی وجہ سے حدیث بیان کرنا نہ چھوڑے۔ اور حدیث کو پڑھانے سے قبل طہارت (وضو یا غسل) کر لے، اور وقار سے بیٹھے، کھڑے ہو کر اور جلدی میں یا راستے میں، کسی نہایت سخت ضرورت کے بغیر حدیث بیان نہ کرے۔ اور حدیث بیان کرنے سے اس وقت باز رہے جب اسے اختلاط کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے یا بڑھاپے کی

وجہ سے بھول جانے کا خدشہ ہو اور حدیث کی املاء (لکھوانے) کی مجلس قائم کرے تو اس کے ہاں ایک چوکس منادی (بلند آواز سے بیان کرنے والا) موجود ہو۔ ❶

آداب الطالب:

وَيَنْفَرِدُ الطَّالِبُ بِأَن يُوَقِّرَ الشَّيخَ وَلا يُضجِرَهُ وَيُرشِدُ غَيرَهُ لِمَا سَمِعَهُ، وَلا يَدَع الإِسْتِفَادَةَ لِحَيَاءٍ أَو تَكَبُّرٍ، وَيكتبُ مَا سَمِعَهُ تَامًّا وَيُعتَنِى بِالتَّقْيِيدِ وَالضَّبطِ وَيُذَاكِرُ بِمَحفُوظِهِ؛ لِيَرسَخَ فِى ذِهنِهِ۔

اور شاگرد ان امور میں منفرد ہے کہ وہ شیخ کی تعظیم کرے اور اسے تنگ نہ کرے اور شیخ سے سننے کے بعد کسی ہم درس سے راہنمائی حاصل کرے جس نے اس کے ساتھ شیخ سے احادیث سنی ہوں، اور شرم وتکبر کی وجہ سے استفادہ کو ترک مت کرے۔ اور جو سنے اسے مکمل لکھے اور روایات کو یاد کرنے کے لیے حفظ کا خوب اہتمام کرے نیز محفوظ روایات کا ہمیشہ تکرار کرتا رہے تاکہ وہ اس کے ذہن میں راسخ ہو جائیں۔

وَمِنَ الْمُهِمِّ: مَعْرِفَةُ سِنِّ التَحَمُّلِ وَالأَدَاءِ۔ وَالأَصَحُّ اعتِبَارُ سِنِّ التَّحَمُّلِ بِالتَّمْيِيزِ هٰذَا فِى السَّمَاعِ۔ وَقَد جَرَتْ عَادَةُ المُحَدِّثِينَ بِإِحْضَارِهِم الأَطْفَالَ مَجَالِسَ الْحَدِيثِ وَيكتبُونَ لَهُم أَنَّهُم حَضَرُوا وَلابُدَّ لَهُم فِى مِثلِ ذٰلِكَ مِن إِجَازَةِ المُسمِعِ۔

وَالأَصَحُّ فِى سِنِّ الطَّلَبِ بِنَفْسِهِ أَن يَتَأَهَّلَ لِذٰلِكَ۔ وَيَصِحُّ تَحَمُّلُ الكَافِرِ أَيْضًا إِذَا أَدَّاهُ بَعدَ إِسْلَامِهِ وَكَذَا الفَاسِقُ مِن بَابِ الأَولىٰ إِذَا أَدَّاهُ بَعدَ تَوبَتِهِ وَثُبُوتِ عَدَالَتِهِ۔

---

❶ منادی کا کام یہ ہے کہ جب طلبہ کثیر تعداد میں موجود ہوں تو وہ، حدیث کے الفاظ اور اعراب اسی طرح ہی آگے، طلبہ تک بیان کرے، جس طرح وہ شیخ بیان کرے۔ اسے سمجھنے کے لیے ''مکبّر'' کی مثال بہترین ہے، جو مقتدیوں کی تعداد کثیر ہونے اور صفوں کی کثرت موقع پر رکوع، سجود، تشہد وغیرہ کے لیے امام کی تکبیرات کو بآواز بلند دہراتا ہے تاکہ تمام مقتدیوں تک تکبیر کی آواز پہنچ جائے۔

حدیث کو سننے اور ادا کرنے کی عمر کا علم بھی ضروری ہے اور صحیح ترین موقف یہ ہے کہ اخذ حدیث کی صحیح عمر، عمر تمیز ہے ❶۔ اور محدثین کی عادت تھی کہ وہ اپنے بچوں کو بھی مجالس علم میں حصول برکت کے لیے حاضر کیا کرتے تھے اور لکھ دیتے تھے کہ یہ مجالس حدیث میں حاضر ہوئے، البتہ ان کے بالغ ہو جانے کے بعد شیخ کی جانب سے سماع حدیث کی اجازت ضروری ہے اور صحیح ترین قول کے مطابق طلب حدیث کی عمر وہ ہے کہ جب وہ اس کا اہل ہو۔ اور کافر بھی اخذ حدیث کے لائق ہے جبکہ وہ اسلام کے بعد ادا کرے اور فاسق تو بدرجہ اولیٰ (اس لائق) ہوگا۔ جبکہ وہ توبہ اور عدالت کے ثابت ہونے کے بعد (اس حدیث کو) روایت کرے۔

وَأَمَّا الأَدَاءُ: فَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهُ لا إِخْتِصَاصَ لَهُ بِزَمَنٍ مُعَيَّنٍ بَل يُقَيَّدُ بِالإِحتِيَاجِ وَالتَّأَهُّلِ لِذٰلِكَ وَهُوَ مُختَلِفٌ بِاختِلافِ الأَشْخَاصِ۔ وَقَالَ ابنُ خَلَّادٍ: إِذَا بَلَغَ الْخَمْسِينَ، وَلا يُنكَر عَلَيهِ عِندَ الأَربَعِينَ۔ وَتُعُقِّبَ بِمَن حَدَّثَ قَبْلَهَا كَمَالِكٍ۔

اور حدیث بیان کرنے کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے اس کے لیے کسی خاص وقت کی قید نہیں بلکہ ضرورت اور (سامع کی) اہلیت شرط ہے۔ اور یہ اہلیت مختلف اشخاص میں مختلف ہوتی ہے۔ ابن خلاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پچاس برس کی عمر میں روایت حدیث کی اہلیت ہوتی ہے اور چالیس سال کی عمر میں روایت حدیث کا انکار نہ کیا جائے۔ ابن خلاد کے قول پر اس محدث کی وجہ سے اعتراض کیا گیا کہ جنہوں نے چالیس سے پہلے ہی حدیث روایت کرنا شروع کر دی تھی، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ۔ ❷

کتابۃ الحدیث (حدیث لکھنا):

وَمِنَ المُهِمِّ: مَعرِفَةُ صِفَةِ الضَّبطِ فِي الْكِتَابِ، وَ صِفَةِ كِتَابَةِ الْحدِيثِ:

❶ جس بھی عمر میں بات کو سمجھنے اور بیان کرنے کا شعور پیدا ہو جائے۔
❷ امام مالک رحمہ اللہ نے چالیس سال کی عمر سے پہلے ہی حدیث روایت کرنا شروع کر دی تھی۔

وَهُوَ أَن يَكتُبَهُ مُبيَّنًا مُفَسَّرًا وَيَشكُلَ المُشكِلَ مِنهُ وَيَنقُطَهُ وَيكتُبَ السَّاقِطَ فِى الْحَاشِيَةِ اليُمنىٰ مَا دَامَ فِى السَّطرِ بَقِيَّةٌ وَإِلَّا فَفِى اليُسرىٰ۔ وَصِفَةِ عَرضِهِ وَهُوَ مُقَابَلَتُهُ مَعَ الشَّيخِ المُسمِعِ أَوْ مَعَ ثِقَةٍ غَيرِهِ أَو مَعَ نَفسِهِ شَيْئًا فَشَيْئًا۔ وَصِفَةِ سَمَاعِهِ بِأَن لا يَتَشَاغَلُ بِمَا يُخِلُّ بِهِ: مِن نَسخٍ أَو حَدِيثٍ أَو نُعَاسٍ۔

حدیث لکھنے کا طریقہ اور کتاب میں اعراب لگانے کا طریقہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ اور یہ اس طرح ہونا چاہیے کہ عبارت بالکل صاف صاف اور واضح لکھے اور مشکل عبارت پر اعراب اور نقطے لگا دے اور اگر سطر مکمل ہونے سے پہلے کوئی لفظ چھوٹ جائے تو دائیں طرف کے حاشیہ پر لکھ دے ورنہ بائیں جانب کے حاشیہ پر لکھ دے، اور اسے پیش کرنے کا انداز بھی اہم امور میں سے ہے اور وہ یہ ہے کہ سنانے والے شیخ سے یا اس کے علاوہ کسی ثقہ سے یا خود ہی تھوڑا تھوڑا اس کا مقابلہ کرے۔ اسی طرح سماع حدیث کا طریقہ بھی اہم امور میں سے ہے، بوقت سماع، کچھ لکھنے، گفتگو کرنے اور نیند وغیرہ جیسے امور سے؛ جو سماع میں مخل ہوں؛ اجتناب کیا جائے۔

حدیث سنانے کا طریقہ:

وَصِفَةِ إِسمَاعِهِ كَذٰلِكَ وَأَن يَكُونَ ذٰلِكَ مِنْ أَصْلِهِ الَّذِى سَمِعَ فِيهِ أَوْ مِن فَرعٍ قُوبِلَ عَلَى أَصلِهِ فَإِن تَعَذَّرَ فَلْيَجبُرهُ بِالإِجَازَةِ لِمَا خَالَفَ إِن خَالَفَ۔

اور اسی طرح اس (روایت) کا سنانے کے انداز کی معرفت بھی اہم معاملہ ہے۔ یہ (سنانا) اصل نسخہ سے ہو۔ جس میں اس (شیخ) نے اپنے شیخ سے سنا ہو۔ یا اس کی فرع (اصل نسخے سے ماخوذ) سے (سنائے) جس کا اصل سے تقابل کیا گیا ہو۔ اور اگر وہ عذر پیش کرے تو اس (شیخ) سے اس (نسخہ) کے مختلف فیہ مقامات کا تقابل کرنے کی اجازت کا اصرار کرے، اگر نسخہ میں اختلاف موجود ہو۔

طلب حدیث کے لیے سفر کرنے کے احکام وآداب:

وَصِفَةِ الرِّحْلَةِ فِيهِ حَيثُ يَبتَدِئُ بِحَدِيثِ أَهلِ بَلَدِهِ فَيَسْتوعِبُهُ ثُمَّ يُرَحّلُ فَيُحَصِّل فِي الرِّحلَةِ مَا لَيسَ عِندَهُ وَيكُونُ اعتِنَاؤُهُ بِتَكثِيرِ المَسمُوعِ أَكثَرَ مِن اعتِنَائِهِ بِتكثِيرِ الشُّيُوخِ۔

اسی طرح طلب حدیث کے لیے سفر کا طریق بھی اہم امور میں سے ہے۔ سب سے پہلے اپنے شہر کے محدثین ہیں ان سے حصولِ حدیث کی ابتداء کرے۔ چنانچہ ان سے تمام احادیث سنے۔ پھر سفر کرے اور وہ احادیث حاصل کرے جو اس کے پاس نہ ہوں۔ اور اس (طالب علم) کا زیادہ کثرت سماع کا ہو، نہ کہ کثرت شیوخ کا۔ ❶

تصنیف کے احکام، آداب اور اقسام:

وَصِفَةِ تَصْنِيفِهِ وَذٰلِكَ: إِمَّا عَلَى الْمَسَانِيدِ بِأَن يَجْمَعَ مُسْنَدَ كُلِّ صَحَابِيٍّ عَلَى حِدَةٍ فَإِنْ شَاءَ رَتَّبَهُ عَلَى سَوَابِقِهِم وإِن شَاءَ رَتَّبَهُ عَلَى حُرُوفِ المُعجَمِ وَهُوَ أَسهَلُ تَنَاوُلاً۔ أَوْ تَصْنِيفِهِ عَلَى الأَبوَابِ الفِقْهِيَّةِ أَو غَيرِهَا بِأَن يَجْمَعَ فِي كُلِّ بَابٍ مَا وَرَدَ فِيهِ مِمَّا يَدُلُّ عَلَى حُكْمِهِ إِثْبَاتًا أَوْ نَفيًا۔ وَالأَولىٰ أَن يَقْتَصِرَ عَلىٰ مَا صَحَّ أَو حَسُنَ، فَإِن جَمَعَ الْجَمِيعَ فَلْيُبَيِّنْ عِلَّةَ الضَّعِيفِ۔

اور احادیث کو تصنیف کرنے کے طریق کا علم بھی اہم امور میں سے ہے۔ وہ یا تو مسانید کی طرز پر ہوتی ہے کہ ہر صحابی کی مرویات علیحدہ علیحدہ جمع کر دی جائیں، چاہے تو اس (تصنیف) کی ترتیب ان کے سوابق (اولیں دور کے مسلمان) کی بنا پر کرے، اور چاہے تو حروف تہجی کے لحاظ سے کرے، اور یہ آخری صورت استفادہ کے لیے سہل ترین ہے۔ یا ان (احادیث) کی تصنیف فقہی ابواب کے تحت کرے، کہ ہر باب میں وہ روایات جمع

❶ یعنی طلب حدیث کے سفر میں اساتذہ کی تعداد بڑھانے کی غرض سے بہت سے علماء کی مجالس کا رخ نہ کیا جائے، بلکہ کامل توجہ اور مکمل اہتمام کا محور احادیث کی کثرت ہو، نہ کہ شیوخ کی کثرت۔

کرے جو اس کے حکم پر؛ مثبت یا منفی اعتبار سے دلالت کرتی ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ صرف صحیح اور حسن (روایات) پر اکتفا کرے۔ اور اگر تمام (ضعیف، بھی) جمع کر دے تو اس کے ضعف کی وجہ بیان کرے۔

أَوْ تَصْنِيفِهِ عَلَى الْعِلَلِ فَيَذْكُرُ الْمَتنَ وَطُرُقَهُ وبَيانَ اخْتِلافِ نَقَلَتِهِ۔ وَالأَحْسَنُ أن يُرَتِّبَهَا عَلَى الأَبْوَابِ؛ لِيَسْهَل تَنَاوُلُهَا۔ أَو يَجْمَعُهُ عَلَى الأَطْرَافِ، فَيَذْكُرُ طَرفَ الحَدِيثِ الدَّالَّ عَلَى بَقِيَّتِهِ وَ يَجمَعُ أَسَانِيدَهُ إِمَّا مُسْتَوعِبًا أَو مُتَقَيِّدًا بِكُتُبٍ مَخْصُوصَةٍ۔

یا ان (احادیث) کی علل (روایات کی علتوں/کمزوریوں) پر تصنیف کرے۔ حدیث کا متن اور اس کے طرق بیان کرے اور ناقلین روایت کا اختلاف بیان کرے۔ اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ احادیث کو مختلف ابواب کے تحت مرتب کرے تا کہ ان سے استفادہ کرنا آسان ہو جائے۔ یا (احادیث کی) اطراف جمع کرے کہ ہر حدیث کا ایک حصہ جو بقیہ حصہ پر دلالت کرتا ہو اسے ذکر کر دے۔ پھر اس حدیث کی تمام اسناد جمع کر دے یا بعض کتب کو مختص کر کے ذکر کر دے۔

اسباب الحدیث:

وَمِنَ الْمُهِمِّ: مَعْرِفَةُ سَبَبِ الْحَدِيثِ۔ وَقَد صَنَّفَ فِيهِ بَعضُ شُيُوخِ القَاضِي أَبِي يَعلى بنِ الفَرَّاءِ الحنبليِّ وهو أَبُو حَفص العُكبُرِي۔ وَ قَد ذَكَرَ الشَّيخُ تَقِيُّ الدِّين ابْنُ دَقِيقِ العِيدِ أَنَّ بَعضَ أَهلِ عَصرِهِ شَرَعَ فِي جَمْعِ ذٰلِكَ وَكَأَنَّهُ مَا رَأَى تَصْنِيفَ العُكبرِيِّ الْمَذْكُور۔

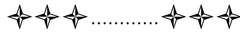
اور حدیث کے سبب کو جاننا بھی اہم امور میں سے ہے اور اس قسم میں قاضی ابو یعلی بن فراء حنبلی رحمہ اللہ کے شیخ (عکبری رحمہ اللہ) نے ایک کتاب تصنیف ہے۔ شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے لکھا ہے کہ ہمارے ایک ہمعصر نے بھی اس کے متعلق لکھا ہے۔ شاید اس لیے کہ اس نے عکبری کی تصنیف کو نہیں دیکھا ہوگا۔

وَصَنَّفُوا فِی غَالِبِ هٰذِهِ الأَنْوَاعِ عَلَى مَا أَشَرْنَا إِلَيهِ غَالِبًا وَهِیَ أَی: هٰذِهِ الأَنْوَاعُ الْمَذْكُورَةُ فِی هٰذِهِ الْخَاتَمَةِ نَقلٌ مَحضٌ ظَاهِرَةُ التَّعرِيفِ مُستَغْنِيَةٌ عَنِ التَّمْثِيلِ وَحَصرَهَا مُتَعَسِّرٌ فَلتُرَاجِع لَهَا مَبسُوطَاتُهَا؛ لِيَحصُلَ الوَقُوفُ عَلَى حَقَائِقِهَا۔

اکثر اقسام حدیث کے متعلق ائمہ فن نے جو کتب لکھی ہیں ان میں سے اکثر کتابوں کی طرف ہم اشارہ کرتے آئے ہیں۔ اور یہ یعنی جو انواع (اقسام) خاتمہ میں ذکر ہوئی ہیں ان کا محض نام نقل کر دیا ہے، ان کی تعریف واضح ہے اور مثال کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ان کا شمار بہت مشکل ہے، ان کی مثالوں کے لیے اس فن کی مبسوط کتب کی طرف رجوع کیا جائے تا کہ ان کی حقیقتوں پر واقفیت حاصل ہو جائے۔

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالهَادِی لِلْحَقِّ لا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيهِ أُنِيبُ۔ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَعِتْرَتِهِ إِلٰى يَومِ الدِّينِ۔

اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور حق کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔ صرف وہی معبود حقیقی ہے۔ اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی کی طرف میں نے رجوع کیا اور اللہ ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ اور وہ بہترین کارساز ہے۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ؛ مخلوق میں سب سے اعلیٰ ہستی نبی رحمت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر اور ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر اور قیامت تک کی ان کی اولاد پر رحمت نازل کرے۔ آمین۔



......الحمد للہ العلیم بذات الصدور......

آج مؤرخہ: ۷ جون، ۲۰۱۸۔ بمطابق: ۲۲ رمضان ۱۴۳۹ھ

بروز جمعرات، بوقت: ۰۷:۵۰، صبح، ﴿شرح نخبۃ الفکر﴾ کا اردو ترجمہ مکمل ہوا۔ [امان اللہ عاصم]